الحمد للہ والمنۃ

کہ

کتاب لاجواب

مسمیٰ

باغ و بہار

یعنی

قصہ چہار درویش

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظور خلائق ہوا

ملنے کا پتہ رتن اینڈ کو تاجران کتب دریبہ کلاں دہلی

الہ آباد [illegible] پریس دہلی

آغاز داستان

سیر میں چہار درویش کی یوں لکھا ہے کہ آگے روم کے ملک میں ایک بادشاہ تھا کہ نوشیرواں کی سی عدالت اور حاتم کی سی سخاوت اس کے وقت میں تھی نام اسکا آزاد بخت اور شہر قسطنطیہ جسکو استنبول کہتے ہیں اسکا پایہ تخت تھا اسکے وقت میں رعیت آباد خزانہ معمور لشکر مرفہ غریب غربا آسودہ امن چین سے گذران کرتے تھے اور خوشی سے رہتے تھے کہ ہر ایک گھر میں دن عید اور رات شب برات تھی اور جتنے چور چکار جیب کترے اٹھائی گیر دغاباز تھے انکو نیست و نابود کرکے نام و نشان انکا اپنے ملک بھر میں نہ رکھا تھا۔ ساری رات دروازے گھروں کے بند نہ ہوتے اور دوکانیں بازار کی کھلی رہتیں۔ راہی مسافر جنگل میدان میں سونا اچھالتے چلے جاتے کوئی نہ پوچھتا کہ تمہارے منہ میں کئے دانت ہیں۔ اس بادشاہ کے عمل میں ہزاروں شہر تھے اور کئی سلطان نعلبندی دیتے ایسی بڑی سلطنت پر ایک اپنے دل کو خدا کی یاد اور بندگی سے غافل نہ کرتا۔ آرام دنیا کا سب موجود تھا لیکن فرزند کی طرف سے محروم تھا کہ جو زندگانی کا پھل تھا۔ اسکی قسمت کے باغ میں نہ تھا اس خاطر وہ اکثر فکر مند رہتا تھا پانچوں وقت کی نماز کے بعد اپنے کریم سے کہتا کہ اے اللہ مجھ عاجز کو تو نے اپنی عنایت سے سب کچھ دیا لیکن اندھیرے گھر کو دیا نہ دیا یہی ارمان جی میں باقی ہے کہ میرا نام لیوا اور پانی دیوا کوئی نہیں اور تیرے خزانہ غیب میں سب کچھ موجود ہے ایک بیٹا مجھے دے تاکہ میرا نام اور اس سلطنت کا نشان قایم رہے اس آرزو میں بادشاہ کی عمر چالیس برس کی ہو گئی ایک دن شیش محل میں نماز ادا کر کے وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ایکبار آئینہ کیطرف جو خیال کیا تو ایک بال مونچھوں میں نظر آیا جو مانند تار مقیش کے چمک رہا ہے۔ بادشاہ دیکھ کر آبدیدہ ہوئے اور ٹھنڈی سانس بھری پھر دل میں سوچا کہ افسوس تو نے اتنی عمر ناحق برباد کی اور اس دنیا کی حرص میں ایک عالم کو زیروزبر کیا اور جو ملک لیا یہ تیرے کس کام آئیگا آخر یہ سارا مال اسباب کوئی دوسرا اٹھائیگا تجھے تو موت کا پیغام آچکا اگر کوئی دن جئے بھی تو بدن کی طاقت کم ہو گی اس سے معلوم ہوا کہ اولاد میری تقدیر میں نہیں۔ مجھے ایک روز مر

ہے اور سب کچھ چھوڑ جاتا ہے اس سے یہ بہتر ہے کہ میں ہی اسے چھوڑ دوں اور باقی زندگی اپنے خالق کی یاد میں کاٹوں یہ بات اپنے دلمیں ٹھہرا کہ باغ میں جا کہ سب مجرائیوں کو جواب دیکہ فرمایا کہ کوئی آج سے میرے پاس نہ آوے سب دیوان عام میں آیا جایا کریں اور اپنے کام میں متعد رہیں یہ کہکہ آپ ایک مکان میں جا بیٹھے اور مصلے بچھا کہ عبادت میں مشغول ہوئے۔ سوائے رونے کے اور آہ بھرنے کے کچھ کار نہ تھا۔ اسی طرح بادشاہ آزاد بخت کو کئی دن گذرے شام کو روزہ کھولنے کے وقت ایک چھوارہ اور تین گھونٹ پانی پیتے اور تمام دن رات جانماز پر پڑھتے رہتے اس بات کا باہر چرچا پھیلا رفتہ رفتہ تمام ملک میں خبر ہو گئی کہ بادشاہ نے بادشاہت سے کھینچ کہ گوشہ نشینی اختیار کی۔ چاروں طرف سے دشمنوں نے سر اٹھایا اور قدم اپنی سرحد سے بڑھایا جس نے چاہا ملک دبا لیا اور سرانجام سرکشی کا کیا جہاں کہیں حاکم تھے ان کے حکم میں خلل عظیم واقع ہوا ہر ایک صوبے سے عرضی بدعملی کی حضور میں پہونچی۔ درباری امرا جتنے تھے جمع ہوئے اور صلاح مصلحت کرنے لگے آخر یہ صلاح ٹھہرائی کہ نواب وزیر عاقل اور دانا درجہ میں بھی سب سے بڑا ہے اور بادشاہ کا مقرب اور معتمد ہے اسکی خدمت میں چلیں دیکھیں وہ کیا مناسب جانکہ کہتا ہے سب اسی وزیر کے پاس آئے اور کہا بادشاہ کی یہ صورت اور ملک کی وہ حقیقت اگر چندے تغافل ہوا تو اس محنت کا ملک کیا ہوا جاتا رہے گا پھر ہاتھ آنا مشکل ہے۔ وزیر پرانا قدیم نمک حلال اور عقلمند نام بھی خردمند اسم بامسمٰے تھا اگرچہ بادشاہ نے حضور میں آنیکو منع کیا ہے لیکن تم چلو میں چلتا ہوں۔ بادشاہ کے خیال میں آئے اور انکو بلایا یہ کہکہ سب کو اپنے ساتھ دیوان عام تک لایا ان کو وہاں چھوڑ کہ آپ دیوان خاص میں آیا اور بادشاہ کی خدمت میں محلی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ یہ غلام حاضر ہے کئی دنوں سے جمال جہاں آرا نہیں دیکھا امیدوار ہوں کہ ایک نظر دیکھکہ قدمبوسی حاصل کروں تو دلجمعی ہو یہ عرض وزیر کی بادشاہ نے سنی از بسکہ قدامت اور خیرخواہی اور تدبیر و جاں نثاری اسکی جانتے تھے اور اکثر اسکی بات مانتے تھے بعد تامل کے فرمایا خردمند کو بلا لو۔ جب پروانگی ہوئی وزیر حضور میں آیا اور آداب بجا لایا اور دست بستہ کھڑا رہا دیکھا تو بادشاہ کی عجیب صورت بن رہی ہے کہ زار زار رو رہے ہیں اور دبلاپے سے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور چہرہ زرد ہو گیا ہے خردمند کو تاب نہ رہی بے اختیار دوڑ کہ قدموں پر جا گرا۔ بادشاہ نے ہاتھ سے

سر اس کا اٹھایا اور فرمایا کہ تو نے مجھ کو دیکھا خاطر جمع ہوئی اب جا اور سلطنت کو دیکھ - خرومند یہ سنکر ڈاڑھ مار کر رو دیا اور عرض کی کہ غلام کو آپ کے تصدق سے ہمیشہ بادشاہت نصیب ہے - لیکن جہاں پناہ کی یک بیک گوشہ گیری سے تمام ملک میں تہلکہ پڑ گیا ہے اور انجام اس کا اچھا نظر نہیں آتا یہ کیا خیال مبارک میں آیا اگر اس خانہ زاد موروثی کو بھی محرم راز کیجئے تو بہتر ہے جو کچھ ناقص عقل میں آئے التماس کرے - غلاموں کو جو یہ سرفرازیاں بخشی ہیں اسی دن کے واسطے کہ بادشاہ عیش و آرام کریں اور نمک پرور وہ تدبیر ملک میں رہیں خدانخواستہ جب فکر مزاج عالی کے لاحق ہوئی تو بندہ ہائے بادشاہی کس دن کام آئیں گے - بادشاہ نے کہا تو سچ کہتا ہے پر جو فکر میرے جی کے اندر ہے سو تدبیر کے باہر ہے - سن اے خرومند ساری عمر میری اس ملک گیری کے درد سر میں کٹی اب یہ سن و سال ہوا آگے موت باقی ہے تو اسکا بھی پیغام آیا کہ سیاہ بال سفید ہو چلے وہ مثل ہے کہ ساری رات سوئے اب صبح کو بھی نہ جاگیں اب تک ایک بیٹا نہ پیدا ہوا جو میری خاطر جمع ہوتی اسلئے دل سخت اداس ہوا اور میں سب کچھ چھوڑ بیٹھا جس کا جی چاہے ملک لے یا مال مجھے کام نہیں بلکہ کوئی دن میں ارادہ رکھتا ہوں کہ سب چھوڑ چھاڑ کر جنگل اور پہاڑوں میں نکل جاؤں اور منہ اپنا کسی کو نہ دکھاؤں اسی طرح یہ چند روز کی زندگی بسر کروں اگر کوئی مکان خوش آیا تو وہاں بیٹھ کر بندگی اپنے معبود کی بجا لاؤں گا شاید عاقبت بخیر ہو اور دنیا کو خوب دیکھا کچھ مزہ نہ پایا اتنی بات بول کر اور اک آہ بھر کر بادشاہ چپ ہو گئے خرومند ان کے باپ کا وزیر تھا جب یہ شہزادے تھے ان سے محبت رکھتا تھا علاوہ اسکے دانا اور دوراندیش تھا کہنے لگا خدا کی جناب سے ناامید ہونا ہرگز مناسب نہیں جس نے اٹھارہ ہزار عالم کو ایک حکم میں پیدا کیا تمہیں اولاد دینی اس کے نزدیک کیا بڑی بات ہے قبلہ عالم اس تصور باطل کو اپنے دل سے دور کریں - نہیں تو تمام عالم درہم برہم ہو جائے گا اور یہ سلطنت جو کس محنت سے تمہارے بزرگوں نے اور تم نے پیدا کی ہے ہاتھ سے نکل جائے گی اور بے خبری سے ملک ویران ہو جائے گا - خدانخواستہ آخر بدنامی ہوگی اس پر بھی باز پرس روز قیامت میں ہوگی کہ تو ہماری رحمت سے مایوس ہوا اور رعیت کو حیران اور پریشان کیا - اس سوال کا کیا جواب دو گے - پس عبادت بھی اس روز کام نہ آئے گی -

اس واسطے کہ آدمی کا دل خدا کا گھر ہے اور بادشاہ صرف عدل کیواسطے پوچھے جائیں گے غلام کی بے ادبی معاف ہو گھر سے نکل جانا اور جنگل جنگل پھرنا کام جوگیوں اور فقیروں کا ہے نہ کہ بادشاہوں کا۔ آپ اپنے ملک کا کام کریں اور خدا کی یاد اور بندگی جنگل اور پہاڑوں پر موقوف نہیں۔

اب انصاف کیجئے اور فدوی کی عرض قبول فرمائے تو بہتر یہ ہے کہ جہاں پناہ ہر دم اور ہر وقت اپنا دھیان خدا کی طرف لگا کر دعا مانگا کریں اس درگاہ سے کوئی محروم نہیں رہا دن کو بندوبست ملک کا اور انصاف عدالت غریب غربا کی فریادیں سنیں تو بندے خدا کے دامن دولت کے سایہ میں بہ امن و اماں خوش گذران کریں اور عبادت کیجئے اور درود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نیاز کر کے درویشوں سے مدد لیجئے اور روز یتیم اور عیال دار دں محتاجوں اور بیواؤں کو کھانا دیجئے ایسے اچھے کاموں اور نیک نیتوں کی برکت سے خدا چاہے تو امید قوی ہے کہ تمہارے دل کے مقصد اور مطلب سب پورے ہوں اور جو اسواسطے مزاج عالی مکدر ہو رہا ہے وہ آرزو بر آئے تو پروردگار کی عنایت پر نظر رکھئے کہ وہ ایکدم میں جو چاہتا ہے سو کرتا ہے بارے خردمند وزیر کی ایسی عرض معروض کرنے سے آزاد بخت کے دل کو ڈھارس بندھی فرمایا اچھا جو تو کہتا ہے یہ بھی کر دیکھیں جو اللہ کی مرضی ہے سو ہوگا۔ جب بادشاہ کے دل کو تسلی ہوئی تب وزیر سے پوچھا کہ اور سب امیر وزیر کیا کرتے ہیں اس نے عرض کی کہ سب ارکان دولت قبلۂ عالم کی جان و مال کو دعا کرتے ہیں۔ آپ کے جمال مبارک کی آرزو رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسوقت دیوان عام میں حاضر ہیں۔ یہ سنکر بادشاہ نے حکم کیا کہ انشاء اللہ تعالےٰ کل دربار کروں گا۔ سب کو کہدو کہ حاضر ہوں۔ خردمند یہ سنکر خوش ہوا اور دونو ہاتھ اٹھا کے دعا دی کہ جبتک یہ زمین و آسمان برپا ہیں تمہارا تاج و تخت قایم رہے اور حضور سے رخصت ہو کر بخوشی باہر نکلا اور یہ خوشخبری امراء سے کہی سب امیر ہنسی خوشی گھر کو گئے سارے شہر میں آنند ہو گئی رعیت پرجا مگن ہوئی۔ صبح کو جب خانہ زاد و اعلیٰ و ادنےٰ اور ارکان دولت چھوٹے بڑے اپنے اپنے پایہ و مرتبہ پر آکر کھڑے ہوئے اور منتظر جلوہ بادشاہی کے ہوئے پہر دن چڑھے ایکبارگی پردہ اٹھا اور شاہ نے برآمد ہو کر تخت مبارک پر جلوہ فرمایا۔ نوبت خانہ میں شادیانے بجنے لگے سبھوں نے نذریں مبارکبادی کی گذاریں اور مجرا گاہ میں تسلیمات بجا لائے

موافق قدر و منزلت کے ہر ایک کو سرفرازی ہوئی۔ سب کے دل کو خوشی ہوئی۔ جب دوپہر ہوا تو
دربار برخاست ہو کر اندرون محل داخل ہوئے خاصہ نوش جان فرمایا خوابگاہ میں آرام
کیا اس دن سے بادشاہ نے یہی مقرر کیا اور ہمیشہ صبح کو دربار کرتا اور تیسرے پہر کتاب کا شغل
اور درود وظیفہ پڑھتا اور خدا کی درگاہ میں توبہ و استغفار کر کے اپنے مطلب کی دعا مانگتا ایک
روز کتاب میں لکھا دیکھا کہ اگر کسی شخص کو غم یا فکر ایسی لاحق ہو کہ اسکا علاج تدبیر سے نہ ہو تو چاہیئے
کہ تقدیر کے حوالے کرے اور آپ کو کسی گورستان کی طرف رجوع کرے اور درود پاک حضور اقدس
پر کثرت سے بھیجے اور اپنے تئیں نیست و نابود سمجھ کر دلکو اس غفلت دنیوی سے ہوشیار رکھے
اور عبرت سے روئے اور خدا کی قدرت کو دیکھے کہ مجھ سے آگے کیسے کیسے صاحب ملک و خزانہ
اس زمین پر پیدا ہوئے لیکن آسمان نے سب کو اپنی گردش میں لا کر خاک میں ملا دیا ؏

چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے ۔ دو پاٹن بیچ آئے کے ثابت رہا نہ کوئے

قبر کے اندر کا حال معلوم نہیں کہ ان پر کیا گذری اور خدا سے کیسی بنی یہ باتیں اپنے دل میں
سوچ کر ساری دنیا کو پنکھے کا کھیل جانے تب اسکے دل کا غنچہ ہمیشہ شگفتہ رہے گا کسی حالت
میں پژمردہ نہ ہوگا یہ نصیحت جب کتاب میں مطالعہ کی بادشاہ کو خردمند وزیر کا کہنا یاد آیا شوق
ہوا کہ اس پر عمل کرو لیکن سوار ہو کر اور بھیڑ بھاڑ لیکر بادشاہوں کی طرح سے جانا اور زمانہ مناسب
نہیں بہتر یہ کہ لباس بدل کر رات کو اکیلے مقبروں یا کسی قبرستان میں کسی مرد خدا گوشہ نشین کی خدمت
میں جایا کروں اور شاید ان مردان خدا کے وسیلے سے دل کی مراد اور عاقبت کی نجات میسر ہو یہ بات
دل میں مقرر کر کے ایک روز رات کو موٹے جھوٹے کپڑے پہن کر روپے اشرفی لیکر چپکے چپکے قلعے سے
باہر نکلے اور میدان کی راہ لی جاتے جاتے ایک روز گورستان میں پہونچے نہایت صدق دل سے درود
پڑھ رہے تھے اور اسوقت باد تند چل رہی تھی ایک بارگی بادشاہ کو دور سے ایک شعلہ نظر آیا
کہ مانند صبح کے ستارے کے روشن ہے دل میں خیال آیا کہ اس ہوا اور اندھیرے میں یہ روشنی
خالی از علت نہیں یا یہ طلسم ہے کہ پھٹکری اور گندھک چراغ میں بتی کے آس پاس چھڑک دیجئے
تو کیسی ہی ہوا چلے چراغ گل نہ ہوگا یا کسی ولی کا چراغ ہے کہ جلتا ہے جو کچھ ہو سو ہو چلکر
دیکھئے شاید اس شمع کے نور سے میرے بھی گھر کا چراغ روشن ہو اور دل کی مراد ملے یہ نیت
اسوقت کر کے اس طرف کو چلے جب نزدیک پہنچے دیکھا تو چار فقیر بے نوا کفنیاں گلے میں ڈالے
اور سر زانو پر دھرے عالم بیہوشی میں بیٹھے ہیں اور ان کا یہ عالم ہے کہ جیسے کوئی مسافر

اپنے ملک اور قوم سے چھڑا کر کے بے کسی اور مفلسی کے رنج و غم میں گرفتار ہو کر حیران رہ جاتا ہے
اسی طرح سے چاروں نقش بدیوار ہو رہے ہیں اور ایک چراغ پتھر پر دھرا ٹمٹما رہا ہے۔ ہرگز
ہوا اسکو نہیں لگتی گویا فانوس اسکا آسمان بنا ہوا ہے۔ آزاد بخت کو دیکھتے ہی یقین آیا کہ مقرر
تیری آرزو ان مردان خدا کے قدم کی برکت سے بر آئے گی اور تیری امید کا سوکھا درخت انکی
توجہ سے ہرا ہوگا ان کی خدمت میں چلکر احوال کہہ اور مجلس کا شریک ہو یہ ارادہ کرکے چاہا قدم
آگے دھرے وہیں عقل نے سمجھایا کہ اے بیوقوف جلدی نہ کر ذرا دیکھ لے تجھے کیا معلوم ہے
کہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور کدھر جاتے ہیں کیا جانے یہ دیو ہیں یا غول بیابانی کہ آدمی
کی صورت بنکر باہم بیٹھے ہیں بہر صورت جلدی کرنا اور ان کے درمیان جا کر مخل ہونا خوب
نہیں ابھی ایک گوشہ میں چھپ کر حقیقت ان درویشوں کی جاننا چاہئے آخر بادشاہ نے
یہی کیا کہ ایک کونے میں اس جگہ چپکا جا بیٹھا کہ کسی کو اس کے آنے کی خبر نہ ہوئی اپنا دھیان انکی
طرف لگایا کہ دیکھئے آپس میں کیا بات چیت کرتے ہیں اتفاقاً ایک فقیر کو چھینک آئی شکر خدا کا
کیا وہ تینوں قلندر اسکی آواز سے چونک پڑے۔ چراغ کو اکسایا ٹھیک تو روشن تھا اپنے
اپنے بستروں پر حقے بھر کر پینے لگے۔ ایک ان آزادوں میں سے بولا اے یاران ہمدرد و
رفیقان جہان ہم چاروں صورتیں آسمان کی گردش سے اور لیل و نہار کے انقلاب سے
دربدر خاک بسر ایک مدت سے الحمدللہ طالع کی مدد اور قسمت کی یاوری سے آج اس مقام
پر باہم ملاقات ہوئی اور کل کا احوال کچھ معلوم نہیں کہ کیا پیش آوے ایک ساتھ رہیں یا جدا جدا
ہو جاویں۔ رات بڑی پہاڑ ہوتی ہے ابھی سے پڑ رہنا خوب نہیں اس سے یہ بہتر ہے کہ اپنی اپنی
سرگذشت جو اس دنیا میں جس پر جو بیتی ہو بشرطیکہ جھوٹ اسمیں کوڑی بھر نہ ہو بیان کرے تو باتوں
میں رات کٹ جاوے۔ جب تھوڑی شب باقی رہے تب لیٹ پوٹ رہیں گے۔ سبھوں نے
کہا یا ہادی جو کچھ ارشاد ہوتا ہے ہم نے قبول کیا پہلے آپ ہی اپنے احوال سے مستفید فرمائیے۔

سیر پہلے درویش کی

پہلا درویش دو زانو ہو بیٹھا اور اپنی سیر کا قصہ اس طرح سے کہنے لگا۔ معبود اللہ ذرا ادھر
متوجہ ہو اور ماجرا اس بے سرو پا کا سنو۔ رباعی

یہ سرگزشت میری ذرا کان دھر سنو | مجھکو فلک نے کر دیا زیر و زبر سنو
جو کچھ کہ پیش آئی ہے شدت مرے تئیں | اسکا بیان کرتا ہوں تم سربسر سنو

اے یاران میری پیدائش اور وطن بزرگوں کا ملک یمن ہے والد اس عاجز کا ملک التجار خواجہ احمد نام بڑا سوداگر تھا اسوقت میں کوئی مہاجن یا بیوپاری ان کے برابر نہ تھا۔ اکثر شہروں میں کوٹھیاں اور گماشتے خرید و فروخت کے واسطے مقرر تھے اور لاکھوں روپیہ نقد اور جنس ملک ملک کی گھر میں موجود تھی ان کے یہاں دو لڑکے پیدا ہوئے ایک تو یہی فقیر کفنی پہنے ہوئے جو مرشدوں کے حضور میں حاضر بولتا ہے اور دوسرے ایک بہن جسکو قبلہ گاہ نے اپنے جیتے جی ایک شہر کے سوداگر بچے سے کر دی تھی وہ اپنی سسرال میں رہتی تھی غرض جس گھر میں اتنی دولت اور ایک لڑکا ہو اس لاڈ پیار کا کیا ٹھکانا ہے مجھے بڑے چاؤ سے ماں باپ کے سایہ میں پرورش پائی اور پڑھنا لکھنا سپاہ گری کا کسب و فن وغیرہ سیکھنے لگا چودہ برس تک نہایت خوشی اور بے فکری میں گذرے کچھ دنیا کا اندیشہ دل میں نہ آیا۔ یک بیک ایک ہی سال میں والدین قضائے الہی سے مر گئے عجب طرح غم ہوا جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ یکبارگی یتیم ہو گیا کوئی سر پر بڑا بوڑھا نہ رہا اس مصیبت ناگہانی سے رات دن رویا کرتا تھا جب چہلم سے فراغت ہوئی سب نے فقیر کو باپ کی پگڑی بندھوا دی اور سمجھایا دنیا میں سب کے ماں باپ مرتے آئے ہیں اور اپنے تئیں بھی ایک روز مرنا ہے پس صبر کرو اپنے گھر کو دیکھو اب باپ کی جگہ تم سردار ہوئے اپنے کاروبار لین دین سے ہوشیار ہو تسلی دیکر وہ رخصت ہوئے گماشتے اور دوکاندار حاضر ہوئے نذریں دیں اور روپے کوٹھے نقد و جنس کے دیکھ لیجئے یکبارگی جو اس دولت بے انتہا پر نظر پڑی آنکھیں کھل گئیں۔ دیوان خانے کی تیاری کا حکم کیا۔ فراشوں نے فرش فروش بچھا کر چھت پردے چلمنیں تکلف کی لگا دیں اور اچھے اچھے خدمتگار نوکر رکھے جنھیں زرق برق کی پوشاکیں بنوا دیں فقیر مسند پر تکیہ لگا بیٹھا ویسے ہی آدمی غنڈے مفت کھانے پینے والے جھوٹے خوشامدی آکر آشنا ہوئے اور مصاحب بنے ان سے آٹھ پہر صحبت ہونے لگی ہر طرح کی باتیں اور زٹلیں واہی تباہی ادھر ادھر کی کرتے اور کہتے رہتے۔ اس جوانی کے عالم میں عمدہ شراب یا گل گلاب کھنچوائیے۔ نازنین معشوقوں کو بلوا کر ان کے ساتھ بیٹھئے اور عیش و عشرت کیجئے غرض آدمی کا شیطان آدمی ہے ہر دم کے کہنے سننے سے اپنا بھی مزاج بہک گیا۔

شراب اور ناچ اور جوئے کا چرچا شروع ہوا پھر تو یہ نوبت پہونچی کہ سوداگری بھول کر تماش بینی اور دینے لینے کا سودا ہوا اپنے نوکر اور رفیقوں نے جب یہ غفلت جو جس کے ہاتھ پڑا لے گیا گویا لوٹ مچادی کچھ خبر نہ تھی کتنا روپیہ خرچ ہوتا ہے یہ کہاں سے آتا ہے اور کدھر جاتا ہے۔ مال مفت دل بے رحم اس فضول خرچی سے گنج قارون ہوتا تو بھی وفا نہ کرتا کئی برس کے عرصہ میں ایکبارگی یہ حالت ہوئی کہ فقط ٹوپی اور لنگوٹی باقی رہی دوست آشنا جو دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے کافور ہو گئے اور نوکر چاکر سب چھوڑ کر کنارے لگے کوئی بات کا پوچھنے والا نہ رہا جو کہے کیا حال ہے۔ سوائے غم و افسوس کے کوئی رفیق نہ ٹھہرا اب دمڑی کی ٹھڈیاں میسر نہیں جو چبا کر پانی پی لوں۔ دو تین فاقے کڑاکے کے کھینچے تاب بھوک کی نہ لا سکا ناچار بے حیائی کا برقعہ منہ پر ڈالا کہ یہ قصد کیا کہ بہن کے پاس چلئے لیکن یہ شرم دل میں آتی تھی کہ قبلہ گاہی کی وفات کے بعد نہ بہن سے کبھی کوئی سلوک کیا نہ خالی خط لکھا بلکہ اس نے دو ایک خط خطوط ماتم پرسی اور اشتیاق کے جو لکھے ان کا جواب بھی نہیں دیا اب خواب خرگوش سے جاگے شرمندگی سے جی تو نہ چاہتا تھا پر سوائے اس گھر کے اور کوئی ٹھکانا نظر میں نہ ٹھہرا جوں توں پا پیادہ خالی ہاتھ گرتا پڑتا ہزار محنت سے وہ کئی منزلیں کاٹ کر ہمشیرہ کے شہر میں جا کر اس کے مکان میں پہونچا وہ ماں جائی میرا یہ حال دیکھ کر بلائیں لیں اور گلے ملکر بہت روئی۔ تل اور ماش اندرشکے مجھ پر سے صدقے کئے کہنے لگی اگرچہ ملاقات سے دل بہت خوش ہوا۔ لیکن بھیا یہ تیری کیا صورت ہے۔ جس کا جواب میں کچھ نہ دے سکا آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر چپکا ہو رہا۔ بہن نے جلدی خاصہ لباس سلوا کر حمام میں بھیجا نہا دھو کر میں نے کپڑے پہنے ایک مکان اپنے پاس بہت اچھا پر تکلف میرے رہنے کو مقرر کیا۔ صبح کو شربت حلوا سوہن۔ پستہ مغز ناشتہ اور سہ پہر کو خشک و تر میوے وغیرہ اور رات دن وغیرہ پلاؤ اور نان کباب تحفہ مزیدار منگوا کر اپنے روبرو بیٹھا کر کھلاتی میں نے ایک مدت کے بعد جو یہ آرام پایا خدا کی راہ میں شکر بجا لایا کئی مہینے اس فراغت سے گذرے کہ پاؤں اس خلوت سے باہر نہ رکھا ایک دن وہ بہن جو بجائے والدہ کے میری خاطر کرتی تھی کہنے لگی اے بیرن تو میری آنکھوں کی پتلی اور ماں باپ کی موئی مٹی کی نشانی ہے تیرے آنے سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ جب تجھے دیکھتی

ہوں باغ باغ ہوتی ہوں تونے مجھے نہال کیا لیکن مردوں کو خدا نے کمانے کے لئے بنایا ہے گھر میں بیٹھے رہنا انکو لازم نہیں جو مرد نکھٹو ہو کر گھر بیٹھا رہتا ہے اسکو دنیا کے لوگ طعنے دیتے ہیں خصوصًا اس شہر کے آدمی چھوٹے بڑے بے سبب تمہارے رہنے پر کہیں گے اپنے باپ کی دولت کھو کر بہنوئی کے ٹکڑوں پر آپڑا یہ نہایت بے غیرتی کی بات ہے اور میری تمہاری ہنسائی ہو گی اور ماں باپ کے نام پر دھبا لگے گا نہیں تو میں اپنے چمڑے کی جوتیاں بنا کر تجھے پہناؤں اب یہ صلاح ہے کہ قصد سفر کا کرو خدا چاہے تو دن پھرینگے اور اس حیرانی اور مفلسی کے بدلے خاطر جمعی اور خوشی حاصل ہو - یہ بات سنکر مجھے بھی غیرت آئی اسکی نصیحت پسند کی جواب دیا - اچھا اب تم ماں کی جگہ ہو جو تم کہو سو کروں - میری مرضی پا کر گھر میں سے خالص اشرفیوں کے پچاس توڑے باندیوں سے اٹھوا کر میرے پاس لا کر رکھے اور بولی ایک قافلہ سوداگروں کا دمشق کو جاتا ہے تم ان روپیوں سے جنس تجارت کی خرید کرو ایک تاجر ایماندار سے حوالے کر کے دستاویز پکی لکھوا لو اور ابھی قصد دمشق کا کرو وہاں جب خیریت سے جا پہونچو اپنا مال منافع سمجھ بوجھ کر آپ بیچو - میں وہ نقد لیکر بازار میں گیا - اسباب سوداگری کا خرید کر ایک بڑے سوداگر کے سپرد کیا نوشت و خواند سے خاطر جمع کر لی وہ وہ تاجر دریا کی راہ سے جہاز پر سوار ہو کر روزانہ روانہ ہوا اور فقیر نے خشکی کی تیاری کی جب رخصت ہونے لگا بہن نے ایک سراپا بھاری جوڑا اور ایک گھوڑا جڑاؤ ساز سے عطیہ کیا اور مٹھائی پکوان ایک خاصدان میں بھر کر ہرنی سے لٹکا دیا اور چھاگل پانی کی بندھوا دی اور امام ضامن کا روپیہ میرے بازو پر باندھ دیا اور دہی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر آنسو پی کر بولی - سدھارو تمہیں خدا کو سونپا پیٹھ دکھائے جاتے ہو اسی طرح جلدی اپنا منہ دکھاؤ میں نے فاتحہ خیر پڑھ کے کہا تمہارا بھی اللہ حافظ ہے - اور میں وہاں سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور خدا کے توکل پر بھروسہ کر کے دو منزل کی ایک منزل کرتا ہوا دمشق کے پاس جا پہونچا غرض جب شہر کے دروازہ پر گیا بہت منت کی کہ مسافر ہوں دور سے دھاوا مارے آتا ہوں اگر کیواڑ کھول دو شہر میں جا کر دانہ گھاس کا آرام پاؤں اندر سے گھڑک کر بولے اسوقت دروازہ کھولنے کا حکم نہیں کیوں اتنی دیر کر کے تم آئے جب میں نے جواب صاف ان سے سنا تو شہر

پناہ کی دیوار کے تلے گھوڑے سے اتر زین پر زین پوش بچھا کر بیٹھا اور جاگنے کی خاطر ادھر ادھر ٹہلنے لگا جس وقت آدھی رات ہوگی۔

قصہ ملک شام کی شہزادی کا!

دیکھتا کیا ہوں کہ ایک صندوق قلعہ کی دیوار سے نیچے چلا آتا ہے۔ یہ دیکھکر میں اچنبھے میں آگیا کہ یہ کیا طلسم ہے۔ شاید خدا نے میری حیرانی اور سرگردانی پر رحم کیا کہ خزانہ غیب سے عنایت کیا جب وہ صندوق زمین پر ٹھہرا ڈرتے ڈرتے میں پاس گیا دیکھا تو کاٹھ کا صندوق ہے لالچ سے اسے کھولا ایک معشوق نہایت خوبصورت کامنی سی عورت جس کے دیکھنے سے ہوش جاتے رہے۔ گھائل لہو میں تربتر آنکھیں بند کئے کلبلاتی ہے آہستہ آہستہ ہونٹ ہلتے ہیں اور یہ آواز نکلتی ہے اے کمبخت بیوفا اے ظالم پرجفا بدلہ اس بھلائی اور محبت کا یہ تھا جو تو نے کیا بھلا ایک زخم اور بھی لگا میں نے اپنا تیرا انصاف خدا پر چھوڑا یہ کہکر اسی بیہوشی کے عالم میں دوپٹہ کا آنچل منہ پر لے لیا۔ میری طرف دھیان نہ کیا۔ فقیر دیکھ کر اسکو اور یہ بات سنکر سن ہو گیا۔ جی میں آیا کسی ظالم بے حیا نے کیوں ایسی نازنین کو زخمی کیا کیا اس کے دل میں آیا اس پر کیوں ہاتھ چلایا اسکے دل میں تو اتنک محبت باقی ہے۔ میں آپ ہی آپ یہ کہہ رہا تھا۔ آواز اس کے کان میں گئی ایک مرتبہ کپڑا منہ سے سرکا کر مجھے دیکھا جس وقت میری نگاہ اس سے لگا ہوں سے اسکی نگاہ ملی مجھے غش آنے لگا اور جی سنسنانے لگا بزور اپنے تئیں تھاما جرأت کر کے پوچھا سچ کہو تم کون ہو اور یہ کیا ماجرا ہے اگر بیان کرو تو میرے دل کو تسلی ہو یہ سنکر اگرچہ طاقت بولنے کی نہ تھی آہستہ سے کہا شکر ہے میری حالت زخموں کے مارے یہ کچھ ہو رہی ہے کیا خاک بولوں۔ کوئی دم کی مہمان ہوں جب میری جان نکل جائے تو خدا کے واسطے جوانمردی کر کے مجھکو اسی صندوق میں کسی جگہ گاڑ دینا تو میں بھلے برے کی زبان سے نجات پاؤں اور تم داخل ثواب ہوا۔ اتنا بول کر وہ چپ ہوگئی۔ رات کو مجھ سے کچھ تدبیر نہ ہو سکی وہ صندوق اپنے پاس اٹھا لایا اور گھڑیاں گننے لگا کہ کب اتنی رات تمام ہو تو شہر کو جا کر جو کچھ علاج اسکا ہو سکے بمقدور اپنے کردں۔ وہ تھوڑی رات ایسی پہاڑ ہوگئی کہ

دل گھبرا گیا۔ بارے خدا خدا کر کے صبح جب نزدیک ہوئی مرغ بولا۔ آدمیوں کی آواز آنے لگی میں نے فجر کی نماز پڑھ کر صندوق کو خرجی میں کسا اور جب دروازہ شہر کا کھلا میں شہر میں داخل ہوا۔ ہر ایک آدمی دوکاندار سے حویلی کرایہ کی تلاش کرنے لگا ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک مکان عالیشان ملا۔ میں اسکو لیجا کر اترا اس معشوق کو اس صندوق سے نکالکر روئی کے پھاہوں پر ملائم بچھونا کر کے ایک گوشہ میں لٹایا اور آدمی اعتباری وہاں چھوڑ کر فقیر جراح کی تلاش میں نکلا ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ اس شہر میں جراح کاریگر کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ ایک حجام جراحی کے کسب اور حکیمی کے فن میں یکتا ہے اور اس کام میں بہت ہوشیار ہے اگر مردے کو اسکے پاس لیجاؤ خدا کے حکم سے ایسی تدبیر کرے کہ ایک بار وہ بھی جی اٹھے وہ اس محلے میں رہتا ہے اور عیسیٰ نام ہے یہ مژدہ سنکر بے اختیار چلا تلاش کرتے کرتے اسکے دروازے پر پہنچا ایک مرد سفید ریش دہلیز پر بیٹھے دیکھا کئی آدمی مرہم کی تیاری کے لئے اس کے پاس موجود تھے فقیر نے مارے خوشامد کے ادب سے سلام کیا اور کہا کہ میں تمہارا نام اور خوبیاں سنکر آیا ہوں ماجرا یہ ہے کہ میں اپنے ملک سے تجارت کے لئے چلا تو قبیلے کو بسبب محبت کے ساتھ لیا جب اس شہر کے پاس آیا تھوڑی سی دور رہا تھا کہ شام ہوگئی ان دیکھے ملک میں رات کو چلنا مناسب نہ جانا میدان میں ایک درخت کے نیچے اتر پڑا پچھلے پہر ڈاکہ آیا جو کچھ مال و اسباب پایا لوٹ لیا گہنے کے لالچ سے اس بی بی کو بھی زخمی کیا مجھ سے کچھ نہ ہوسکا۔ رات جو باقی تھی جوں توں کر کے کاٹی فجر ہوتے ہی شہر میں آکر مکان کرایہ پر لیا ان کو وہاں چھوڑ کر میں تمہارے پاس دوڑا آیا ہوں خدا نے تمہیں یہ کمال دیا ہے۔ اس مسافر پر مہربانی کرو۔ غریب خانہ پر تشریف لے چلو اسکو دیکھو اگر اسکی زندگی ہوئی تو تمہیں بڑا ثواب ہوگا اور میں ساری عمر غلامی کروں گا عیسیٰ جراح بہت رحم دل اور خدا پرست تھا میری غریبی کی باتوں پر ترس کھا کر میرے ساتھ اس حویلی تک آیا زخموں کو دیکھتے ہی میری تسلی کی وہ مرد خدا بولا کہ خدا کے فضل سے اس بی بی کے زخم چالیس دن میں بھر آویں گے اور چالیس دن کے بعد غسل شفا کرا دوں گا۔ غرض اس پیر مرد نے زخموں کو نیم کے پانی سے دھو دھا کر

صاف کیا جو لائق ٹانکوں کے پائے انھیں سیا اور باقی گھاؤ پر پھائے لگائے اسکے بعد میں نے
عطر و پان دیکر رخصت کیا۔ میں رات دن خدمت میں اسی پری کے حاضر رہتا آرام اپنے
اوپر حرام کیا۔ خدا کی درگاہ سے روز بروز اسکے اچھے ہونے کی دعا مانگتا اتفاقاً سوداگر
بھی آپہونچا اور میرا مال امانت میرے حوالے کیا میں نے اسے اونے پونے بیچ ڈالا اور
دوا دارو میں خرچ کرنے لگا۔ وہ مرد جراح ہمیشہ آتا جاتا۔ تھوڑے عرصہ میں اب زخم
بھر کر انگور کر لائے بعد کئی دن کے غسل صحت کیا عجب طرح کی خوشی حاصل ہوئی خلعت
اور اشرفیاں عیسیٰ حجام کے آگے دھریں اور اس پری کو مکلف فرش بچھا کر مسند پر بٹھایا
فقیروں اور غریبوں کو بہت سی خیر خیرات کی اس دن گویا بادشاہت ہفت اقلیم کی اس
فقیر کے ہاتھ لگی اور اس پری کے شفا پانے سے ایسا رنگ نکھرا کہ مکھڑا سورج کی مانند چمکنے
لگا اور کندن کی طرح دمکنے لگا نظر کی مجال نہ تھی جو اسکے جمال پر ٹھہرے فقیر بسر وچشم اسکے حکم
میں حاضر رہتا جو فرماتی بجا لاتا وہ اپنے حسن کے غرور میں اور سرداری کے دماغ میں جو میری
طرف کبھی دیکھتی تو فرماتی خبردار اگر تجھے ہماری خاطر منظور ہے تو ہرگز ہماری بات میں
دم نہ ماریو جو ہم کہیں سو بلا عذر کئے جائیو اپنا کسی بات میں دخل نہ کر یوں نہیں تو پچھتاؤ گے
اسکی وجہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حق پری میری خدمت گذاری اور فرمانبرداری کا البتہ
اسے منظور ہے فقیر بھی اسکی بے مرضی ایک کام نہ کرتا اسکا فرمانا بسر وچشم بجا لاتا ایک مدت
اسی راز و نیاز میں کٹی جو اس نے فرمائش کی وہی میں نے لا کر حاضر کی۔ اس فقیر کے پاس
جو کچھ نقد و جنس اصل و نفع کا تھا سب صرف ہوا اس بیگانے ملک میں کون اعتبار کرے
جو قرض دام سے کام چلے۔ آخر تکلیف روزمرہ خرچ کی ہونے لگی اس سے دل بہت گھبرایا
فکر سے دبلا ہوتا چلا گیا۔ چہرہ کا رنگ زرد ہوتا چلا گیا لیکن کس سے کہوں جو کچھ دل پر
گذری سو گذری قہر درویش برجان درویش ایک دن اس پری نے اپنے شعور سے دریافت
کیا اور کہا کہ اے فلانے تیری خدمتوں کا حق ہمارے جی میں نقش کالحجر ہے پر اسکا عوض
بالفعل ہم سے ادا نہیں ہو سکتا اگر واسطے خرچ ضروری کے کچھ درکار ہو تو اپنے دل میں اندیشہ
نہ کر ایک ٹکڑا کاغذ اور دوات قلم حاضر کر میں نے تب معلوم کیا کہ کسی ملک کی بادشاہزادی
ہے جو اس دل و دماغ سے باتیں کرتی ہے فی الفور آگے قلمدان رکھدیا اس نازنین نے
ایک شقہ دستخط خاص سے لکھ کر میرے حوالے کیا اور کہا کہ قلعہ کے پاس ترپولیہ ہے وہاں

اس کوچے میں ایک حویلی بڑی سی ہے اس مالک کے مکان کا نام شیدی بہار ہے تو جا کر اس رقعہ
کو اس تک پہونچا دے فقیر موافق فرمانے اس کے اسی نام و نشان پر منزل مقصود تک جا پہنچا
دربان کی زبانی کیفیت خط کی کہلا بھیجی وہیں سنتے ہی ایک حبشی جوان و خوبصورت ایک طرحدار
باہر نکل آیا اگرچہ رنگ سانولا تھا پر نمک بھرا ہوا میرے ہاتھ سے خط لے لیا نہ بولا نہ کچھ پوچھا انہیں
قدموں پھر اندر چلا گیا تھوڑی دیر میں گیارہ کشتیاں سر بمہر زربفت کی توڑہ پوش پڑے ہوئے
غلاموں کے سر پر دھرے ہوئے باہر آیا اور کہا اس جوان کے ساتھ جا کر پہونچا دو میں بھی
سلام کر کے رخصت ہوا اپنے مکان میں لایا آدمیوں کو دروازہ باہر سے رخصت کیا وہ
کشتیاں امانت حضور میں گذرانیں اس نے دیکھ کر فرمایا یہ گیارہ بدرے اشرفیوں کے لے اور خرچ
میں لا کر خدا کا شکر کر۔ فقیر اس نقد کو لیکر ضروریات میں خرچ کرنے لگا اگرچہ خاطر جمع ہوئی
پر دل میں خلش رہی۔ یا الہی یہ کیا صورت ہے بغیر پوچھے گچھے اتنا مال نا آشنا صورت اجنبی
نے ایک پرزے کاغذ پر میرے حوالے کیا اگر اس پری سے یہ بھید پوچھوں تو اس نے پہلے ہی
منع کر رکھا تھا مارے ڈر کے دم نہ مار سکتا تھا بعد آٹھ دن کے وہ معشوقہ مجھ سے مخاطب
ہوئی کہ حق تعالے نے آدمی کو انسانیت کا جامہ عنایت کیا ہے کہ نہ پھٹے نہ میلا ہو اگرچہ پرانے
کپڑے سے اسکی آدمیت میں فرق نہیں آتا پر ظاہر میں خلق اللہ کی نظروں میں اعتبار نہیں پاتا
دو توڑے اشرفی کے ساتھ لیکر چوک کے چوراہے پر یوسف سوداگر کی دوکان میں جا اور
کچھ رقم جواہر کی بیش بہا اور دو خلعتیں زرق برق کی مول لے آ۔ فقیر فوراً اس سوداگر کی دوکان
پر گیا دیکھا تو ایک جوان شکیل زعفرانی جوڑا پہنے گدی پر بیٹھا ہے اور اس جوان کا یہ عالم
ہے کہ ایک عالم اس کو دیکھنے کو دوکان سے بازار تک کھڑا ہے فقیر کمال شوق سے نزدیک
جا کر سلام علیک کر کے بیٹھا اور جو چیز مطلوب تھی طلب کی میری بات چیت اس شہر کے باشندوں
کی سی نہ تھی اس جوان نے گرمجوشی سے کہا جو صاحب کو چاہئے سب کچھ موجود ہے۔ لیکن یہ فرمائیے
کس ملک سے آنا ہوا اور اس اجنبی شہر میں رہنے کا کیا باعث ہے اگر اس حقیقت سے مطلع
کیجئے تو مہربانی سے بعید نہیں میرے تئیں اپنا احوال ظاہر کرنا منظور نہ تھا کچھ بات بنا کر اور
جواہر پوشاک لیکر اور قیمت اسکی دیکر رخصت چاہی۔ اس جوان نے روکھے پھیکے ہو کر کہا
اے صاحب اگر تم کو ایسی ہی آشنائی کرنی تھی تو پہلے دوستی اتنی گرمی سے کرنے کی کیا ضرورت
تھی بھلے آدمیوں میں صاحب سلامت کا بڑا پاس ہوتا ہے یہ بات اس مزے سے کہی کہ

بے اختیار دلکو بھائی اور بے مروت ہو کر وہاں سے اٹھنا مناسب نہ جانا اسکی خاطر پھر بیٹھا اور
بولا تمہارا فرمانا سر آنکھوں پر میں حاضر ہوں اتنا کہنے سے بہت خوش ہوا ہنس کر کہنے لگا اگر
آج کے دن غریب خانہ میں کرم کیجئے تو تمہاری بدولت مجلس خوشی کی جماکر دو چار گھڑی دل
بہلا دیں اور کچھ کھانے پینے کا شغل باہم بیٹھ کر کریں فقیر نے اس پری کو کبھی اکیلا نہ چھوڑا
تھا اسکی تنہائی یاد کر کے چند در چند عذر کئے پر اسکو جوان نے ہرگز نہ مانا آخر وعدہ لیا ان
چیزوں کو پہونچا کر میرے پھر آنیکا لیکر اور قسم کھلا کر رخصت دی دوکان سے اٹھ کر جواہر
خلعتیں اس پری کی خدمت میں لایا اس نے قیمت جواہر کی اور حقیقت جوہری کی پوچھی
میں نے احوال مول تول کا اور مہمانی کے لیفند ہونیکا کہہ سنایا۔ فرمانے لگی آدمی کو اپنا قول
پورا کرنا واجب ہے۔ ہمیں خدا کی نگہبانی میں چھوڑ کر اپنے وعدہ کو وفا کر ضیافت قبول
کرنی سنت رسول اللہ کی ہے تب میں نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ تمہیں اکیلا نہ چھوڑوں اور اگر
حکم ہے تو ناچار جاتا ہوں جب تک آؤں گا نہیں دل یہیں لگا رہیگا یہ کہکر پھر اس جوہری
کی دوکان پر گیا وہ مونڈھے پر بیٹھا میرا انتظار کھینچ رہا تھا دیکھتے ہی بولا آؤ مہربان
بڑی راہ دکھلائی وہیں اٹھکر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چلا جاتے جاتے ایک باغ میں لے گیا
وہ بڑی بہار کا باغ تھا حوض اور نہروں میں فوارے چھوٹتے تھے میوے طرح بطرح
کے پھل رہے تھے ہر ایک درخت مارے بوجھ کے جھوم رہا تھا رنگ برنگ کے جانوران پر
بیٹھے چہک رہے تھے اور ہر مکان عالیشان میں فرش ستھرا اچھا تھا وہاں لب نہر ایک بنگلہ
میں جاکر بیٹھا ایک دم کے بعد آپ اٹھ کر چلا گیا پھر دوسری پوشاک معقول پہن کر آیا
میں نے دیکھا اور سبحان اللہ پڑھا وہ سنکر مسکرایا اور بولا مناسب یہ ہے کہ صاحب بھی اپنا
لباس بدل ڈالیں اسکی خاطر میں نے بھی دوسرے کپڑے پہنے اس جوان نے بڑی ٹیپ ٹاپ
سے تیاری ضیافت کی کی اور سامان خوشی کا جیسا چاہئے موجود کیا اور فقیر سے صحبت بہت
گرم کر کے مزے مزے کی باتیں کیں۔ اتنے میں ساقی صراحی و پیالہ بلور کا لیکر حاضر ہوا اور گزک
کئی کئی طرح کی لاکر دور شراب کا شروع ہوا جب دو چار جام کی نوبت پہونچی چار لڑکے
صاحب جمال زلفیں کھولے ہوئے مجلس میں گانے بجانے لگے یہ عالم ہوا کہ اگر تان سین اس گھڑی
ہوتا تو اپنی تان بھول جاتا اس مزہ میں یکبارگی وہ جوان آنکھوں میں آنسو بھر لایا دو چار
قطرے بے اختیار نکل پڑے اور فقیر سے بولا اب ہماری تمہاری دوستی ہوئی پس دل کا بھید

دوستوں سے چھپانا کسی مذہب میں درست نہیں ایک بات بے تکلف آشنائی کے بھروسہ پر کہتا ہوں اگر حکم ہو تو اپنی معشوقہ کو بلوا کر اس مجلس میں تسلی اپنے دل کی کروں اسکی جدائی میں کیا کروں جی نہیں لگتا یہ بات ایسے اشتیاق سے کہی کہ بغیر دیکھے بھالے فقیر کا دل بھی مشتاق ہوا۔ میں نے کہا مجھے تمہاری خوشی درکار ہے اسکا کیا بہتر دیر نہ کیجئے سچ ہے معشوق بغیر کچھ اچھا نہیں۔ اس جوان نے چلمن کی طرف اشارہ کیا وہیں ایک عورت کلوٹی بھتنی سی جس کے دیکھنے سے انسان بے اجل مرجائے جوان کے پاس آ بیٹھی فقیر اس کے دیکھنے سے ڈر گیا۔ دل میں کہا یہ ہے بلا مجوبہ ایسے جوان پریزاد کی ہے۔ جسکی اتنی تعریف اور اشتیاق ظاہر کیا میں لاحول پڑھکر چپ ہو رہا اسی عالم میں تین رات دن مجلس شراب اور راگ ورنگ کی جمی رہی چوتھی شب کو غلبۂ نشہ اور نیند کا ہوا میں خواب غفلت میں بے اختیار سو گیا جب صبح ہوئی اس نے جگایا کئی پیالے خمار شکنی کے پلا کر اپنی معشوقہ سے کہا اب زیادہ تکلیف مہمان کو دینی خوب نہیں دونوں ہاتھ پکڑ کر اٹھے میں نے رخصت مانگی خوشی بخوشی دی تب میں نے جلد اپنی قدیمی پوشاک پہن لی اور اپنے گھر کی راہ لی اس پری کی خدمت میں حاضر ہوا مگر ایسا اتفاق کبھی نہ ہوا تھا کہ اسکو تنہا چھوڑ کر شب باش کہیں ہوا ہوں اس تین دن کی غیر حاضری سے نہایت خجل ہو کر عذر کیا اور قصہ ضیافت کا اور اسکے رخصت نہ کرنے کا سارا عرض کیا وہ ایک زمانہ زمانے کی تھی تبسم کر کے بولی کیا مذائقہ اگر ایک دوست کی خاطر رہنا ہوا ہم نے معاف کیا تیری کیا تقصیر ہے جب آدمی کسی کے گھر جاتا ہے تب اسکی مرضی سے پھر آتا ہے۔ لیکن یہ مفت کی مہمانی کھا پی کر چپکے ہو رہے یا اسکا بدلہ بھی اتارو گے اب یہ لازم ہے کہ جا کر اس سوداگر بچے کو بھی اپنے ساتھ لاؤ اور اس سے دو چند ضیافت کرو اور اس بات کا کچھ اندیشہ نہیں خدا کے کرم سے ایک دم میں لوازمہ تیار ہو جائیگا اور بخوبی مجلس ضیافت کی رونق پائے گی۔ فقیر موافق حکم کے جوہری کے پاس گیا اور کہا تمہارا فرمانا میں نے تو سر آنکھوں سے بجایا اب تم بھی مہربانی سے میری عرض قبول کرو اس نے کہا جان و دل سے حاضر ہوں تب میں نے کہا اگر اس بندے کے گھر تشریف لے چلو عین غریب نوازی ہے اس جوان نے بہت عذر و حیلے کئے پر میں نے پنڈ نہ چھوڑا جب تک وہ نہ راضی ہوا اور ساتھ اسکو اپنے مکان پر لے گیا۔ راہ میں ذکر کرتا آتا تھا اگر آج اپنے تئیں مقدور ہوتا تو ایسی تواضع کرتا کہ یہ بھی خوش ہوتا اور اب میں اسے لئے جاتا ہوں دیکھئے کیا اتفاق ہوتا ہے۔

اسی حیص بیص میں گھر کے نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازے پر دھوم دھام ہو رہی
ہے اور گلبارے میں جھاڑو دیکر چھڑکاؤ کیا گیا ہے۔ میں حیران ہوا لیکن اپنا گھر جانکر قدم
اندر رکھا دیکھا تو تمام حویلی میں فرش مکلف لائق ہر مکان کے جابجا بچھا ہے اور مسندیں لگی
ہیں پاندان گلاب پاش عطردان قرینے سے دھرے ہیں طاقوں پر سنگترے نارنگیاں گلابیاں
رنگ برنگ کی چنی ہیں۔ ایک طرف رنگ آمیز ابرک کی لالٹینیں چراغاں کی بہار ہے ایکطرف جھاڑ
اور سرو کنول کے روشن ہیں اور تمام دالان اور شہ نشینوں میں طلائی شمعدان پر کافوری
شمعیں پڑی ہیں اور جڑاؤ فانوس ان پر دھری ہیں سب آدمی اپنے عہدوں پر مستعد ہیں اور
باورچی خانہ میں دیگیں ٹھنٹھنا رہی تھیں آبدار خانہ کی ایسی تیاری ہے کوری کوری ٹھلیاں گھڑونچیوں
پر دھری ہیں اور صافیوں سے بندھی اور بجوریوں سے ڈھکی رکھی ہیں آگے چوکی پر ڈوں لگے
کٹورے مع تھالی سرپوش دھرے برف کے آبخورے لگ رہے ہیں اور شورے کی صراحیاں
جھل رہی ہیں۔ غرض سب اسباب شاہانہ موجود ہے اور کنچنیاں بھانڈ کلاونت قوال اچھی
پوشاک پہنے ساز کے سر ملائے حاضر ہیں۔ فقیر نے اس جوان کو لیکر مسند پر بٹھایا اور دل میں
حیران تھا کہ یا اللہ اتنے عرصہ میں یہ سب تیاری کیوں کر ہوئی ہر طرف دیکھتا پھرا لیکن اس پری
کا نشان نہ پایا۔ اسی جستجو میں ایک مرتبہ باورچیخانہ کیطرف جا نکلا دیکھتا ہوں تو وہ نازنین
ایک مکان میں گلے میں کرتی پاؤں میں نہ پوشی سر پہ رومال سفید اوڑھے ہوئے ساری خبر
گیری میں لگ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ خبردار بامزہ ہو اور آب و نمک بو باس درست رہے
اس محنت سے وہ گلاب سا بدن سارا پسینے پسینے ہو رہا ہے میں پاس جا کر تصدق ہوا اور اس
شعور و لیاقت کو سراہ کر دعائیں دینے لگا یہ خوشامد سنکر تیوری چڑھا کر بولی آدمی سے
ایسے کام ہوتے ہیں کہ فرشتہ کی مجال نہیں میں نے ایسا کیا کیا ہے جو اتنا حیران ہو رہا ہے بس
بہت باتیں بنانی مجھے خوش نہیں آتیں بھلا کہو تو یہ کون سی آدمیت ہے کہ مہمان کو اکیلا چھوڑ
کر ادھر ادھر پڑے پھرتے ہو وہ اپنے جی میں کیا کہتا ہوگا جلدی مجلس میں بیٹھ کر مہمان کی
خاطرداری کرو اور اسکی معشوقہ کو بھی بلوا کر اپنے پاس بٹھا فقیر اس جوان کے پاس گیا اور محفل
گرم کرنے لگا اتنے میں وہ غلام صاحب جمال صراحی اور جام جڑاؤ ہاتھ میں لئے روبرو آئے اور
شراب پلانے لگے میں نے اس جوان سے کہا میں سب طرح مخلص اور خادم ہوں بہتر یہ ہے کہ وہ
صاحب جمال کہ جسکی طرف دل صاحب کا مائل ہے تشریف لائے بڑی بات ہے اگر فرماؤ تو

آدمی بلا لائے یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور بولا بہت اچھا اسوقت تم میرے دل کی بات کہتے ہو۔ میں نے ایک خواجہ کو بھیجا۔ جب آدھی رات گئی وہ چڑیل خاصی چنڈول پر سوار ہوکر بلائے ناگہانی کی طرح آپہونچی فقیر نے ناچار خاطر سے مہمان کا استقبال کیا اور نہایت تپاک برابر اس جوان کے لا بٹھایا۔ جوان اسکو دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی وہ بھتنی بھی اس جوان پریزاد کے گلے لپٹ گئی سچ مچ یہ تماشہ ہوا جیسے چودھویں رات کے چاند کو گہن لگتا ہے جتنے مجلس میں آدمی تھے اپنی اپنی انگلیاں دانتوں میں دابنے لگے کہ کیا کوئی بلا اس جوان پر مسلط ہوئی جس کی نگاہ تھی اس طرف تھی تماشہ مجلس کا جھوڑکر اسکا تماشہ دیکھنے لگے ایک شخص کنارے سے بولا یارو عشق اور عقل میں ضد ہے جو کچھ عقل میں نہ آئے یہ کافر عشق کر دکھائے لیلے کو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھو سبھوں نے کہا کہ آمنا یہی بات ہے۔ یہ فقیر بموجب حکم مہمانداری میں حاضر تھا ہر چند جوان ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہونیکو مجبور کرتا تھا پر میں ہرگز اس پری کے خوف کے مارے اپنے دل کو کھانے پینے یا سیر تماشہ کی طرف رجوع نہ کرتا تھا اور عذر مہمانداری کا کرکے اس کے شامل ہوتا اس کیفیت سے تین شبانہ روز گذرے چوتھی رات وہ جوان نہایت جوش سے مجھے بلاکر کہنے لگا اب ہم بھی رخصت ہوں گے تمہاری خاطر اپنا سب کاروبار چھوڑ چھاڑ کر تین دن سے تمہاری خدمت میں حاضر ہیں تم بھی تو ہمارے پاس ایک دم بیٹھ کر ہمارا دل خوش کرو۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اگر اسوقت کہنا اسکا نہیں مانتا ہوں تو آزردہ ہوگا۔ پس نئے دوست اور مہمان کی خاطر رکھنی ضرور ہے تب یہ کہا صاحب کا حکم بجالانا منظور ہے کہ الامر فوق الادب یہ سنتے ہی اسکو جوان نے پیالہ تواضع کیا اور میں نے پی لیا پھر تو ایسا ہم زور چلا کہ تھوڑی دیر میں سب آدمی مجلس کے کیفی ہوکر بے خبر ہوگئے اور میں بھی بے ہوش ہوگیا۔ جب صبح ہوئی آفتاب دو نیزے بلند ہوا تب میری آنکھ کھلی تو دیکھا میں نے نہ وہ تیاری ہے نہ وہ مجلس نہ وہ پری فقط حویلی خالی پڑی ہے مگر ایک کونے میں کمبل لپٹا ہوا دھرا ہے اسکو جو کھول کر دیکھا تو وہ جوان اور اسکی رنڈی دونوں سر کٹے پڑے ہیں یہ حالت دیکھتے ہی حواس جاتے رہے۔ حیرانی سے ہر طرف دیکھ رہا تھا اسے میں ایک خواجہ سرا جسے ضیافت کے کام کاج میں دیکھا تھا نظر پڑا فقیر کو کچھ تسلی ہوئی احوال اس واردات کا پوچھا اس نے جواب دیا مجھے اس بات کی تحقیق کرنے سے کیا حاصل جو پوچھتا ہے میں نے بھی اپنے دل میں غور کیا کہ سچ تو کہتا ہے پھر ذرا تامل کرکے بولا خیر بھلا یہ تو بتاؤ وہ معشوقہ کس مکان میں ہے

تب اس نے کہا البتہ جو میں جانتا ہوں سو کہہ دونگا لیکن تجھ سا آدمی عقلمند بے مرضی حضور کی
دونوں کی دوستی پر بے محابہ بے تکلف ہو کر صحبت میں خوشی کی باہم کرے یہ کیا معنی رکھتا ہے
فقیر اپنی حرکت اور اس کی نصیحت سے بہت نادم ہوا۔ سوائے اس بات کے زبان سے کچھ
نہ نکلا صرف یہ کہا کہ فی الحقیقت اب تو تقصیر معاف کیجئے بارے محلی نے مہربان ہو کر اس پری
کے مکان کا نشان بتایا اور مجھے رخصت کیا آپ ان دونوں زخمیوں کے لگاؤنے واپنے
کی فکر میں رہا۔ میں ہمت سے اس فساد سے الگ ہوا۔ اور اشتیاق میں اس پری کے گھر گیا تاپتہ
ڈھونڈتا شام کے وقت اس کوچے میں اس پتے پر جا پہنچا اور نزدیک دروازے کے ایک
گوشے میں ساری رات تڑپتے کٹی کسی کی آمد و رفت کی آہٹ نہ ملی اور کوئی احوال پرساں
میرا نہ ہوا۔ اسی بے کسی کی حالت میں صبح ہو گئی جب سورج نکلا اس مکان کے بالاخانہ کی
ایک کھڑکی سے وہ باہر میری طرف دیکھنے لگی اسوقت عالم خوشی کا جو مجھ پر گذرا شکر خدا
کیا اتنے میں ایک خوجے نے میرے پاس آکر کہا۔ اس مسجد میں تو جا کر بیٹھ شاید تیرا مطلب اس
جگہ بر آئے اور اپنے دل کی مراد پائے۔ فقیر وہاں سے اٹھ کر اسی مسجد میں ا رہا لیکن آنکھیں
دروازے کی طرف لگ رہی تھیں کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ تمام دن جیسے
روزہ دار شام ہونے کا انتظار کرتا ہے میں نے بھی وہ روز ویسے ہی بیقراری میں
کاٹا۔ بارے جس طرح سے شام ہوئی اور دن پہاڑ سا چھاتی پر سے ٹلا۔ ایک بارگی
وہی خواجہ سرا آیا اس شفیق نے کہ سب راز و نیاز کا محرم تھا نہایت تسلی دی ہاتھ
پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے چلا رفتہ رفتہ ایک باغیچہ میں مجھے بٹھا کر کہا کہ یہاں رہو
جب تک تمہاری آرزو بر نہ آئے اور آپ رخصت ہو کر شاید میری حقیقت حضور
میں کہنے گیا۔ میں اس باغ کے پھولوں کی بہار اور چاندنی کا عالم اور حوض نہروں
میں فوارے ساون بھادوں کے اچھلنے کا تماشا دیکھ رہا تھا لیکن جب پھولوں کو
[illegible] تب اس گلبدن کا خیال آتا [illegible] چاند پر نظر پڑتی تب اس ماہرو کا مکھڑا یاد
کرتا یہ سب بہار اس کے بغیر میری آنکھوں میں خار تھی بارے خدا نے اسکے دل کو
مہربان کیا ایک کے بعد وہ پری دروازے سے جیسے چودھویں رات کا چاند بناؤ
کئے گلے میں پیشواز بادلے کی سنجاف کی موتیوں کا دامن لٹکائے اور سر پر اوڑھنی
جسمیں آنچل پلو ہوا سر سے پاؤں تک موتیوں میں جھڑی روشن چراغ میں آ کھڑی

ہوئی اس کے آنے سے تر و تازگی نئے سر سے اس باغ کو اور اس فقیر کے دل کو ہوئی
ایکدم ادھر ادھر سیر کر کے شہ نشین میں مسند تکیہ لگا کر بیٹھی میں دوڑ کر پروانے کی طرح
جیسے شمع کے گرد پھرتا ہے تصدق ہوا اور غلام کے مانند دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑا
ہوا اس میں وہ خواجہ سرا میری طرف سے بطور سفارش کے عرض کرنے لگا۔
میں نے اس محلی سے کہا بندہ گنہگار تقصیر وار ہے جو کچھ سزا میرے واسطے ٹھہرے
سو مجھے منظور ہے۔ پری ازبسکہ ناخوش تھی بد دماغی سے بولی کہ آپ کے حق میں یہی
بھلا ہے کہ سو توڑے اشرفی کے لے اور اپنا اسباب درست کر کے وطن کو سدھارو
میں یہ بات سنتے ہی کاٹھ کا ہو گیا کہ اگر کوئی میرے بدن کو کاٹے تو ایک بوند لہو کی نہ
نکلے اور تمام دنیا آنکھوں کے آگے اندھیری لگنے لگی اور ایک آہ نامرادی کی بے
اختیاری جگر سے نکلی۔ آنسو بھی ٹپکنے لگے سوائے خدا کے اسوقت کسی کی توقع نہ رہی
مایوس محض ہو کر اتنا بولا بھلا ذرا اپنے دل میں غور فرمائیے اگر مجھ کم نصیب کو
دنیا کا لالچ ہوتا تو اپنی جان و مال حضور میں نہ کھوتا یکبارگی خدمت گذاری اور
جانثاری عالم سے اٹھ گیا جو مجھ کم بخت پر اتنی بے مہری فرمائی خیر اب میرے تئیں
بھی زندگی سے کچھ کام نہیں معشوقوں کی بیوفائی سے بیچارے عاشق نیم جان
کا نباہ نہیں ہوتا۔ یہ سنکر تیوری چڑھا کر خفگی سے بولی چہ خوش آپ ہمارے
عاشق ہیں مینڈکی کو بھی زکام ہوا۔ بیوقوف اپنے حوصلے سے زیادہ باتیں بنانا
خیال خام ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات بس چپ رہ یہ نکمی بات چیت مت کر اگر
کسی اور نے یہ حرکت بے معنی کی ہوتی پروردگار کی قسم اسکی بوٹیاں کٹوا کر چیلوں کو
بانٹتی پر کیا کروں تیری خدمت یاد آتی ہے اب اسی میں بھلائی ہے کہ اپنی راہ لے تیری قسمت
کا دانہ پانی ہماری سرکار میں یہیں تلک تھا۔ پھر میں نے رو کر کہا اگر میری تقدیر میں یہی لکھا
ہے کہ اپنے دل کے مقصد کو نہ پہنچوں اور جنگل پہاڑوں میں سر ٹکراتا پھروں تو ناچار ہوں
اس بات سے بھی دق ہو کر کہنے لگی میرے کنے یہ [illegible] چونچلے اور رمز کی باتیں پسند
نہیں آتیں اس اشارہ کی گفتگو کے جو لائق ہو اس سے جا کر کہو پھر اسی خفگی کے عالم میں
اپنے دولتخانے کو چلی میں ہر چند سر پٹکا متوجہ نہ ہوئی ناچار میں بھی اس مکان سے ناامید
ہو کر نکلا غرضکہ چالیس دن تک یہی نوبت رہی جب شہر کی کوچہ گردی سے اکتا تا جنگل

میں نکل جاتا جب وہاں سے گھبراتا پھر شہر کی گلیوں میں دیوانہ سا پھرتا دن کو کھاتا نہ رات کو سوتا جیسے دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا زندگی انسان کی کھانے پینے سے آدمی ان کا کیڑا ہے طاقت بدن میں مطلق نہ رہی اپاہج ہو کر اسی مسجد کی دیوار کے تلے جا پڑا کہ ایک روز یہی خواجہ سرا جمعہ کی نماز پڑھنے آیا میرے پاس سے ہو کر چلا۔ یہ شعر ناطاقتی کے سبب سے آہستہ پڑھ رہا تھا ؎

یا درد دل کا دور ہو یا دل کو تاب ہو ✻ قسمت میں جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو

گو ظاہر میں صورت میری بدل گئی تھی چہرے کی شکل بنی تھی کہ جس نے مجھے پہلے دیکھا تھا وہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ وہی آدمی ہے۔ لیکن وہ محلی آواز درد کی سنکر متوجہ ہوا میرے تئیں بغور دیکھ کر افسوس کیا اور شفقت سے مخاطب ہو کر کہا آخر تو یہ کس حالت کو پہنچا ہے۔ میں نے کہا اب جو ہوا سو ہوا۔ مال بھی حاضر تھا اب جان بھی حاضر ہے اسکی خوشی یوہی ہے تو کیا کروں۔ یہ سنکر ایک خدمت گار میرے پاس چھوڑ کر مسجد میں نماز اور خطبے سے فراغت پا کر جب باہر نکلا فقیر کو ایک میانہ میں ڈالکر اپنے ساتھ خدمت میں اس پری بے پرواہ کے لیجا کر چق کے باہر بٹھا یا اگرچہ میری وہ ہیئت کچھ باقی نہ رہی تھی پر مدت تک شب و روز اس پری کے پاس اتفاق رہنے کا ہوا جان بوجھ کر بیگانی ہو کر خوجے سے پوچھنے لگی یہ کون ہے اس مرد آدمی نے کہا یہ وہی کم بخت بدنصیب ہے جو حضور کی نارضگی میں پڑا تھا اسی سبب سے اسکی یہ صورت بنی ہے عشق کی آگ سے جلا جاتا ہے ہرچند آنسوؤں کے پانی سے بجھاتا ہے پر وہ دونی بھڑکتی ہے کچھ فائدہ نہیں ہوتا علاوہ وہ اپنی تقصیر کی خجالت سے مرا جاتا ہے اس پری نے ٹھٹھولی سے فرمایا کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ بہت دن ہوئے اسکی خبر وطن پہونچنے کی مجھے خبرداروں نے دی ہے واللہ علم یہ کون ہے اور تو کس کا ذکر کرتا ہے اسدم خواجہ سرا نے ہاتھ جوڑ کر التماس کیا کہ اگر جان کی اماں پاؤں تو عرض کروں۔ فرمایا کہ تیری جان تجھ کو بخشی۔ خواجہ بولا آپ کی ذات قدردان ہے واسطے خدا کے چلمن درمیان سے اٹھا کر پہچان لیجئے اور اسکی بے کسی کی حالت پر رحم کیجئے ناحق شناسی خوب نہیں آپ اسکے احوال پر جو کچھ ترس کھائیے بجا ہے اور جائے ثواب ہے آگے حد ادب جو مزاج مبارک میں آوے سو ہی بہتر ہے اتنے کہنے پر مسکرا کر فرمایا بھلا ابھی اسے دارالشفا میں رکھو جب اچھا ہو گا تب اس کے احوال کی پرسش کیجائیگی

خواجہ نے کہا اگر اپنے دست خاص سے گلاب اسپر چھڑکئے اور زبان سے کچھ فرمائیے تو اسکو اپنے جینے کا سہارا بندھے ناامیدی بری چیز ہے دنیا امید پر قائم ہے اس پری نے کچھ نہ کہا سوال وجواب سنکر میں بھی اپنے جی سے اکتا رہا تھا بے دھڑک بول اٹھا کہ اب اس طور کی زندگی کو دل نہیں چاہتا پاؤں تو گور میں لٹکائے بیٹھا ہوں۔ ایک روز مرنا ہے اور علاج میرا شاہزادی کے ہاتھ ہے کریں یا نہ کریں وہ جانیں بارے پھر مقلب القلوب نے اس سنگدل کے پتھر دل کو نرم کیا۔ مہربان ہو کر فرمایا جلد بادشاہی حکیموں کو حاضر کرو وہیں طبیب آ کر جمع ہوئے نبض قارورہ دیکھ کر بہت غور کیا آخر تشخیص میں ٹھہرا کہ یہ شخص کہیں عاشق ہوا ہے سوائے وصل معشوق کے اسکا کچھ علاج نہیں جسوقت وہ ملے صحت پائے جب حکیموں کی زبانی بھی یہی مرض ٹھہرا حکم ہوا کہ اس جوان کو حمام میں لیجاؤ نہلا کر خاصی پوشاک پہنا کر اس پری کی خدمت میں پیش کیا تب وہ نازنین تپاک سے بولی تو نے مجھے بیٹھے بٹھائے ناحق بدنام و رسوا کیا اب اور کیا چاہتا ہے جو تیرے دل میں ہے صاف صاف بیان کر۔ فقیر کا اسوقت یہ عالم ہوا کہ شادی مرگ ہو جائے خوشی کے مارے ایسا پھولا کہ جامے میں نہ سماتا تھا اور صورت بدل گئی شکر خدا کا کیا اس سے کہا کہ اسدم ساری حکیمی آپ پر ختم ہو گئی کہ مجھ سے مردے کو ایک بات میں زندہ کیا دیکھو تو اسوقت تک میرے احوال میں کیا فرق ہے یہ کہکر تین بار گرد پھرا اور سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا حکیم سے یوں حکم ہوتا ہے کہ جو تیرے جی میں ہو کہہ میں نے کہا کہ بندے کو ہفت اقلیم کا خزانہ بھی کم ہے کہ غریب نوازی کر کے اس عاجز کو قبول کیجئے اور اپنی قدم بوسی سے سرفرازی دیجئے ایک لمحہ تو سنکر غوطہ میں گئی پھر کن انکھیوں سے دیکھ کر کہا بہتر تم نے خدمت اور وفاداری ایسی کی ہے جو کچھ کہو بجا ہے اور اپنے دل پر بھی نقش ہے خیر ہم نے قبول کیا اسی دن اچھی ساعت اور شبھ لگن میں قاضی نے چپکے چپکے نکاح پڑھ دیا بعد اتنی محنت کے خدا نے یہ دن دکھایا کہ میں نے اپنے دل کا مدعا پایا لیکن جیسی دل میں آرزو اس پری کے ہمبستر ہونے کی تھی ویسی ہی جی میں یہ بھی اس واردات عجیب کے معلوم کرنیکی تھی کہ آج تک میں کچھ نہ سمجھا یہ پری کون اور وہ حبشی سالونا سجیلا جس نے ایک پرزے کاغذ پر اتنی اشرفیوں کو میرے حوالے کیا کون تھا اور تیاری ضیافت کی پادشاہوں کے لائق ایک پہر میں کیونکر ہوئی اور وہ دونوں بے گناہ اس مجلس میں کس لئے مارے گئے اور سبب خفگی اور بے مروتی کا باوجود خدمت

گذاری اور ناز برداری کے مجھ پر کیا ہوا اور پھر ایکبارگی اس عاجز کو یوں سربلند کیا
غرض اسی واسطے بعد رسم اور رسومات عقد کے آٹھ دن تک باوصف اس اشتیاق کے
قصد مباشرت نہ کیا۔ رات کو سوتا دن کو یونہی اٹھ کھڑا ہوتا ایک دن غسل کے لئے میں نے
خواص کو کہا کہ تھوڑا پانی گرم کر دے تو نہا لوں ملکہ مسکرا کر بولی کس برتے پر گرم پانی
میں خاموش ہو گیا لیکن وہ پری میری حکمت سے حیران ہوئی بلکہ چہرے پر آثار خفگی کے
نمودار ہوئے یہاں تک کہ ایک روز بولی کہ تم بھی عجیب آدمی ہو یا تو اتنے گرم یا ایسے
ٹھنڈے اسکو کیا کہتے ہیں اگر تم میں قوت نہ تھی تو کیوں ایسی کچی ہوس لگائی تب تو اسوقت
میں نے بے ڈر ہو کر کہا کہ اے جانی شرط ہے آدمی کو چاہئے کہ انصاف سے نہ چوکے بولی
اب کیا انصاف رہ گیا جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا۔ فقیر نے کہا واقع میں بڑی آرزو میری
یہی تھی سو مجھے ملی لیکن دل میرا دبدہے میں ہے میں نے اپنے دل میں یہ قول کیا تھا کہ بعد
اس نکاح کے کہ عین دل کی شادی ہے بعض باتیں جو خیال میں نہیں آئیں اور نہیں کھلیں
حضور سے پوچھوں گا کہ زبان مبارک سے اسکا بیان سنوں اس پر ملکہ نے چیں بجبیں ہو کر
کہا کیا خوب ابھی سے بھول گئے یاد کرو بارہا ہم نے کہا تھا ہمارے کام میں ہرگز دخل نہ دیجیو
اور کسی بات کے معترض نہ ہو خلاف معمول یہ ہے میں نے ہنس کر کہا جیسے اور بے ادبیاں
معاف کرنیکا حکم ہے ایک یہ بھی سہی۔ وہ پری غصہ میں آگ بگولہ بن گئی اور بولی اب تو بہت
سر پر چڑھا ہے اپنا کام کر ان باتوں سے تجھے کیا فائدہ ہوگا میں نے کہا دنیا میں اپنے بدن
کی شرم سب سے زیادہ ہوتی ہے لیکن ایک دوسرے کا واقف کار ہوتا ہے بس جب
ایسی چیزوں سے واقف ہو تو اور کونسا بھید چھپانے کے لائق ہے میری رمز کو وہ پری
سمجھ کر کہنے لگی یہ بات سچ ہے پر جی میں یہ سوچ آتا ہے کہ اگر مجھ نگوڑی کا راز فاش
ہو تو بڑی قیامت مچے۔ میں بولا یہ کیا مذکور ہے بندے کی طرف سے یہ خیال دل میں
نہ لائے اور خوشی سے ساری کیفیت جو بیتی ہے فرمائیے ہرگز ہرگز میں زبان تک نہ لاؤں گا
اور کسی سے نہ کہوں گا جب اس نے دیکھا کہ اب سوائے کہنے کے اس عزیز سے چھٹکارا نہیں
ناچار ہو کر بولی ان باتوں کے کہنے میں بہت سی خرابیاں ہیں تو خواہ مخواہ درپے ہوا ہے
خیر تیری خاطر منظور ہے اس لئے اپنی سرگذشت بیان کرتی ہوں تجھے اسکا پوشیدہ
رکھنا ضروری ہے الغرض بہت تاکید کے بعد کہنے لگی کہ میں بدبخت ملک دمشق کے

سلطان کی بیٹی ہوں اور وہ تمام سلاطین سے بڑا بادشاہ ہے سوائے میرے کوئی لڑکا اسکے یہاں نہیں ہوا جس دن سے میں پیدا ہوئی ماں باپ کے سایہ میں ناز نعمت اور خوشی و خرمی سے پلی جب ہوش آیا اپنے دل کو خوبصورت نازنینوں کے ساتھ لگایا چنانچہ ستھری ستھری پری زادہ ہمجولیوں اور امرا زادیوں کی مصاحبت میں اور قبول صورت معمر خوجیں اور سہیلیاں خدمت میں رہتی ہیں تماشہ ناچ رنگ کا ہمیشہ دیکھا کرتی دنیا کے واسطے بھلے برے سے کام کچھ نہ تھا۔ اپنی بے فکری کے عالم کو دیکھ کر سوائے خدا کے شکر کے کچھ منہ سے نہ نکلتا تھا۔ اتفاقاً طبیعت خود بخود بے مزہ ہوئی کہ نہ نیک مصاحبت بھائے نہ مجلس خوشی کی خوش آئے۔ سودائی سا مزاج ہوگیا دل اداس اور حیران نہ کسی کی صورت اچھی لگے اور نہ بات کہنے کو جی چاہے۔ میری حالت دیکھکر سب متفکر ہوئے اور میرے قدموں پر گرنے لگے یہی خواجہ سرا قدیم سے میرا محرم و ہمراز ہے اس سے کوئی بات مخفی نہیں۔ میری وحشت دیکھ کر بولا کہ اگر بادشاہزادی تھوڑا سا شربت ورق الخیال کا نوش جان فرمائیں تو اغلب ہے کہ طبیعت بحال ہو جائے اور مزاج میں فرحت آئے اسکے اس طرح کہنے سے مجھے بھی شوق ہوا۔ تب میں نے حکم کیا کہ جلد حاضر کر۔ محلی باہر گیا اور ایک صراحی اسی شربت کی تکلف سے بنا کر پیش کی میں نے ایک جام اس شربت کا پیا جو کچھ اسکا فائدہ بیان کیا تھا ویسا ہی دیکھا اسوقت اس خدمت کے انعام میں ایک بھاری خلعت خوجہ کو دی اور حکم کیا ایک صراحی ہمیشہ بلا ناغہ اسی وقت حاضر کیا کر یہ اس دن سے یہ مقرر ہوا کہ خواجہ سرا صراحی ایک چھوکرے کے ہاتھ بھجوا دے اور میں پیا کرتی جب اس سے نشہ ہوتا اسی لڑکے سے ٹھٹھا مذاق کر کے دل بہلاتی وہ بھی جب ڈھیٹھ ہونی شروع ہوا تب اچھی اور میٹھی باتیں کہنے لگا بلکہ آہیں بھرنے لگا اور سسکیاں لینے لگا صورت تو اسکی طرحدار اور لائق دیکھنے کی تھی۔ بے اختیار جی چاہنے لگا دل کے ذوق سے ہر روز انعام اور بخشش دینے لگی وہ کمبخت ویسے ہی کپڑوں سے جیسے وہاں ہمیشہ رہتا تھا حضور میں آیا بلکہ وہ لباس بھی میلا کچیلا ہو جاتا ایک دن میں نے پوچھا سرکار سے اتنا کچھ ملا پر تو نے اپنی صورت ویسی کی ویسی ہی پریشان رکھی کیا سبب ہے تو نے روپے کہاں خرچ کئے یا جمع کر رکھے لڑکے نے بخاطر داری پیش آنا دیکھا تو آنسو ڈبڈباتے ہوئے کہا جو کچھ آپ نے اس غلام کو دیا استاد نے لیا مجھے ایک پیسہ نہ دیا کہاں سے دوسرے کپڑے بناؤں جو پہن کر حضور میں آؤں

اسمیں میری تقصیر نہیں میں ناچار ہوں اس غریب کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے مجھے
اس پر ترس آیا وہیں خواجہ سرا کو فرمایا آج سے اس لڑکے کو اپنی صحبت میں تربیت کرو
اور لباس اچھا بنوا کر اسے پہنا اور لونڈوں میں بے فائدہ کھیلنے کودنے نہ دے بلکہ
ہماری خوشی یہ ہے کہ آداب لائق حضور کی خدمت کے سیکھے اور حاضر رہ خواجہ سرا
موافق فرمانے کے بجا لایا اور میری مرضی جو ادھر دیکھی نہایت اسکی خبرگیری کرنے لگا
تھوڑے دنوں میں فراغت اور خوشی خرمی کے سبب سے اسکا رنگ روغن کچھ کا کچھ
ہو گیا اس نے کینچلی سی ڈال دی میں اپنے دل کو ہرچند سنبھالتی پر اس کافر کی صورت
جی دل میں ایسی کھب گئی تھی جی چاہتا تھا کہ مارے پیار کے اسکو کلیجہ میں ڈال رکھوں
اور اپنی آنکھوں سے ایک پل جدا نہ کروں آخر اسکو مصاحبت میں داخل کیا اور خلعتیں
طرح بطرح کی اور جواہر رنگ رنگ کے پہنا کر دیکھا کرتی تھی بارے اس کے نزدیک رہنے
سے آنکھوں کو سکھ کلیجہ کو ٹھنڈک ہوئی ہر دم اس کی خاطرداری کرتی آخر کو میری یہ حالت
پہونچی کہ اگر وہ ایک دم کچھ ضروری کام کو میرے سامنے سے جاتا تو چین نہ آتا بعد کئی
برس کے وہ لڑکا بالغ ہوا مسیں بھیگنے لگی اب اسکا چرچا ہر درباریوں میں ہونے لگا
دربان اور پہرے دار اسکو محل کے اندر آنے جانے سے منع کرتے آخر اسکا آنا موقوف
ہوا مجھے تو اسکے بغیر چین نہیں پڑتی تھی ایکدم پہاڑ تھا جب یہ احوال ناامیدی کا سنا
ایسی بدحواسی ہوئی کہ مجھ پر قیامت ٹوٹی اور یہ حالت ہوئی کہ نہ کچھ کہہ سکتی ہوں اور
نہ اس کے بغیر رہ سکتی ہوں اور کچھ بس چل نہیں سکتا الہی کیا کروں عجب طرح کا قلق
ہے مارے بے قراری کے اس محلی کو جو میرا بھیدو تھا بلا کر کہا کہ مجھے غور اور پرداخت
اس لڑکے کی منظور ہے۔ بالفعل صلاح وقت یہ ہے کہ ہزار اشرفی کی پونجی دیکر چوک
کے چوراہے پر ایک دکان جوہری کی کرا دو تاکہ وہ تجارت کرکے اس کے نفع سے
اپنی گذران بفراغت کیا کرے اور میرے محل کے قریب ایک حویلی اچھے نقشے کی اسکے
رہنے کیلئے اور لونڈی غلام نوکر چاکر جو ضرورت ہوں مول لے کر اس کے پاس رکھوا دو
اسکو کسی طرح بے آرام نہ ہونے دو۔ خواجہ سرا نے اسکی بود و باش کی اور جوہری خانہ اور
تجارت کی اسباب تیاری کر دی تھوڑے عرصہ میں اسکی دکان ایسی چلی کہ جملہ جواہرات
بیش قیمت اور خلعتیں فاخرہ بادشاہوں اور امیروں کی مطلوبہ اس کے یہاں سے

پہنچے آ … آہ … یہ … اتنی بڑی ہوئی کہ جو تحفہ ہر ایک کا چاہیے وہاں ملے سب چیزوں کا روزگار اس کے آگے ارزاں ہوگیا۔ غرض اس شہر میں کوئی برابری اسکی نہ کر سکتا تھا بلکہ کسی ملک میں ویسا نہ تھا اس نے اس کاروبار میں لاکھوں کمائے پر جدائی اسکی روز بروز نقصان میرے دل کا اور تن بدن کا کرنے لگی کوئی تدبیر ایسی نہ بن آتی کہ اسکو دیکھ کر اپنے دل کی تسلی کروں۔ ایک دن اس اصلاح کی خاطر اس واقف کار محلی کو بلایا اور کہا کوئی ایسی صورت بن نہ آتی کہ ذرا اسکی صورت میں دیکھوں اور اپنی جان کو صبر دوں مگر ایک صورت ہے کہ ایک سرنگ اسکی حویلی سے کھدوا کر اپنے محل میں لاؤں حکم کرتے ہی کئی دنوں میں نقب تیار ہوئی کہ جب شام ہوتی چپکے سے خواجہ سرا اس جوان کو اسی راہ سے لے آتا اور تمام رات شراب و کباب اور عیش و عشرت میں کٹتی میں اس کے ملنے سے آرام پاتی وہ میرے دیکھنے سے خوش ہوتا جب سحر کا تارا اور موذن اذان دیتا محلی اسکو اسکے گھر پہونچا دیتا ان باتوں سے سوائے اس خواجہ کے اور دو دائیوں کے جنہوں نے مجھے دودھ پلایا ہے اور پالا ہے چوتھا آدمی اور کوئی واقف نہ تھا ایک مدت اسمیں گذری ایک دن کا یہ ذکر ہے کہ موافق معمول کے خواجہ سرا جو اس کو بلانے گیا دیکھا کہ وہ جوان فکرمند سا چپکا بیٹھا ہوا ہے محلی نے پوچھا آج خیر تو ہے کیوں ایسے دلگیر ہو رہے ہو چلو حضور نے یاد فرمایا ہے۔ اس نے ہرگز کچھ جواب نہ دیا۔ زبان تک نہ ہلائی خواجہ سرا اپنا سا منہ لیکر اکیلا پھر آیا احوال اسکا عرض کیا اس پر بھی محبت اسکی دل سے نہ بھولی اگر یہ جانتی کہ یہ عشق اور چاہ ایسے نمک حرام بے وفا کی آخر کو بدنام اور رسوا کریگی اور ننگ و ناموس سب ٹھکانے لگے گا تو اسی دم اس کام سے توبہ کرتی پھر اسکا نام نہ لیتی نہ اپنا دل اس بے حیا کو دیتی پر ہونا یوں تھا اسلئے حرکت بیجا اسکی خاطر میں نہ لائی اور اس کے نہ آنیکو معشوق کا چوچلا اور ناز سمجھا اسکا نتیجہ یہ دیکھا کہ اس سرگذشت سے بغیر دیکھے بھالے تو بھی واقف ہوا۔ نہیں تو میں کہاں اور تو کہاں۔ پھر ہوا جو ہوا اس خر دماغ پر اس گدھے کا خیال نہ کر دوبارہ خوجے کے ہاتھ پیغام بھیجا اگر تو اسوقت نہیں آویگا تو میں کسی نہ کسی ڈھب سے وہیں آتی ہوں لیکن میرے آنے میں بڑی قباحت ہے اگر یہ راز فاش ہوا تو تیرے حق میں بہت برا ہے ایسا کام نہ کر جس میں سوائے رسوائی کے اور کچھ پھل نہ ملے گا بہتر یہ ہے کہ جلد چلا آ نہیں تو مجھے پہونچنا پڑیگا۔ جب پیغام

گیا میرا اشتیاق زیادہ دیکھا تو بھونڈی سی صورت بنائے ہوئے ناز نخرے سے آیا جب
میرے پاس بیٹھا تب میں نے اس سے پوچھا کہ آج رکاوٹ اور خفگی کا کیا باعث ہے اتنی
شوخ گستاخ تو تیری عادت نہ تھی ہمیشہ بلا ناغہ حاضر ہوتا تھا تب اس نے کہا کہ میں گمنام
غریب حضور کی توجہ سے اور دامن دولت کے باعث اس مقدور کو پہونچا - بہت
آرام سے زندگی کٹتی ہے - آپ کی جان و مال کو دعا کرتا ہوں یہ تقصیر بادشاہزادی
کے معاف کرنے کے بھروسے سے اس گنہگار سے سرزد ہوئی - امیدوار عفو کا ہوں
میں تو جان و دل سے اسی چاہتی تھی اسکی بناوٹ کی باتوں کو مان لیا اور شرارت پر
نظر نہ کی بلکہ پھر دلداری سے پوچھا کیا تجھ کو ایسی شکل کٹھن پیش آئی جو ایسا متفکر ہو رہا
ہے اسکو عرض کر اسکی بھی تدبیر ہو جائے گی عرض اس نے خاکساری کی اور یہ کہا کہ مجھ کو
سب مشکل ہے اور آپ کے روبرو سب آسان ہے آخر اس کے کلام سے یہ کھلا کہ ایک
باغ نہایت سرسبز اور عمارت عالیشان حوض تالاب اور کنویں پختہ سمیت غلام کے مکان
کے نزدیک ناف شہر میں بکاؤ ہے اور اس باغ کے ساتھ ایک لونڈی بھی گائن کی علم موسیقی
میں خوب سلیقہ رکھتی ہے لیکن دونوں باہم بکتے ہیں نہ اکیلا باغ اونٹ کے گلے میں بلی جو
کوئی باغ لے اس کنیز کی قیمت پہلے دیوے اور تماشہ یہ ہے باغ کا مول لاکھ روپے اور
اس باندی کا مول پانچ لاکھ فدوی سے اتنے روپے بالفعل سرانجام نہیں ہوتے میں
نے اسکا دل بہت بے اختیارانہ شوق میں اسکی خریداری کے پایا کہ اسی واسطے دل حیران
اور خاطر پریشان تھا تب بھی اسکا چہرہ غمگین اور جی اداس تھا مجھے تو خاطر اسکی ہر گھڑی
منظور تھی اسی وقت خواجہ سرا کو حکم کیا کہ کل صبح کیوقت قیمت اس باغ کی لونڈی سمیت بلکہ
قبالہ اسکا اور خط کنیز کا لکھوا کر اس شخص کے حوالے کرو اور مالک کو زر قیمت خزانہ عامرہ
سے دلوا دو - اس پروانگی کے سنتے ہی وہ آداب بجا لایا اور منہ پر رونق آئی - ساری رات
اسی قاعدے سے جیسے ہمیشہ گذرتی تھی خوشی سے رہے فجر ہوتے ہی وہ رخصت ہوا -
خوجے نے موافق حکم کے اس باغ اور لونڈی کو خرید کر اسکے حوالے کیا - پھر وہ جوان موافق
معمول کے آیا جایا کرتا - ایک روز بہار کے موسم میں مکان کہ مکان بھی بہت دلچسپ تھا
بدلی بھی امنڈ رہی تھی - بوندیاں پڑ رہی تھیں - بجلی کوند رہی تھی اور ہوا نرم نرم چلتی تھی
غرض عجیب کیفیت اسوقت تھی جو ہیں رنگ برنگ کے حباب اور گلابیاں طاقوں میں چنی ہوئی

نظر پڑی میرا جی للچایا کہ ایک گھونٹ پی لوں جب دو تین پیالوں کی نوبت پہنچی وہیں خیال اس باغ نو خریدہ کا گذرا کمال شوق ہوا کہ ایک دم اس عالم میں وہاں کی سیر کرنا چاہئے کمبختی جو آئی۔ اونٹ چڑھے کتا کاٹے اچھی طرح بیٹھے بٹھائے ایک دائی کو ساتھ لیکر سرنگ کی راہ سے اس جوان کے مکان میں گئی وہاں سے باغ کی طرف چلی دیکھا تو ٹھیک اس باغ کی بہار بہشت کی برابری کر رہی تھی قطرے مینہ کے سرسبز درختوں پر جو پڑے ہیں گویا زمرد کی پٹریوں پر موتی جڑے ہیں اور سرخی پھولوں کی اس ابر میں ایسی ہے جیسے شام کو شفق پھولی ہے اور نہریں لبالب مانند فرش آئینے کے نظر آتی ہیں اور موجیں لہراتی ہیں غرض اس باغ میں ہر طرف سیر کرتی پھرتی تھی کہ دن ہو چکا سیاہی شام کی نمودار ہوئی اتنے میں وہ جوان ایک روش سے نظر آیا اور مجھے دیکھکر بہت ادب اور کمال خوشی سے آگے بڑھ کے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ پر دھر کے بارہ دری کیطرف لے چلا جب میں وہاں گئی تو وہاں کے عالم نے سارے باغ کی سیر کی کیفیت دل سے بھلا دی روشنی کا ٹھاٹھ تھا اور جا بجا قمقمے سرو چراغاں کنول اور فانوس خیال شمع اور مجلس چیران اور فانوسیں روشن تھیں کہ برات باوجود چاندنی اور چراغاں کے اس کے آگے تاریک لگتی تھی ایک طرف پھولوں کی بہار تھی اس عرصہ میں بادل پھٹ گیا اور چاند نکل آیا بعینہ جیسے خوشنما جوڑا پہنے ہوئے کوئی معشوق نظر آجائے۔ بڑی کیفیت تھی چاندنی چھٹکتے ہی جوان نے کہا اب چل کے باغ کے بالا خانے پر بیٹھتے ہیں ایسی احمق ہو گئی کہ وہ جو کہتا میں مان لیتی اب یہ ناچ نچایا کہ مجھے اوپر لے گیا وہ کوٹھا ایسا بلند تھا کہ تمام شہر کے مکان اور بازار کے چراغاں گویا اس کے پائیں باغ تھے میں اس جوان کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے خوشی کے عالم میں بیٹھی تھی اتنے میں ایک رنڈی نہایت بھونڈی صورت نہ شکل بھاڑ میں سے نکل شراب کا شیشہ ہاتھ میں لئے آ پہونچی مجھے اسوقت اسکا آنا بہت برا لگا اور اس کی صورت دیکھ کر دل میں لاحول کر بیٹھی تب میں نے گھبرا کر جوان سے پوچھا یہ کون ہے تو نے کہاں سے پیدا کی وہ جوان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا یہ وہی لونڈی ہے جو اس باغ کے ساتھ حضور کی عنایت سے خرید ہوئی ہیں نے معلوم کیا کہ اس احمق نے بڑی خواہش سے اسکو قبول کیا کہ شاید اسکا دل اس پر مائل ہے اسی خاطر سے پیچ و تاب کھا کر میں چپکی ہو رہی لیکن دل اسی وقت سے مکدر رہا اور ناخوشی مزاج پر چھا گئی۔ اس پر قیامت

اس احمق نے یہ کی کہ ساقی اسی چھنال کو بنایا۔ اسوقت میں ہو رہتی تھی اور جیسے طوطے کو کوئی کوے کے ساتھ پنجرے میں بند کرد یتا ہے نہ جانے کی فرصت پاتی تھی نہ بیٹھنے کو جی چاہتا تھا قصہ مختصر وہ شراب بوند بوند جس کے پینے سے آدمی حیوان ہو جاوے وہ جام پے درپے اسی تیزاب کے جوان کو دیئے اور آدھا پیالہ جوان کی منت سے میں نے بھی زہر مار کیا آخر وہ پلید بے حیا بھی بدمست ہو کر اس مردود سے بیہودہ ادائیں کرنے لگی وہ چیلا بھی نشہ میں لحاظ کھو چکا اور نامعقول حرکتیں کرنے لگا مجھے اسوقت اتنی غیرت آئی کہ زمین پھٹے تو میں سما جاؤں لیکن اسکی دوستی کے باعث میں چپ ہو رہی وہ اصل پاجی تھا میرے اس در گذر کرنے کو سمجھا وہ بھی وہ بھی نشہ کی لہر میں دو پیالے چڑھا گیا کہ جو رہا سہا ہوش تھا وہ بھی گم ہو گیا اور میری طرف سے مطلق دھڑکا جی سے اٹھا دیا بے شرمی سے شہوت کے غلبہ میں میرے روبرو اس بے حیا نے اس بند وڑے سے صحبت کی اور وہ پھل پائی بھی اس حالت میں پیچھے پڑی ہوئی نخرے کرنے لگی اور دونوں میں چوماچاٹی ہونے لگی نہ اس بے وفا میں وفا نہ اس بے حیا میں حیا جیسی روح ویسے فرشتے میری اسوقت یہ حالت تھی جیسے اوسر چوکی ڈومنی گائے تال بے تال اپنے اوپر لعنت کرتی تھی کہ کیوں یہاں آئی جسکی یہ سزا پائی آخر کہاں تک سہوں میرے سر سے پاؤں تک آگ لگ گئی اور انگاروں پہ لوٹنے لگی اور طیش میں یہ کہاوت کہی بیل نہ کودا کودی گون۔ یہ تماشہ دیکھے کون کہتی ہوئی وہاں سے اٹھی وہ شرابی اپنے دل میں سوچا کہ اگر بادشاہزادی اسوقت ناخوش ہوئی تو کل میرا کیا حال ہوگا اور صبح کو کیا قیامت بنے گی۔ اب یہی تو اسکا کام تمام کر ڈالو یہ ارادہ اس غیبانی کی صلاح سے جی میں ٹھہرا کر میرا پاؤں آ کر پکڑ لیا اور پگڑی سر سے اتار کر منت وزاری کرنے لگا میں اسپر لٹو ہو رہی تھی جدھر لئے پھرتا تھا پھرتی تھی اور چکی کی طرح میں اس کے اختیار میں تھی مجھے اور اسی شراب دو آتشہ کے دو چار پیالے بھر بھر کر آپ بھی پیئے اور مجھے بھی دیئے ایک غصے کے مارے جل بھن کر کباب ہو رہی تھی دوسرے ایسی شراب پی کر جلد بے ہوش ہو گئی۔ کچھ حواس باقی نہ رہے تب اس بے رحم نمک حرام سنگدل نے تلوار سے مجھے گھائل کیا بلکہ اپنی دانست میں مار چکا اس دم میری آنکھ کھلی تو منہ سے یہی نکلا خیر جیسا ہم نے

کیا ویسا پایا۔ تو اپنے تئیں میرے اس خونِ ناحق سے بچائیو۔ کسی سے یہ بھید ظاہر
نہ کیجیو اور ہم نے تجھ سے جان تک بھی دریغ نہ کی پھر اسکو خدا کے حوالے کر کے میرا جی ڈوب
گیا مجھے اپنی سدھ بدھ کچھ نہ رہی شاید اس قصائی نے مجھے مردہ خیال کر کے اس صندوق
میں ڈال کر قلعے کی دیوار کے تلے لٹکا دیا سو تو نے دیکھا کہ میں کسی کا برا نہ چاہتی تھی
لیکن یہ خرابیاں قسمت میں لکھی تھیں ٹلتی نہیں تھیں۔ اگر خوبصورتوں کے دیکھنے کا میرے
دل میں شوق نہ ہوتا تو وہ بدبخت میرے گلے کا طوق نہ ہوتا۔ اللہ نے یہ کام کیا کہ
تجھکو وہاں پہونچا دیا اور تو سبب میری زندگی کا ہوا۔ اب حیا جی میں آتی ہے کہ
یہ رسوائی کھینچ کر اپنے تئیں جیتا نہ رکھوں یا کسی کو منہ نہ دکھاؤں پر کیا کروں مرنیکا
اختیار اپنے ہاتھوں میں نہیں خدا نے مار کر پھر جلایا آگے دیکھئے کیا قسمت میں لکھا
ہے ظاہر میں تو تیری دوڑ دھوپ اور خدمت کام آئی جو زخموں سے شفا پائی۔ تو نے
جان و مال سے میری خاطر اور جو کچھ اپنی بساط تھی حاضر کی ان دنوں تجھے خرچ سے
ہراساں دیکھ کر وہ رقعہ سیدی بہار کو جو میرا خزانچی ہے لکھا۔ اسمیں یہی مضمون تھا
کہ میں خیر و عافیت سے اب فلانے مکان میں ہوں مجھ بدبخت کی خبر والدہ شریف
کی خدمت میں پہونچا دے اس نے تیرے ساتھ وہ کشتیاں نقد کی خرچ کی خاطر
بھیج دیں اور جب تجھے خلعت اور جواہر خریدنے کو یوسف سوداگر بچے کی دوکان
پر بھیجا مجھے یہ بھروسا تھا کہ وہ کم حوصلہ ہر ایک سے جلد آشنا ہو بیٹھتا ہے تجھے بھی
اجنبی جان کر اغلب ہے کہ دوستی کرنے کیلئے دعوت دے۔ اور ضیافت تیری کرے
سو میرا منصوبہ ٹھیک بیٹھا جو کچھ میرے دل میں آیا تھا اس نے وہی کیا جب اس
سے تو قول و قرار پھر آنے کا کر کے میرے پاس آیا اور مہمانی کی حقیقت اور اسکا
بضد ہونا مجھ سے کہا میں دل میں خوش ہوئی کہ جب تو اس کے گھر میں جا کر کھاوے
پیوے گا تب اگر تو بھی اس کو مہمانی کی خاطر بلاوے گا تو وہ دوڑا چلا آویگا۔
اس لئے تجھے جلد رخصت کیا۔ تین دن بعد جب تو وہاں سے آیا اور میرے روبرو
وعدہ پھر حاضری کا شرمندگی سے زبان پر لایا میں نے تیری تشفی کے لئے فرمایا
کچھ مضائقہ نہیں جب اس نے رضا دی تب آیا لیکن یہ بے شرمی خوب نہیں کہ
دوسرے کا احسان اپنے سر پر رکھے اور اسکا بدلہ نہ کیجئے اب تو بھی وہاں

جا کر اسکی استدعا کر اور اپنے ساتھ ہی اسے لے آ جب تو اسکے گھر گیا تب میں نے دیکھا کہ یہاں کچھ اسباب مہمان داری کا تیار نہیں اگر وہ آجائے تو کیا کروں لیکن اتنی فرصت پائی اور اس ملک میں قدیم سے بادشاہوں کا یہ معمول ہے کہ آٹھ مہینے کاروبار ملکی و مالی کے واسطے ملک گیری میں باہر رہتے ہیں اور چار مہینے موسم برسات کے قلعہ مبارک میں جلوس فرماتے ہیں ان دونوں چار مہینے سے بادشاہ یعنی ولی نعمت مجھ بدبخت کے پدر بزرگوار کی خاطر ملک گیری کو تشریف لے گئے تھے۔ جب تک تو اس جوان کو ساتھ لے کر آوے سیدھی بہار نے میرا احوال خدمت میں بادشاہ بیگم کے کہ والدہ مجھ ناپاک کی ہیں عرض کیا پھر میں اپنی تقصیر و گناہ سے خجل ہو کر ان کے روبرو جا کھڑی ہوئی اور جو سرگزشت تھی سب بیان کی ہرچند انہوں نے میرے غائب ہونے کی کیفیت دور اندیشی اور مہر مادری سے چھپا رکھی تھی کہ خدا جانے اس کا کیا انجام ہوگا ابھی یہ رسوائی ظاہر کرنی خوب نہیں میرے بدلے میرے عیبوں کو اپنے پیٹ میں رکھے رہی لیکن میری تلاش میں تھیں جب مجھے اس حالت میں دیکھا اور سب ماجرا سنا آنسو بھر لائیں اور فرمایا اے کم بخت ناشدنی تو نے جان بوجھ کر نام و نشان بادشاہت کا کھویا ہزار افسوس اور اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھویا کاش کہ تیرے عوض میں پتھر جنتی تو صبر آتا اب بھی شکر ہے جو قسمت میں تھا سو ہوا اب آگے کیا کرے گی جیوے گی یا مرے گی میں نے نہایت شرمندگی سے کہا مجھ بے حیا کے نصیبوں میں یہی لکھا تھا جو اس بدنامی اور خرابی میں دفتوں سے بچکر جیتی رہی ہوں اس سے مرنا اچھا۔ اگرچہ کلنک کا ٹیکہ میرے ماتھے پر لگا پر ایسا کام نہیں کیا جس میں ماں باپ کے نام کو عیب لگے اب یہ بڑا دکھ ہے کہ وہ دونوں بے حیا میرے ہاتھ سے بچ جائیں اور آپسمیں رنگ رلیاں مناویں اور میں ان کے کرتوت دیکھوں حیف ہے کہ مجھ سے کچھ نہ ہو سکے امیدوار ہوں کہ خانساماں کو پروانگی ہو تو اسباب ضیافت کا بخوبی تمام اس کمبخت کے مکان میں تیار کرے تو میں دعوت کے بہانے سے ان دونوں بدبختوں کو بلوا کر ان کے کرتوت کی سزا دوں اور اپنا عوض لوں جس طرح اس نے مجھ پر ہاتھ چھوڑا اور گھائل کیا۔ میں بھی دونوں کے پرزے پرزے کر دوں تب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو نہیں تو اس غصہ کی آگ میں پھک رہی ہوں جل بھن کر بھوبل ہو جاؤں گی۔ یہ سن کر اماں نے آنتا کے درد سے مہربان ہو کر میری عیب پوشی کی اور سارا لوازمہ ضیافت کا

اسی خواجہ سرا کے ہاتھ جو میرا محرم ہے بھجوایا سب اپنے اپنے کارخانہ میں آ کر حاضر ہوئے شام کیوقت تو اس موے کو لیکر آیا مجھے اس قحبہ باندی کا بلانا بھی منظور تھا چنانچہ پھر تجھکو تاکید کر کے اسے بھی بلوایا جب وہ بھی آئی اور مجلس جمی شراب پی کر سب بدمست اور بیہوش ہوئے اور ان کے ساتھ تو بھی کیفی ہو کر مردا سا پڑا میں نے قلماقنی کو حکم دیا ان دونوں کا سر تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اسنے وہیں ایکدم میں شمشیر نکال دونوں کے سر کاٹ بدن لال کر دیئے اور تجھ پر غصہ کا یہ باعث تھا کہ میں اجازت ضیافت کی دی تھی تو دونوں کی دوستی پر اعتماد کر کے شریک ہمخواری کا ہوا۔ البتہ یہ تیری حماقت اپنے تئیں پسند نہ آئی اس واسطے کہ جب تو شراب پی کر بے ہوش ہوا تب توقع رفاقت کی تجھ سے کیا رہی پر تیری خدمت کے حق ایسے میری گردن پر ہیں کہ تجھ سے ایسی حرکت ہوتی ہے تو میں معاف کرتی ہوں میں نے اپنی حقیقت ابتدا سے انتہا تک کہہ سنائی اب بھی دل میں کچھ اور ہوس باقی ہے۔ جیسے میں نے تیری خاطر کر کے تیرے کہنے کو سب طرح قبول کیا تو بھی میرا فرمانا اس صورت سے عمل میں لا صلاح وقت یہ ہے کہ اب اس شہر میں رہنا میرے اور تیرے حق میں بھلا نہیں آگے تو مختار ہے۔ یا معبود اللہ۔ شہزادی اتنا کہکر چپ ہو رہی فقیر تو دل و جان سے اس کے حکم کو سب چیز پر مقدم جانتا ہے اور اسکی محبت کے جال میں پھنسا تھا بولا جو مرضی مبارک میں آوے سو بہتر ہے یہ فدوی بے عذر بجا لائے گا جب شہزادی نے میرے تئیں فرمانبردار کی میں پورا سمجھا فرمایا دو گھوڑے چالاک اور جانباز جو چلنے میں ہوا سے باتیں کریں بادشاہ کے خاص اصطبل سے لاکر تیار رکھ میں نے ویسے ہی بڑے اور عمدہ گھوڑے زین کسوا کر منگوائے جب تھوڑی رات باقی رہی شاہزادی مردانہ لباس پہنکر اور پانچوں ہتھیار باندھ کر ایک گھوڑے پر سوار ہوئی اور دوسرے پر میں سوار ہو گیا اور ایک طرف کی راہ لی جب شام ہو گئی اور پرچھا ہونے لگی تب ایک پوکھر کے کنارے پہونچے اتر کر منہ ہاتھ دھویا جلدی سے کچھ ناشتہ کیا اور پھر سوار ہو چلے کبھی ملکہ کچھ باتیں کرتی اور کہتی ہم نے تیری خاطر شرم حیا ملک و مال ماں باپ سب چھوڑے ایسا ہو کہ تو بھی اس ظالم بے وفا کی طرح سلوک کرے کبھی میں کچھ احوال ادھر ادھر کا راہ کٹنے کے لئے کہتا اور اسکا بھی جواب دیتا کہ بادشاہ زادی سب آدمی ایک سے نہیں ہوتے اس پاجی کے نطفے میں کچھ خلل ہو گا جو اس سے ایسی حرکت واقع ہوئی اور میں نے تو جان و مال تم پر تصدق

کیا اور تم نے مجھے ہر طرح سرفرازی بخشی اب میں بندہ بغیر داموں کے ہوں۔ میرے چمڑے کی
اگر جوتیاں پہنو تو میں آہ نہ کروں۔ ایسی ایسی باتیں آپس میں ہوتی تھیں اور رات دن چلنے سے کام
تھا۔ کبھی جو ماندگی کے سبب کہیں اترتے تو جنگل کے چرند پرند شکار کر کے حلال کر کے نمکدان سے
نمک نکال کر چقماق سے آگ جھاڑ کر بھون بھان کر کھا لیتے گھوڑوں کو چھوڑ دیتے وہ گھاس کھا لیتے
ایک روز ایسے کف دست میدان میں جا نکلے کہ جہاں بستی کا نام نہ تھا اور آدمی کی صورت نظر نہ
آتی تھی اس پر بھی بادشاہزادی کی رفاقت کے سبب دن عید اور رات شب برات معلوم
ہوتی تھی جاتے جاتے ایک دریا جس کے دیکھنے سے کلیجہ منہ کو آتا راہ میں ملا کنارے پر کھڑے
ہو کر جو دیکھا تو جہاں تک نگاہ نے کام کیا پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ کچھ تھل بیڑے نہ پایا الٰہی اب
کیا کروں۔ سمندر سے کیونکر پار اتریں ایکدم اسی سوچ میں کھڑے آخر دل میں یہ لہر آئی کہ
ملکہ کو یہیں بٹھا کر میں تلاش ناؤ کے لئے جاؤں جب تک اسباب گذارے کا ہاتھ آوے
تب تک وہ نازنین بھی آرام پاوے۔ تب میں نے کہا اے ملکہ اگر حکم ہو تو گھاٹ باٹ اس
دریا کا دیکھوں فرمانے لگی میں بہت تھک گئی ہوں اور بھوکی ہوں اور پیاسی ہوں ذرا دم لے
لوں جب تک تم پار چلنے کی کچھ تدبیر کرو۔ اس جگہ ایک درخت پیپل کا تھا بڑ چھتر باندھے
ہوئے کہ اگر ہزار سوار آئیں تو دھوپ مینہ سے اسکے نیچے آرام پائیں وہاں اسکو
بٹھا کر میں چلا اور چاروں طرف دیکھتا کہ کہیں بھی زمین پر پار جانے کا نشان ہے
یا نہیں ہر چند سر مارا کہیں نشان نہ پایا آخر مایوس ہو کر وہاں سے واپس پھرا تو
اس پری کو پیڑ کے نیچے نہ پایا اسوقت دل کی حالت کیا کہوں۔ دیوانہ باؤلا ہو گیا۔
کبھی درخت پر چڑھ جاتا اور ڈال ڈال پات پات پھرتا کبھی ہاتھ پاؤں چھوڑ کر
زمین پر گرتا اور اس درخت کی جڑ کے آس پاس تصدق ہوتا کبھی چنگھاڑ مار کر
اپنی بے بسی پر روتا اور کبھی پچھم سے پورب کو دوڑ جاتا کبھی دکھن سے اتر کو پھرتا
غرض بہت خاک چھانی لیکن اس گوہر نایاب کو نہ پایا جب میرا کچھ بس نہ چلا
تب روتا اور خاک سر پہ اڑاتا ہوا کہیں تلاش کرتے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید جن
اس پری کو اٹھا کر لے گیا اور مجھے دھوکا دے گیا یا اس کے ملک سے کوئی اسکے پیچھے
لگا چلا آتا تھا اسوقت اکیلا پا کر اسکو پھر شام کی طرف لے گیا۔ ایسے خیالوں میں
گھبرا کپڑے پھینک پھانک دیئے ننگا دھڑنگا فقیر بنکر شام کے ملک میں صبح سے شام تک

ڈھونڈتا پھرتا اور رات کو کہیں پڑ رہتا۔ سارا جہان روند مارا پر اپنی مراد کو نہ پہونچا اور شہزادی کا نام و نشان کہیں نہ پایا تب دل میں آیا کہ جب اس جانی کا پتہ نہیں چلتا تو میرا جینا بھی فضول ہے کسی جنگل میں ایک پہاڑ نظر آیا اسپر چڑھ گیا اور یہ ارادہ کیا کہ اپنے تئیں گرا دوں کہ ایک دم میں میرا سر پتھروں سے ٹکرا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یہ دل میں کہکر چاہتا تھا کہ اپنے تئیں گرا دوں پاؤں بھی اٹھا چکے تھے کہ کسی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اتنے میں ہوش آیا کہ دیکھتا ہوں کہ سوار سبز پوش منہ پر نقاب ڈالے مجھ سے فرماتے ہیں کہ کیوں تو نے اپنے مرنیکا قصد کیا ہے خدا کے فضل سے نا امید ہونا کفر ہے جب تک سانس ہے تب تک آس ہے اب تھوڑے دنوں میں روم کے ملک میں تین درویش ایسی ہی مصیبت میں پھنسے ہوئے اور ایسے ہی تماشہ دیکھے ہوئے مجھ سے ملاقات کریں گے اور وہاں کے بادشاہ کا آزاد بخت نام ہے۔ اسکو بھی ایک مشکل درپیش ہے جب وہ تم چاروں فقیروں کے ساتھ ملیگا تو ہر ایک کے دل کا مطلب بخوبی معلوم ہوگا۔ میں نے رکاب پکڑ کر بوسہ دیا اور کہا کہ اے خدا کے ولی تمہارے اتنے ہی فرمانے سے میرے دل کو اضطراب سے تسلی ہوئی لیکن خدا کے واسطے یہ فرمائیے کہ آپ کون ہیں اور آپ کا اسم شریف کیا ہے تب انہوں نے فرمایا کہ مرتضیٰ علی میرا نام ہے اور میرا یہی کام ہے کہ جسکو مشکل کٹھن پیش آئے تو میں اللہ جل شانہ کے حکم سے آسان کر دوں اتنا فرما کر نظروں سے پوشیدہ ہو گئے بارے اس فقیر نے اپنے مولےٰ مشکل کشا کی بشارت سے خاطر جمع ہو کر قسطنطنیہ کا ارادہ کیا راہ میں جو کچھ مصیبتیں قسمت میں لکھی تھیں کھینچتا ہوا اس بادشاہزادی کی ملاقات میں خدا کے فضل سے یہاں تک آ پہونچا اور اپنی خوش نصیبی سے تمہاری خدمت میں مشرف ہوا ہماری تمہاری آپس میں ملاقات تو ہوئی باہم صحبت اور بات چیت میسر آئی اب چاہئے کہ بادشاہ آزاد بخت سے ملاقات رو شناس اور جان پہچان ہو بعد اس کے مقرر ہم پانچوں اپنے مقصد دلی کو پہونچیں گے تم بھی دعا مانگو اور آمین کہو۔ یا ہادی اس حیران سرگرداں کی سرگذشت یہ تھی جو حضور میں درویشوں کے کہہ سنائی اب آگے دیکھئے کہ کب یہ محنت اور غم ہمارا بادشاہزادی کے ملنے سے خوشی و خرمی سے بدلتا ہے۔

آزادبخت ایک کونے میں چھپا ہوا چپکا دھیان لگائے پہلے درویش کا ماجرا سنکر خوش
ہوا اور دوسرے درویش کی حقیقت کو سننے لگا۔

سیر دوسرے درویش کی

جب دوسرے درویش کی نوبت پہونچی وہ چار زانو ہو بیٹھا اور بولا ۔
اے یارو اس فقیر کا اک ماجرا سنو! میں ابتدا سے کہتا ہوں تا انتہا سنو
یہ دلق پوش عاجز بادشاہ فارس کے ملک کا ہے ہر فن کے آدمی وہاں پیدا ہوتے ہیں۔
چنانچہ اصفہان نصف جہان مشہور رہے۔ ہفت اقلیم میں اس اقلیم کے برابر کوئی ولایت
نہیں کہ وہاں ستارہ آفتاب ہے اور وہ ساتوں کواکب میں وزیر اعظم ہے آب وہوا وہاں
کی خوش اور لوگ روشن طبع اور صاحب سلیقہ ہوتے ہیں۔ میرے قبلہ گاہ نے جو بادشاہ
ملک تھے لڑکپن سے قاعدے اور فنون سلطنت کے تربیت کرنے کے واسطے بڑے بڑے
دانا استاد ہر ایک علم وادب کے چن کر میری اتالیقی کے لئے مقرر کئے تھے تو تعلیم کامل ہر
نوع کی پا کر قابل ہوا۔ خدا کے فضل سے چودہ برس کے سن و سال میں سب علم سے ماہر
ہوا۔ گفتگو معقول نشت وبرخاست پسندیدہ اور جو کچھ بادشاہوں کو لایق اور درکار ہے
سب حاصل کیا اور یہی شوق شب و روز تھا کہ قابلوں کی صحبت میں قصے ہر ایک ملک کے
اور احوال اور لوازم بادشاہوں اور نام آوروں کے سنا کروں۔ ایک روز ایک مصاحب
دانا نے کہ خوب جہاں دیدہ تھا مذکور کیا کہ اگرچہ آدمی کی زندگی پر کچھ بھروسہ نہیں لیکن
اکثر وصف ایسے ہیں کہ ان کے سبب سے انسان کا نام قیامت تک زبانوں پر بخوبی چلا
جائیگا۔ میں نے کہا اگر تھوڑا سا احوال اسکا مفصل بیان کرو تو میں بھی سنوں اور اسپر عمل
کروں تب وہ شخص حاتم طائی کا ماجرا اس طرح کہنے لگا۔

قصہ حاتم طائی کی سخاوت کا!

حاتم طائی کے وقت میں ایک بادشاہ عرب کا نوفل نام تھا اسکو حاتم طائی کے ساتھ

بسبب نام آوری کے دشمنی حاصل ہوئی بہت لشکر جمع کیا اور لڑائی کی خاطر چڑھ آیا
حاتم تو خدا ترس اور نیک مرد تھا یہ سمجھا کہ اگر میں بھی جنگ کی تیاری کروں تو خدا کے بندے
مارے جائیں گے اور بڑی خونریزی ہوگی اسکا عذاب میرے نام لکھا جائیگا یہ بات
سوچکر تن تنہا اپنی جان لیکر ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپا جب حاتم کے غائب ہونیکی خبر
نوفل کو معلوم ہوئی سب اسباب اور گھر بار حاتم کا قرق کیا اور منادی کی کہ جو کوئی
حاتم کو ڈھونڈ کر پکڑ لائے پانچسو اشرفی بادشاہ کے سرکار سے انعام پائے یہ سنکر سبکو
لالچ آیا اور سب نے حاتم طائی کی تلاش شروع کی ایک روز ایک بوڑھا اور اسکی بڑھیا
اور تین بچے ساتھ لئے ہوئے لکڑیاں توڑنے کے واسطے اس غار کے پاس جہاں حاتم پوشیدہ
تھا پہونچے اور لکڑیاں اس جنگل سے چننے لگے۔ بڑھیا بولی اگر ہمارے کچھ دن بھلے
آتے تو حاتم کو ہم کہیں دیکھ پاتے اور اسے پکڑ کر نوفل کے پاس لے جاتے تو وہ پانچسو اشرفیاں
دیتا ہم آرام سے کھاتے اس دکھ دھندے سے چھوٹ جاتے۔ بوڑھے نے کہا کیا بڑبڑ
کرتی ہے ہمارے نصیب میں یہی لکھا ہے کہ روز لکڑیاں سر پر دھر کر بازار میں
بیچیں تب روٹی میسر آئے یا ایک روز جنگل سے شہر جائے تو اپنا کام کر ہمارے ہاتھ
حاتم کا ہے کو آئیگا جو بادشاہ سے انعام پائیں گے عورت نے ٹھنڈی سانس بھری اور
چپکی ہو رہی۔ یہ دونوں کی باتیں حاتم نے سنیں مردمی اور مروت سے بعید جانا کہ اپنے
تئیں چھپائے اور جان کو بچائے اور ان بیچاروں کو مطلب تک نہ پہونچائے سچ ہے
جس آدمی میں رحم نہیں تو وہ انسان نہیں ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

غرض حاتم کی جوانمردی نے یہ قبول نہ کیا کہ اپنے کانوں سے سنکر چپکا ہو رہے
وہ وہیں باہر نکل آیا اور اس بوڑھے سے کہا اے عزیز حاتم میں ہی ہوں میرے تئیں
نوفل کے پاس لے چل وہ مجھے دیکھے اور جو کچھ روپے دینے کا اقرار کیا ہے وہ تجھے
دیگا۔ پیر مرد نے کہا سچ ہے اس صورت میں بھلائی اور بہبودی میری البتہ ہے۔ لیکن وہ
کیا جانے تجھ سے کیا سلوک کرے اگر مار ڈالے تو میں کیا کروں گا یہ مجھ سے ہرگز نہ ہو
سکے گا کہ تجھ سے انسان کو اپنی جمع خاطر کے لئے دشمن کے حوالے کروں وہ روپے کتنے دن
کھاؤں گا اور کتنک جیوں گا۔ آخر مر جاؤں گا تب خدا کو کیا جواب دونگا۔ حاتم نے

حاتم نے بہت منت کی کہ مجھے لے چل میں اپنی خوشی سے کہتا ہوں اور ہمیشہ اسی آرزو میں رہتا ہوں کہ میرا جان وہاں کسی کے کام آوے تو بہتر ہے۔ لیکن وہ بوڑھی اور بوڑھا کسی طرح راضی نہ ہوا کہ حاتم کو لے جائے اور انعام پائے، آخر ناچار ہوا تو اس نے کہا اگر تو مجھے یوں نہیں لے جائیگا تو میں آپ خود بادشاہ کے پاس جا کر کہتا ہوں کہ اس بوڑھے نے مجھے جنگل میں ایک پہاڑ کی کھو میں چھپا رکھا تھا بوڑھا ہنسا اور کہا بھلائی کے بدلے برائی ملے تو یا نصیب اس رد و بدل میں آدمی اور بھی آگئے انہوں نے معلوم کیا کہ حاتم یہی ہے تو فوراً پکڑ لیا اور حاتم کو لے چلے وہ بوڑھا بھی افسوس کرتا ہوا پیچھے پیچھے ساتھ ہو لیا جب نوفل کے روبرو لے گئے اس نے پوچھا کہ اسکو کون پکڑ لایا۔ ایک بدذات سنگدل بولا کہ ایسا کام سوائے میرے کون کر سکتا ہے یہ فتح ہمارے نام ہے۔ ایک اور لن ترانی والا ڈینگ مارنے لگا کہ میں کئی دن سے دوڑ دھوپ کر کے جنگل سے پکڑ کر لایا ہوں۔ میری محنت پر نظر کیجئے اسی طرح اشرفیوں کے لالچ سے ہر کوئی کہتا ہے کہ یہ کام مجھ سے ہوا وہ بوڑھا چپکا ایک کونے میں کھڑا ہوا سب کی شیخیاں سن رہا تھا اور حاتم کی خاطر کھڑا رو رہا تھا جب اپنی اپنی دلاوری اور مردانگی سب کہہ چکے تب حاتم نے بادشاہ سے کہا اگر سچ بات پوچھو تو یہ ہے کہ وہ بوڑھا جو الگ سب سے کھڑا ہے وہ مجھکو لایا ہے اگر قیافہ پہچاننا جانتے ہو تو دریافت کرو اور میرے پکڑنے کی خاطر جو قول کیا ہے پورا کرو کہ سارے ڈیل میں زبان ہوتی ہے مرد کو چاہئے جو کہے سو کرے نہیں تو زبان حیوان کو بھی دی ہے تو پھر انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے۔ نوفل نے اس بوڑھے لکڑہارے کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ سچ کہو اصل کیا ہے حاتم کو کون پکڑ لایا ہے اس بیچارے نے سر سے پاؤں تک جو گذرا تھا سب کہہ سنایا اور کہا حاتم میری خاطر آپ چلا آیا ہے۔ نوفل یہ ہمت حاتم کی سنکر متعجب ہوا کہ اس نے اپنی سخاوت کے پیچھے اپنی جان کا بھی خطرہ نہ کیا جتنے آدمی جھوٹ دعوے حاتم کے پکڑ لانے کے کرنے تھے حکم کیا کہ ان کی منڈیاں کس کر پانچسو اشرفی کے بدلے پانچسو جوتیاں ان پر لگاؤ کہ ان کا بھیجا نکل پڑے وہیں تڑ تڑ پیزاریں پڑنے لگیں اور ایکدم میں سر ان کے گنجے ہو گئے اور جھوٹ کی سزا بھگتی غرض ان سب سے نفاق

ان کو انعام دیکر نوفل نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حاتم ایسا شخص ہے جس سے ایک عالم کو فیض ہے اور محتاجوں کی خاطر اپنی جان تک سے دریغ نہیں کرتا اور خدا کی راہ میں سرتاپا حاضر ہے دشمنی رکھنی اور اسکا مدعی ہونا مروت آدمیت اور جوان مردی سے بعید ہے وہیں حاتم کا ہاتھ بڑی دوستی اور گرمجوشی سے پکڑ لیا اور کہا کیوں نہو اسکو تواضع اور تعظیم کر کے پاس بٹھا لیا اور حاتم کا ملک و املاک اور مال و زر و اسباب جو کچھ ضبط کیا تھا وہیں چھوڑ دیا نئے سرے سے سرداری قبیلہ طے کی اسے دی اور اس بوڑھے کو پانچسو اشرفیوں کو اپنے خزانہ سے لوا دلوا دیا وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ جب یہ ماجرا حاتم کا میں نے سنا جی میں غیرت آئی اور خیال کیا کہ حاتم اپنی قوم کا فقط رئیس ہے جس نے ایک سخاوت کے باعث یہ نام پیدا کیا کہ آج تک مشہور ہے میں خدا کے حکم سے بادشاہ تمام ایران کا ہوں اگر اس سے محروم رہوں تو بڑا افسوس ہے فی الواقع دنیا میں کوئی کام بڑا داد و دہش سے کم نہیں اس واسطے آدمی جو کچھ دیتا ہے اسکا عوض عاقبت میں لیتا ہے اگر کوئی ایک دانہ بوتا ہے تو اس سے کتنا کچھ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات دل میں ٹھہرا کر میر عمارت کو بلا کر حکم کیا کہ ایک مکان عالیشان جس کے چالیس دروازہ بلند اور بہت کشادہ ہوں باہر شہر کے جلد بنوا ؤ کچھ عرصہ میں ویسی عمارت وسیع جیسا کہ دل چاہتا تھا بنکر تیار ہوئی اور اس عمارت کے چالیس دروازوں سے محتاج اور مسکین آتے جنہیں ہر روز فجر سے شام تک فقیروں اور بیکسوں کے تئیں روپے اشرفیاں دیتا اور جو کوئی جس چیز کا سوال کرتا میں اسے مالا مال کرتا غرض چالیسوں دروازوں سے حاجت مند آتے اور جو چاہتے سو لے جاتے ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک فقیر سامنے کے دروازے سے آیا اور سوال کیا میں نے اسے ایک اشرفی دی پھر وہی دوسرے دروازے پہ ہو کر آیا میں نے پہچان کر درگذر کی اور دو اسکو دے دیں۔ اسی طرح اس نے ہر ایک دروازے سے آنا اور ایک ایک اشرفی بڑھانا شروع کیا اور میں جان بوجھ کر انجان ہوا اور اسکے سوال کے موافق دیتا گیا آخر چالیس دروازوں کی راہ راہ سے آکر چالیس اشرفیاں اس نے طلب کیں وہ بھی میں نے دلوا دیں اتنا کچھ لیکر بھی وہ درویش گیا نہیں

بلکہ پھر پہلے دروازہ پر آ کر سوال کرنا شروع کر دیا اس کی یہ حرکت مجھے سخت بری معلوم ہوئی تم اور میں نے اس سے کہا کہ اے درویش تو کس طرح کا فقیر ہے کہ دنیا کی حرص سے جی نہیں بھرتا تو کیسا فقیر ہے کہ فقیر کے تینوں حرفوں سے بھی واقف نہیں۔ فقیر کا عمل انپر ہونا چاہئے فقیر بولا بھلا تمہیں بتاؤ میں نے کیا کہا۔ پھر میں نے کہا جس میں یہ باتیں نہ ہوں وہ فقیر نہیں۔ اتنا جو تجھے ملا ہے اس کو کھا پی کر پھر آئیو اور جو مانگے گا دے جائیو یہ خیرات احتیاج رفع کرنے کے لیے ہے کہ جمع کرنے کے لئے اے حریص تو چالیس دروازہ سے ایک اشرفی سے چالیس اشرفی تک لیں اسکا حساب تو کر کہ ریوڑی کے پھیر کی طرح کتنی اشرفی تک لیں اور اس پر بھی تجھے حرص پہلے دروازہ پر لے آئی اتنا مال جمع کر کے کیا کرے گا۔ فکر ایک روز کی فقیر کو کرنا چاہئے۔ دوسرے روز پھر نئی روزی دینے والا ہے اب حیا اور شرم پکڑ صبر و قناعت کو کام میں لا یہ کیسی فقیری ہے جو تجھے مرشد نے بتائی ہے۔ فقیر یہ میری بات سنکر خفا اور بد دماغ ہوا۔ اور جتنا تجھ سے لے کر جمع کیا تھا۔ سب زمین پر ڈال دیا اور بولا بس بابا اتنے گرم مت ہو اپنی کائنات لیکر رکھ چھوڑ اور سخاوت کا نام نہ لیجیو سخی ہونا بہت مشکل ہے تم سخاوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکنے اس منزل پر کب پہونچو گے ابھی دلی دور ہے۔ سخی کے بھی تین حرف ہیں پہلے ان پر عمل کرو تب سخی کہلاؤ گے۔ تب تو میں ڈرا اور کہا بھلا داتا اس کے معنی مجھے سمجھاؤ کہنے لگا۔ س سے سمائی۔ اور خ سے خوف الہی اور ی سے یاد رکھنا اپنی موت کو جنتک ایسے نہ ہووے تو سخاوت کا نام نہ لے اور سخی کا یہ درجہ ہے کہ اگر بدکار ہے تو بھی خدا اکا دوست ہے اس فقیر نے بہت سے ملکوں کی سیر کی ہے لیکن سوائے بصرے کی شہزادی کے کوئی سخی دیکھنے میں نہیں آیا۔ سخاوت کا جامہ خدا نے اس عورت پر قطع کیا ہے اور سب نام چاہتے ہیں پر ویسا کام نہیں کرتے یہ سنکر میں نے بہت منت کی اور قسمیں دیں کہ میری تقصیر کو معاف کرو اور جو چاہو سو لو میرا دیا ہرگز نہ لیا اور یہ بات کہتا ہوا چلا گیا کہ اب اگر اپنی ساری بادشاہت دے تو اس پر بھی نہ تھوکوں اور نہ دھار ماروں وہ چلا گیا پر بصرے کی بادشاہزادی کی تعریف سننے سے دل بے کل ہوا کسی طرح کل نہ تھی اب یہ آرزو ہوئی کہ کسی طرح سے بصرے چلکر اسے دیکھنا چاہئے۔ اس عرصہ میں بادشاہ نے وفات پائی اور تخت پر میں بیٹھا۔ سلطنت ملی پر وہ خیال نہ گیا وزیر

اور امیروں سے جو پائے تخت سلطنت کے اور ارکان مملکت کے تھے مشورت کی
کہ سفر بصرے کا کیا چاہتا ہوں تم اپنے کاموں میں مستعد رہو اگر زندگی ہے تو سفر
کی عمر کوتاہ ہوتی ہے جلد پھر آتا ہوں۔ کوئی پھر کے جانے پر راضی نہ ہوتا ناچار دل
تو اداس ہو ہی رہا تھا ایک دن بغیر سب کے کہے سنے چپکے سے وزیر باتدبیر کو بلا کر
مختار اور وکیل مطلق کیا اور سلطنت کا مدار المہام بنایا پھر میں نے گیروا لباس پہنا اور
فقیر کا بھیس بدل کر اکیلا راہ بصرے کی لی تھوڑے دنوں میں اس کی سرحد میں جا پہنچا
تب سے یہ تماشا دیکھنے لگا کہ جہاں رات کو مقام کرتا نوکر چاکر اسی ملکہ کے استقبال کر
کے اسی ملکہ کے کسی معقول مکان میں اتارتے اور جتنا لوازمہ ضیافت کا ہوتا بخوبی موجود
کر کے دربستہ خدمت میں تمام رات حاضر رہتے۔ دوسری منزل میں بھی یہی صورت
پیش آئی اس آرام سے مہینوں کی راہ طے کی آخر بصرے میں داخل ہوا وہیں ایک
جوان شکیل خوش لباس نیک خو صاحب مروت کہ دانائی اس کے قیافے سے ظاہر تھی
میرے پاس آیا اور اس شیریں کلامی سے کہنے لگا کہ میں فقیر کا خادم ہوں ہمیشہ اس
تلاش میں رہتا ہوں کہ جو کوئی مسافر فقیر یا دنیادار اس شہر میں آوے اس میرے
گھر میں قدم رنجہ فرماوے سوائے اس مکان کے یہاں اور پردیسی کو رہنے کی جگہ نہیں
ہے آپ تشریف لے چلئے اور مکان کو زینت بخشئے اور مجھے سرفراز کیجئے۔ فقیر نے کہا
صاحب کا اسم شریف کیا ہے گمنام کا نام بیدار بخت ہے۔ اس خوبی اور تملق کو دیکھ کر
یہ عاجز اس کے ساتھ چلا اور اس کے مکان میں گیا دیکھا تو ایک عمارت عالیشان
لوازم شاہانہ سے تیار ہے ایک دالان میں مجھ کو لے جا کر بٹھایا اور گرم پانی منگوا کر
ہاتھ پیر دھلوائے اور دسترخوان بچھوا کر مجھ تن تنہا کے روبرو بکاول نے ایک
تورے کا تورا چن دیا۔ چار مشقاب ایک میں یخنی پلاؤ دوسری میں قورمہ تیسری متنجن
پلاؤ اور رقاب زردے کی اور کئی طرح کے قلئے دوپیازے نرگسی بادامی روغن جوش
اور روٹیاں کئی قسم کی باقرخانی شیرمال گاؤ دیدہ نان گاؤ زبان نعمت پراٹھے اور
کباب کوفتے خاگینہ ملغوبہ شب دیگ میں دم پخت حلیم ہریسہ سنبوسہ ورقی قبولی فرنی
شیر برنج ملائی حلوا فالودہ آب شورہ۔ مربہ اچار دہی کی قلفیاں یہ نعمتیں دیکھ کر
روح بھر گئی جب ایک ایک نوالہ ہر ایک کا لیا پیٹ بھر گیا کھانے سے ہاتھ کھینچا وہ شخص

کہنے لگا کہ صاحب تم نے کھانا کیا کھایا ابھی تو سب کھانا دھرا ہے بے تکلف اور کھاؤ نوش جان فرمائیے میں نے کہا نے میں کیا شرم ہے خدا تمہارا خانہ آباد رکھے جو کچھ میرے پیٹ میں سمایا سو میں نے کھا لیا اور آپ کی مہربانی۔ اور ذائقہ کی اس کے کیا تعریف کروں کہ اب تک زبان چاٹتا ہوں اور جو ڈکار آتی ہے سو معطر جب دسترخوان اٹھا زیرانداز کاشانی مخمل کا مقیش بچھا کر سیلابچی آفتابہ لالی بیسن دان میں سے خوشبودار بیسن دیکر گرم پانی سے ہاتھ دھلائے پھر پاندان جڑاؤ میں گلوریاں سونے کے ورقوں میں بندھی ہوئی اور چنگیروں میں گلوریاں چکنی سپاری اور لونگ الائچیاں روپہلے ورقوں میں منڈھی ہوئی لا کر رکھیں جب پانی پینے کو مانگتا تب صراحی برف میں لگی ہوئی آبدار لے آتا۔ جب شام ہوئی فانوس میں کافوری شمعیں روشن ہوئیں اور وہ عزیز بیٹھا ہوا باتیں کرتا رہا۔ جب پہر رات گئی بولا آپ اس چھپر کھٹ میں کہ جس کے آگے اور اپیش گیر کھڑا ہے آرام کیجئے فقیر نے کہا اے صاحب ہم فقیروں کو ایک بوریا بستر کے لئے بہت ہے یہ خدا نے تم دنیاداروں کے لئے بنایا ہے۔ کہنے لگا یہ سب اسباب درویشوں کی خاطر ہے کچھ میرا مال نہیں اس کے بضد ہونے سے ان بچھونے پر کہ پھولوں کی سیج سے بھی نرم تھے جا کر لیٹا دونوں جانب گلدان اور چنگیریں پھولوں کی چنی ہوئی اور عود سوز اور لخلخے روشن تھے جدھر کو کروٹ لیتا دماغ معطر ہو جاتا اس عالم میں سو رہا جب صبح ہوئی ناشتہ کو بھی بادام پستہ انگور ناشپاتی، انار کشمش چھوہارے اور میوے کا شربت لا حاضر کیا اس طرح سے تین رات دن رہا چوتھے روز میں نے رخصت مانگی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا شاید اس گنہگار سے خدمت گاری میں کچھ قصور ہوا کہ جس کے باعث خرلنج تمہارا مکدر ہے میں نے حیران ہو کر کہا برائے خدا یہ کیا مذکور ہے لیکن مہمانی کی شرط تین دن ہے سو میں رہا زیادہ رہنا خوب نہیں اور علاوہ ازیں یہ فقیر واسطے سیر کے نکلا ہے اگر ایک ہی جگہ رہ جائے تو مناسب نہیں اس لئے اجازت چاہتا ہوں نہیں تو تمہاری خوبیاں ایسی نہیں کہ جدا ہونے کو جی چاہے تب وہ بولا جیسی مرضی ایک ساعت توقف کیجئے کہ بادشاہزادی کے حضور میں جا کر عرض کر دوں اور تم جو جاتے ہو تو کچھ اسباب اوڑھنے اور بچھانے کا اور کھانے کے باسن روپے سونے کے جڑاؤ

اور اس مہمان خانہ میں سب تمہارا مال ہے اسکو ساتھ لیجانیکی خاطر جو فرماؤ تدبیر
کیجائے، میں نے کہا لاحول پڑھو فقیر ہوئے بھانڈ ہوئے اگر یہی غرض دل میں
ہوتی تو فقیر کاہے کو ہوتے دنیاداری کیا بری تھی اس عزیز نے کہا یہ احوال ملکہ سنے
تو خدا جانے اس خدمت سے علیحدہ کرکے کیا سلوک کرے اگر تم کو ایسی ہی بیپرواہی
ہے تو اس سب کو کوٹھڑی میں امانت بند کر دو اور سر مہر کر دو پھر جو چاہو سو
کرنا میں نہ قبول کرتا تھا اور وہ بھی نہ مانتا تھا ناچار یہی صلاح ٹھہری کہ سب اسباب
بند کرکے مقفل کر دیا اور منتظر رخصت کا ہوا اتنے میں ایک خواجہ سرا سر پہ پیچ
تاب اور کمر بند باندھے ہوئے ایک عصا سونے کا جڑاؤ ہاتھ میں میرے نزدیک
آیا ایسی ایسی مہربانی اور ملائمت سے گفتگو کرنے لگا جس کا بیان نہیں کر سکتا ہوں
کہ اے میاں اگرچہ توجہ و کرم کرکے اس مشتاق کے غریب خانہ کو اپنے قدم کی برکت
سے رونق بخشئے تو بندہ نوازی اور غریب نوازی سے بعید نہیں شاید شہزادی کا سنے
کوئی مسافر یہاں آیا تھا اس کی تواضع اور مدارات کسی نے نہ کی وہ یوں ہی چلا
گیا تو اس واسطے واللہ عالم مجھ پر کیا آفت آئے اور کیسی قیامت اٹھائے ملکہ حرف
زندگی پر آئے میں نے ان باتوں کو نہ مانا تب خواہ مخواہ منتیں کرکے میرے تئیں
اور ایک حویلی میں کہ پہلے سے بہتر تھی لے گیا اس نے پہلے میزبان کی مانند تین
رات دن دونوں وقت ویسے ہی کھانے اور صبح اور تیسرے پہر شربت اور تفنن
کی خاطر میوے کھلائے اور باسن نقرئی اور طلائی اور فرش فروش اور اسباب
جو کچھ وہاں تھا مجھ سے کہنے لگا کہ ان سب کے تم مالک و مختار ہو جو چاہو سو
کرو یہ باتیں سنکر حیران ہوا اور چاہا کہ کسی نہ کسی طرح سے رخصت ہو کر بھاگوں
میرے بشرے کو دیکھکر وہ محلی بولا اے خدا کے بندے جو تیرا مطلب یا آرزو ہو
تو مجھ سے کہہ تو میں حضور ملکہ سے جا کر عرض کروں میں نے کہا کہ میں فقیری لباس
میں دنیا کا مال کیا مانگوں بغیر مانگے دیتے ہو اور میں انکار کرتا ہوں تب وہ
کہنے لگا کہ حرص دنیا کی کسی کے جی سے نہیں گئی مجھ کو دیا بولا بسر و چشم کیا مضائقہ
میں نے ایک رقعہ لکھا پہلے شکر خدا کا کیا پھر احوال لکھا کہ یہ بندہ خدا کا کئی روز
سے اس شہر میں وارد ہے اور سرکار سے سب طرح کی خبر گیری ہوتی ہے جیسے خوبیاں

اور نیک نامیاں ملکہ کی سنکر اشتیاق دیکھنے کا ہوا تھا اس سے چار چند پایا اب حضور
کے ارکان دولت یوں کہتے ہیں کہ جو مطلب اور تمنا تیری ہو ظاہر کر اس واسطے بے حجابانہ
جو دل کی آرزو ہے سو عرض کرتا ہوں کہ میں دنیا کے مال کا محتاج نہیں اپنے ملک کا میں
بھی بادشاہ ہوں فقط یہاں تک آنا اور محنت اٹھانا آپ کے اشتیاق کے سبب سے ہوا
جو تن تنہا اس صورت سے آپہنچا ہوں اب امید یہ ہے کہ حضور کی توجہ سے یہ خاک نشین اپنے
مطلب دلی کو پہونچے تو لائق ہے آگے جو مرضی مبارک اگر یہ التماس خاکسار کا قبول نہوگا
تو اسی طرح خاک چھانتا پھرے گا مجنوں و فرہاد کی مانند جنگل یا پہاڑ پر مرے گا یہی مدعا لکھ
کر اس خوجہ کو دیا۔ اس نے بادشاہزادی تک پہونچایا بعد ایک دم کے پھر آیا اور میرے
تئیں بلایا اور اپنے ساتھ محل کی ڈیوڑھی پہ لے گیا وہاں جا کر دیکھا تو ایک بوڑھی سی عورت
صاحب لیاقت سنہری کرسی پر گہنا پاتا پہنے ہوئے بیٹھی ہے اور کئی خوجے خدمتگار
مکلف لباس پہنے ہوئے ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہیں میں اسے مختار کار جان کر اور
دیرینہ سمجھ کر دست بستہ ہوا اس ماما نے بہت مہربانی سے سلام لیا اور حکم کیا کہ آؤ بیٹھو
خوب ہوا جو تم آئے۔ تمہیں نے ملکہ کو اشتیاق کا رقعہ لکھا تھا۔ میں شرم کے سبب سے چپکا
ہو رہا اور سر نیچے کر کے بیٹھ گیا ایک ساعت کے بعد بولی کہ اے جوان بادشاہزادی نے
فرمایا ہے کہ مجھ کو خاوند کرنے سے عیب نہیں تم نے میری درخواست کی لیکن اپنی بادشاہت
کا بیان کرنا اور اس فقیری میں اپنے تئیں بادشاہ سمجھنا اور اسکا غرور کرنا بالکل بیجا ہے
اس واسطے کہ جب آدمی آپس میں فی الحقیقت ایک ہیں لیکن فضیلت دین اسلام کی اوپر
ہیں البتہ ایک مدت سے شادی کرنے کی آرزو مند ہوں اور جیسے تم دنیا سے بے نیاز ہو
میرے تئیں بھی حق تعالے نے اتنا مال دیا ہے کہ جس کا کچھ حساب نہیں پر ایک شرط ہے کہ
پہلے مہر ادا کرلو اور مہر شہزادی کا ایک بات ہے جو تم سے ہو سکے میں نے کہا میں ہر طرح
حاضر ہوں جان و مال سے دریغ نہیں کرنیکا۔ وہ بات کیا ہے کہو تو میں سنوں تب اس نے
کہا آج کے دن رہ جائیے کل تم سے کہہ دوں گی میں نے خوشی سے قبول کیا اور رخصت ہو
کر باہر آیا۔ دن تو گذرا جب شام ہوئی مجھے ایک خواجہ سرا محل میں بلا کر لے گیا جا کر دیکھا
تو اکابر عالم و فاضل صاحب شرع حاضر ہیں میں بھی اس جلسہ میں جا کر بیٹھ گیا اور کھانے
اقسام اقسام کے شیریں و نمکین چنے گئے وہ سب کھانے لگے اور مجھے بھی تواضع کر کے شریک

کیا جب کھانے سے فراغت ہوئی ایک دائی اندر سے آئی اور بولی بہروز کہاں ہے اسے بلاؤ لباوؤں نے حاضر کیا اسکی صورت بھلے آدمی کی سی تھی اور بہت کنجیاں سونے کی کمر سے لٹکائے ہوئے تھا سلام علیک کر کے میرے پاس آیا اور بیٹھا وہی دائی آ کر کہنے لگی کہ اے بہروز تو نے جو کچھ دیکھا ہے مفصل اسکا بیان کر بہروز نے یہ داستان شروع کی اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا اے عزیز ہمارے شاہزادی کی سرکار میں ہزاروں غلام ہیں جو کہ سوداگری کے کام میں متعین ہیں ان میں سے ایک ادنے میں بھی ہر ایک ملک کیطرف لاکھوں روپے کا اسباب اور جنس دیکر رخصت فرمائی ہے جب وہاں سے پھر آتا ہے تب اس سے دیس کا احوال اپنے حضور میں پوچھتی ہیں اور سنتی ہیں ایکبار یہ اتفاق ہوا کہ کمترین تجارت کی خاطر چلا شہر نیمروز میں پہنچا وہاں کے باشندوں کو دیکھا تو سب کا لباس سیاہ ہے اور ہر دم نالہ و آہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کچھ بڑی آفت پڑی ہے اسکا سبب جس سے میں پوچھتا ہوں کوئی جواب نہ دیتا۔ اسی حیرت میں کئی روز گذرے ایک روز جونہی صبح ہوئی تمام آدمی چھوٹے بڑے لڑکے بوڑھے غریب غنی شہر کے باہر چلے ایک میدان میں جا کر جمع ہوئے اور اس ملک کا بادشاہ بھی سب امیروں کے ساتھ سوار ہوا اور وہاں گیا تب سب برابر قطار باندھ کر کھڑے ہوئے میں بھی ان کے درمیان کھڑا تماشہ دیکھتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک گھڑی کے عرصہ میں دور سے ایک جوان پریزاد صاحب جمال پندرہ سولہ برس کا سن و سال غل و شور کرتا ہوا اور کف منہ سے جاری ایک ہاتھ میں کچھ لئے مقابل خلق اللہ کے آیا اور اپنے بیل پر سے اترا ایک ہاتھ میں ناتھ ایک ہاتھ میں تلوار ننگی لیکر دوزانو بیٹھا ایک غلام گل اندام پری چہرہ اس کے ہمراہ تھا اس نے اس غلام کو وہ چیز جو اس جوان کے ہاتھ میں تھی وہ دی وہ غلام لیکر ایک دوسرے کو دکھاتا جاتا تھا کہ جو کوئی دیکھتا تھا بے اختیار دھاڑیں مار کر روتا تھا اسی طرح سب کو دکھاتا اور رلاتا ہوا سب کے سامنے سے ہو کر اپنے آقا یعنی مالک کے پاس پھر گیا اس کے جاتے ہی وہ جوان اٹھا اور اس غلام کا سر شمشیر سے کاٹ کر اور سوار ہو کر جدھر سے آیا تھا ادھر چلا گیا سب کھڑے دیکھا کرتے جب نظروں سے غائب ہوا لوگ شہر کی طرف پھرے میں ہر ایک سے ماجرے کی حقیقت پوچھتا تھا لیکن

روپیوں کا لالچ دیتا تھا اور خوشامد و منت کرتا تھا کہ ذرا بتاؤ کہ یہ جوان کون ہے
اور اس نے یہ کیا حرکت کی اور کہاں سے آیا اور کہاں گیا ہرگز کسی نے نہ بتایا اور
نہ کچھ میرے خیال میں آیا اور ملکہ کے روبرو اظہار کیا تب سے بادشاہزادی بھی
حیران ہو گئی اور اس کے تحقیق کرنے کی خاطر اس نے مہر اپنا یہی مقرر کیا کہ جو شخص
اس عجوبہ کی پوری خبر لاوے اسی کو پسند فرماوے اور وہی مالک سارے ملک کا اور
ملکہ کا ہووے یہ ماجرا تم نے سنا اپنے دل میں غور کرو اگر تم اس جوان کی خبر لا سکو
تو قصد ملک نیمروز کا کرو اور جلد روانہ ہو نہیں تو انکار کر کے گھر کی راہ لو میں نے
جواب دیا کہ اگر چاہا خدا نے تو جلد اسکا احوال سر سے پاؤں تک دریافت کر کے
بادشاہزادی کے پاس آ پہونچتا ہوں اور جو میری قسمت بد ہے تو اسکا کچھ علاج نہیں
لیکن ملکہ اسکا قول و قرار کرے کہ اپنے کہنے سے نہ پھریں اور بالفعل ایک اندیشہ
میرے دل میں خلش کر رہا ہے اگر ملکہ غریب نوازی اور مسافر پروری سے حضور
میں بلاویں اور پردے سے باہر بٹھلاویں تو میری التماس اپنے کانوں سے سنیں
اور اسکا جواب اپنی زبان سے فرماویں تو میری خاطر جمع ہو اور مجھ سے سب کچھ
ہو سکے یہ میرے مطلب کی بات اس پریچہرے کے روبرو عرض کی بارے قدردانی
کی راہ سے حکم کیا انہیں بلا لو۔ دائی پھر باہر آئی اور مجھے اپنے ساتھ محل میں بادشاہ
زادی کے پاس لے گئی کیا دیکھتا ہوں کہ دو رویہ صف باندھے دست بستہ سہیلیاں
کھڑی ہیں اندر کا اکھاڑہ کہوں یا پریوں کا بے اختیار ایک آہ بیخودی کی سے زبان
تک آئی اور کلیجہ دھڑکنے لگا ان کو دیکھتا بھالتا اور سیر کرتا ہوا آگے چلا لیکن پاؤں
سو سو من کے ہو گئے جسکو دیکھوں پھر یہ جی نہ چاہے کہ آگے جاؤں ایک طرف چلمن پڑی
تھی اور مونڈھا جڑاؤ بچھا رکھا تھا اور ایک چوکی بھی صندل کی بچھوا رکھی تھی۔
دائی نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں مونڈھے پر بیٹھ گیا اور وہ چوکی پر کہنے لگی تو
اب جو کہتا ہے سو جی بھر کر کہہ تو میں نے ملکہ کی خوبیوں کی اور عدل و انصاف و داد
و دہش کی پہلے تعریف کی پھر کہنے لگا جب سے میں اس ملک کی سرحد میں آیا ہوں ہر ایک
منزل میں یہی دیکھا کہ جابجا مسافر خانے اور عمارتیں عالی بنی ہوئی ہیں اور آدمی
ہر ایک عہدے کے تعینات ہیں کہ خبرگیری مسافروں اور محتاجوں کی کرتے ہیں مجھے بھی

تین تین دن تک ہر ایک مقام میں گذارے چوتھے روز میں رخصت ہونے لگا کبھی کسی نے خوشی سے نہ کہا کہ جاؤ اور جتنا اسباب اس مکان میں تھا شطرنجی قالین گویا ہر طرح کا سامان میرے حوالے کیا کہ یہ تمہارا مال ہے چاہو اب لے جاؤ نہیں تو ایک کوٹھری میں بند کرکے اپنی مہر کرو۔ جب تمہاری خوشی ہوگی پھرتے ہوئے لیجائیو۔ میں نے یونہی کیا پر یہ حیرت ہے کہ جب مجھ سے فقیر تن تنہا سے یہ سلوک ہو تو ایسے غریب ہزاروں تمہارے ملک میں آتے جاتے ہوں گے پس اگر ہر ایک سے یہی مہمانداری کا طور رہتا ہوگا تو مبلغ بے حساب خرچ ہوتے ہوں گے پس اتنی دولت کہ جس کا یہ صرف ہے کہاں سے آئی اور کیسی ہے اگر گنج قارون ہو تو بھی وفا نہ کرے اگر ملکہ کی ظاہر میں نگاہ کیجئے تو اسکی آمد فقط باورچی خانہ کے خرچ کو بھی کفایت نہ کرتی ہوگی اور خرچوں کا تو کیا ذکر ہے۔ اگر اسکا بیان ملکہ کی زبان سے سنوں تو خاطر جمع ہو اور قصد ملک نیمروز کا کروں اور جوں توں جا پہونچوں پھر سب احوال دریافت کرکے ملکہ کی خدمت میں بشرط زندگی حاضر ہوں یہ سنکر ملکہ نے اپنی زبان سے کہا کہ اے جوان اگر تجھے آرزو کمال ہے کہ یہ بات دریافت کرے تو آج کے دن بھی قیام کر شام کو تجھے حضور میں طلب کر کے جو کچھ احوال اس بے زوال کا ہے کم و کاست کہا جائے گا۔ میں یہ تسلی پاکر اپنی استقامت کے مکان پر آکر منتظر تھا کہ کب شام ہو اور میرا اضطراب تمام ہو اتنے میں خواجہ سرا چوگوشیہ تورہ پوش غلاموں کے سر پر دھرے آکر موجود ہوا اور بولا کہ حضور سے یہ خاصہ عنایت ہوا ہے اسکو تناول کرو۔ جس وقت تورے میرے سامنے کھولے بو باس سے دماغ معطر ہو گیا۔ اور روح خوش ہو گئی جتنا کھا سکا کھایا باقی ان سبھوں کو اٹھا اٹھا دیا اور شکر نعمت کہلا بھیجا۔ بارے جب آفتاب تمام دن کا مسافر تھکا ماندہ گرتا پڑتا اپنے محل میں داخل ہوا اور مہتاب دیوان خانہ میں اپنے مصاحبوں کو ساتھ لیکر نکل بیٹھا اسوقت دائی آئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ چلو بادشاہزادی نے یاد فرمایا ہے میں اس کے ہمراہ ہو لیا خلوت خاص میں

میں لے گئی روشنی کا یہ عالم تھا کہ شب قدر ہو رہی تھی اور بادشاہی فرش پر مسند مغرق بچھی مرصع گاؤ تکیہ لگا ہوا اور اس پر ایک شامیانہ موتیوں کا جھالر دار جڑاؤ استادوں پر کھڑا ہوا سامنے مسند کے درخت بات جواہر کے لگے ہوئے ہیں علیٰ غلیٰ قدرتی سونے کی کیاریوں میں جمے ہوئے اور دونوں طرف دست راست و دست چپ شاگرد پیشہ و مجرائی دست بستہ باادب آنکھیں نیچے کئے ہوئے تھے اور طوائف اور گائنیں سازوں کے سُر ملائے منتظر یہ سماں اور تیاری کر و فر کی دیکھ کر عقل ٹھکانے نہ رہی۔ دائی سے پوچھا کہ دن کو وہ زیبائش اور رات کو یہ آرائش دن عید اور رات شب برات کہنا چاہئے۔ بلکہ دنیا میں بادشاہ ہفت اقلیم کو یہ عیش میسر نہ ہوگا ہمیشہ یہی صورت رہتی ہے دائی کہنے لگی کہ ہماری کا جتنا کارخانہ قائم ہے جو تم نے دیکھا یہ سب ہی اسی دستور سے جاری ہے اسمیں ہرگز خلل نہیں بلکہ افزوں ترقی ہے تم یہاں بیٹھو ملکہ دوسرے مکان میں تشریف رکھتی ہیں جا کر خبر کردوں۔ دائی یہ کہہ گئی اور انہیں پاؤں پھر آئی کہ چلو حضور نے بلایا ہے مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ مکان میں جانیکا راستہ کدھر ہے اس واسطے کہ جبلی آئینے قدآدم چاروں طرف لگے اور ان کی پرداز میں ہیرے موتی جڑے ہوئے ہیں ایک کا عکس ایک میں نظر آتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جواہر کا سارا مکان ہے۔ ایک طرف پردہ پڑا تھا اس کے پیچھے ملکہ بیٹھی تھی وہ دائی پردے سے الگ بیٹھی اور مجھ سے بھی بیٹھنے کو کہا تب دائی ملکہ کے فرمانے سے اس طور پر بیان کرنے لگی۔

سن اے جوان دانا سلطان اس اقلیم کا بڑا بادشاہ تھا اس کے گھر میں سات بیٹیاں پیدا ہوئی۔ ایک روز بادشاہ نے جشن بنایا یہ ساتوں لڑکیاں سولہ سنگھار بارہ ابھرن بال بال موتی پرو کر بادشاہ کے حضور میں کھڑی تھیں۔ سلطان کے جی میں کچھ آیا اور بیٹیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر تمہارا باپ بادشاہ نہ ہوتا اور کسی غریب کے گھر میں تم پیدا ہوتیں تو تمہیں بادشاہزادی کون کہتا۔ خدا کا شکر کہ شہزادیاں کہلاتی ہو تمہاری یہ ساری

خوبیاں میرے دم سے ہیں۔ چھ لڑکیاں ایک زبان ہوکر بولیں کہ جہاں پناہ جو فرماتے ہیں بجا ہے اور آپ ہی کی سلامتی سے ہماری بھلائی ہے مگر ملکہ جو ہماری سب بہنوں سے چھوٹی ہے مگر عقل و شعور میں سب سے بڑی تھی چپکی کھڑی رہی اس گفتگو میں بہنوں کی شریک نہ ہوئی اس واسطے کہ یہ کلمہ کفر ہے بادشاہ نے نظرِ غضب سے ان کی طرف دیکھا اور کہا بی بی تم کچھ نہ بولیں اس کا کیا باعث ہے تب ملکہ نے دونوں ہاتھ اپنے رومال سے باندھ کر عرض کی کہ اگر جان کی امان پاؤں اور تقصیر معاف ہو تو یہ لونڈی اپنے دل کی بات گزارش کرے حکم ہوا کہ کیا کہتی ہے تب ملکہ نے کہا قبلۂ عالم آپ نے سنا ہے کہ سچی بات کڑوی لگتی ہے سو اس وقت میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر عرض کرتی ہوں اور جو میری قسمت میں لکھنے والے نے لکھا ہے اس کا مٹانے والا کوئی نہیں کسی طرح نہیں ٹلنے کا جس بادشاہ علی الاطلاق نے آپ کو بادشاہ بنایا اسی نے مجھے بھی بادشاہزادی کہلوایا اسکی قدرت کے کارخانہ میں کسی کا اختیار نہیں آپ کی ذات ہماری ولی نعمت اور قبلہ و کعبہ ہے۔ حضرت کے قدم مبارک کو اگر سر پر رکھوں تو بجا ہے مگر نصیب ہر ایک کا اس کے ہاتھ میں ہے۔ بادشاہ یہ سنکر طیش میں آئے اور یہ جواب دل پر سخت گراں معلوم ہوا اور بیزار ہوکر فرمایا چھوٹا منہ بڑی بات ہے اب اس کی یہی سزا ہے کہ گہنا پاتا جو کچھ کہ ہاتھ گلے میں ہے اتار لو اور ایک میانہ میں چڑھا کر ایسے جنگل میں جہاں نام و نشان آدم کا نہ ہو چھوڑ آؤ دیکھیں اس کے نصیبوں میں کیا لکھا ہے بموجب حکم بادشاہ کے اس آدھی رات میں کہ عین اندھیری تھی ملکہ جو بھونرے میں پلی تھی اور سوائے اپنے محل کے دوسری جگہ نہ دیکھی تھی اسے بیجا کر ایک میدان میں کہ پرندہ پر نہ مار سکتا تھا انسان کا تو ذکر ہی کیا ہے چھوڑ کر چلے گئے پہلے اس سے ملکہ کے دل پر عجیب حالت گزری کہ ایک دم میں کیا تھا اور کیا ہو گیا پھر اپنے خدا کی جناب میں شکر کیا کہ وہ ایسا ہی بے نیاز ہے جو سب کچھ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کرے گا جب تک نتھنوں میں دم ہے تجھ سے نا امید نہیں ہے۔ اسی اندیشہ میں آنکھ لگ گئی جو وقت

صبح ہوئی ملکہ کی آنکھ کھلی پکارا کہ وضو کو پانی لانا پھر ایک بارگی رات کی
بات چیت یاد آئی تو تیمم کیا اور دوگانہ شکر کا پڑھا اے عزیز ملکہ کی اس حالت
کو سننے سے چھاتی پھٹی جاتی ہے اور اس بھولے بھالے جی سے پوچھا چاہئے کہ
کیا کہتا ہوگا۔ غرض اس ویرانے میں بیٹھی خدا سے لو لگا رہی تھی جب کچھ بن نہ
آئی تب خدا کے سوائے کون یاد آتا ہے یوں تو اپنی اپنی تدبیر میں ہر ایک
لقمان اور بو علی سینا ہے اب خدا کے کارخانہ کا تماشا سنو اس طرح تین
دن رات گذر گئے ملکہ کے منہ میں ایک کھیل بھی اڑ کر نہ گئی وہ پھول سا بدن
سوکھ کر کانٹا ہو گیا اور وہ رنگ کندن سا دمکتا ہلدی سا بن گیا منہ میں پھپھڑی
بندھ گئی آنکھیں پتھرا گئیں مگر ایک دم اٹکا رہا تھا کہ وہ آتا جاتا تھا جب تک
سانس تب تک آس چوتھے روز صبح کو ایک درویش خضر کی صورت نورانی
چہرہ روشن دل آ ظاہر ہوا ملکہ کو اس حالت میں دیکھ کر بولا اے بیٹی
اگرچہ تیرا باپ بادشاہ ہے لیکن قسمت میں یہ بھی لکھا تھا اس فقیر بوڑھے
کو اپنا خادم سمجھ اور اپنے پیدا کرنیوالے کا رات دن دھیان رکھ خدا
خوب کریگا فقیر کے کشکول میں ٹکڑے بھیک کے موجود تھے ملکہ کے روبرو
رکھے اور پانی کی تلاش میں پھرنے لگا۔ دیکھا کہ ایک کنواں تو ہے پر
ڈول رسی کہاں ہے جس سے پانی بھرے تھوڑے پتے درخت
کے توڑ کر دونا بنایا اور اپنی سیلی کھول کر اسمیں باندھ کر پانی نکالا
اور ملکہ کو پلایا اب کچھ ہوش آیا اس مرد خدا نے بیکس جان کے
بہت سی تسلی دی اور آپ بھی رونے لگے ملکہ نے جب غمخواری اور
دلداری بے حد دیکھی تب اس کے مزاج کو استقلال ہوا اس روز
سے پیر مرد نے یہ مقرر کیا کہ صبح سے بھیک مانگنے کیلئے شہر میں نکل جاتا
جو ٹکڑا پارچہ پاتا ملکہ کے پاس لے آتا اور کھلاتا ملکہ کے پاس لے
آتا اس طور سے تھوڑے دن گذرے ایک روز ملکہ نے تیل سر میں ڈالنے
کنگھی کرنے کا قصد کیا جونہی موباف کھولا چوٹی میں سے ایک موتی دانہ
گول آبدار نکل پڑا ملکہ نے اس درویش کو دیا اور کہا کہ شہر میں اسکو

بیچ لاؤ۔ فقیر اس گوہر کو بیچ کر قیمت شہزادی کے پاس لے آیا تب ملکہ نے حکم کیا کہ ایک
مکان موافق گذران کے اس جگہ بنواؤ۔ فقیر نے کہا اے بیٹی نیو دیوار کی کھود کر تھوڑی
سی مٹی جمع کرکے ایک دن پانی ڈال کے گارا کرکے گھر کی بنیاد درست کردوں گا ملکہ
نے اسکے کہنے سے مٹی کھودنی شروع کی جب ایک گز عمیق گڑھا کھودا گیا زمین کے نیچے
ایک دروازہ نمودار ہوا ملکہ نے اسکو کھولا تو ایک گھر جواہر اور اشرفیوں سے
معمور نظر آیا۔ ملکہ نے چار پانچ لپ اشرفیوں کے لیکر بند کر دیا اور مٹی اوپر
سے ہموار کر دی اتنے میں فقیر آیا ملکہ نے فرمایا راج اور معمار اور کاریگر اپنے
کام کے استاد اور مزدور جلد بلاؤ جو اس جگہ ایک عمارت شاہانہ اور جواب طاق
کسرا کا بنائیں۔ قصر نعمان سے سبق لے جائے اور شہر پناہ اور قلعہ اور باغ اور باؤلی
اور مسافرخانہ کہ لاثانی ہو جلد تیار کریں لیکن پہلے نقشہ ایک کاغذ پر درست کرکے
حضور میں لاویں جو پسند کیا جاوے۔ فقیر نے ایسے ہی کارکن کارکردہ ذی
ہوش لا کر حاضر کئے موافق فرمانے کے تعمیر عمارت کی ہونے لگی اس عمارت
عالی شان کی تیاری کی خبر رفتہ رفتہ بادشاہ ظل سبحانی کی جو قبلہ گاہ ملکہ کے تھے
پہونچی سنکر بہت متعجب ہوئے اور ہر ایک سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جس
نے یہ محلات بنانے شروع کئے ہیں اس کیفیت سے کوئی واقف نہ تھا جو عرض کرے
سبھوں نے کانوں پر ہاتھ دھرے کوئی غلام نہیں جانتا کہ اس کا بانی کون ہے۔
تب بادشاہ نے ایک امیر کو بھیجا اور پیغام دیا کہ میں ان مکانوں کو دیکھنا چاہتا
ہوں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ تم کہاں کی بادشاہزادی اور کس خاندان کی ہو
یہ سب کیفیت دریافت کرنی اپنے کو منظور ہے۔ جونہی ملکہ نے یہ خوشخبری سنی
دل میں بہت شاد ہو کر عرضی لکھی کہ جہاں پناہ سلامت حضور کی تشریف لانے کی
خبر طرف غریب خانہ کے سن کر نہایت خوشی حاصل ہوئی اور سبب حرمت عزت
کمترین کا ہوا ہے۔ طالع اس مکان کے جہاں قدم مبارک کے نشان پڑے اور
وہاں کے رہنے والوں کے دامن دولت سایہ کرے اور حضور کی نظر توجہ سے
وہ دونوں سرفراز ہوں یہ لونڈی امیدوار ہے کہ کل روز پنجشنبہ مبارک ہے
تشریف فرما کر اپنے نور سے اس بے مقدور کو قدر و منزلت بخشے اور جو

کچھ اس عاجزہ سے میسر ہو سکے نوش جان فرمائیے یہ عین غریب نوازی اور مسافر پروری ہے۔ زیادہ حد ادب اور اسکو بھی تواضع کر کے رخصت کیا۔ بادشاہ نے عرضی پڑھی اور کہلا بھیجا کہ ہم نے تمہاری دعوت قبول کی البتہ آویں گے ملکہ نے لڑکیوں اور سب کار و باریوں کو حکم کیا کہ لوازم ضیافت کا ایسے سلیقہ سے تیار ہو کہ بادشاہ دیکھکر اور کھا کر بہت محظوظ ہوں اور اعلےٰ ادنےٰ جو بادشاہ کی رکاب میں آویں۔ کھانا کھا کر خوش ہو کر جاویں۔ ملکہ کے فرمانے اور تاکید کرنے سے سب قسم کے کھانے سلیقے اور میٹھے اس ذائقہ کے تیار ہوئے کہ اگر باہمن کی بیٹی کھاتی تو کلمہ پڑھتی جب شام ہوئی بادشاہ شاہزادہ بخت سوار ہو کر ملکہ کے مکان کی تشریف لائے۔ ملکہ اپنی خاص خاص سہیلیوں کو لے کر استقبال کے واسطے چلیں جونہی بادشاہ کے تخت پر نظر پڑی اس آداب سے مجرا کیا کہ یہ قاعدہ دیکھکر بادشاہ اور بھی حیرت میں آگیا اور اسی انداز سے جلوس کر کے بادشاہ کو تخت مرصع پر بٹھایا ملکہ نے سوا لاکھ روپے کا چبوترہ تیار کر رکھا تھا اور ایک سو ایک کشتی جواہر اور اشرفی اور پشمینہ اور ابریشمی اور طلائی اور زر دوزی کی لگا رکھی تھی اور دو زنجیر فیل دس راس اسپ عراقی اور یمنی مرصع ساز سے تیار کر رکھے تھے نذر گذرانے اور آپ دونوں ہاتھ باندھے رو برو کھڑی رہیں۔ بادشاہ نے نہایت مہربانی سے فرمایا کہ تم کس ملک کی شہزادی ہو اور یہاں کس صورت سے آنا ہوا ملکہ نے آداب بجا لا کر التماس کیا کہ یہ لونڈی وہی گنہگار جو غضب سلطانی کے باعث اس جنگل میں پہونچی اور یہ سب تماشے خدا کے ہیں جو آپ دیکھتے ہیں یہ سنتے ہی بادشاہ کے لہو نے جوش مارا اٹھ کر محبت سے گلے لگایا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے تخت کے پاس کرسی بچھوا کر بیٹھنے کا حکم کیا لیکن بادشاہ حیران اور متعجب بیٹھے تھے۔ فرمایا بادشاہ بیگم کو کہو کہ شہزادیوں کو لیکر جلد آویں جب وہ آئیں انہوں نے پہچانا اور ملکہ رو ئیں اور شکر کیا ملکہ نے اپنی والدہ اور چھوٹی بہنوں کے رو برو اتنا

کچھ نقد اور جواہر رکھا کہ خزانہ تمام عالم کا اسکے پاسنگ میں چڑھے پھر بادشاہ نے سب کو ساتھ بٹھا کر خاصہ نوش جان فرمایا جب تک جہاں پناہ زندہ رہے اسی طرح گذری کبھی کبھی ملکہ کو بھی اپنے ساتھ محلوں میں لے جاتے جب بادشاہ نے رحلت فرمائی سلطنت اس اقلیم کی ملکہ کو پہونچی کہ ان کے سوا اور کوئی دوسرا لائق کرم کام کا نہ تھا اے عزیز یہ سرگذشت ملکہ کی ہے جو تونے سنی بس دولت خداداد کو ہرگز زوال نہیں ہوتا مگر آدمی کی نیت درست ہونی چاہئے بلکہ جتنی خرچ کرو اس میں اتنی ہی برکت ہوتی ہے خدا کی قدرت میں تعجب کرنا کسی مذہب میں روا نہیں۔

دائی نے یہ بات کہکر کہا اگر اب قصد وہاں کے جانیکا اور پھر آنیکا دل میں مقرر رکھتے ہو تو جلد روانہ ہو میں نے کہا اسوقت جاتا ہوں اور خدا چاہے تو جلد پھر کر آتا ہوں آخر رخصت ہو کر اور فضل الٰہی پر توکل کر کے میں وہاں سے چلا۔

قصہ ملک نیمروز کے شہزادے کا

جب خدا پر نظر رکھ کر اس سمت کو چلا کئی برس میں دکھ درد برداشت کرتا ہوا شہر نیمروز میں جا پہنچا وہاں جو آدمی نظر پڑے سب سیاہ پوش تھے۔ جیسا سنا تھا اپنی آنکھوں سے دیکھا کئی دنوں کے بعد چاند رات ہوئی پہلی تاریخ سارے لوگ اس شہر کے چھوٹے بڑے لڑکے بالے امرا بادشاہ عورت مرد ایک میدان میں جمع ہوئے میں بھی اپنی حالت میں سرگرداں و حیراں اس کثرت کے ساتھ اپنے ملک سے جدا فقیر کی صورت بنائے کھڑا تھا دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اتنے میں ایک جوان گاؤ سوار منہ میں کف بھرے ہوئے جوش و خروش کرتا ہوا جنگل سے باہر نکلا جو اتنی محنت کر کے اسکا احوال دریافت کرنیکی خاطر گیا تھا دیکھتے ہی اس کے حواس باختہ ہو گئے وہ جوان مرد قدیم سے جو کام کرتا تھا کر کے پھر گیا اور خلقت شہر کی

طرف متوجہ ہوئی جب مجھے ہوش آیا تب میں سمجھا یا کہ یہ کیا مجھ سے حرکت ہوئی۔ اب پھر اسکی راہ دیکھ رب کے ساتھ چلا آیا اس مہینے کو ماہ رمضان کی طرح ایک ایک دن گن کر کاٹا بارے دوسری چاند رات آئی مجھے گویا عید ہوئی غرض پھر بادشاہ خلقت سمیت وہیں جا کر پہونچا تب میں نے مصمم ارادہ کیا کہ اب کی بار جو ہو سو ہو اپنے تئیں سنبھال کے اس ماجرے عجیب کو معلوم کرنا چاہئے ناگاہ جوان بدستور زرد بیل پر زین باندھے سوار ہو آ پہونچا اور اترکر دوزانو بیٹھا ایک ہاتھ میں ننگی سیف اور ایک ہاتھ میں بیل کی ناتھ پکڑے اور مرتبان اور غلام کو ایک تلوار ایسی ماری کہ سر جدا ہو گیا اور آپ سوار ہو کر مڑا میں اس کے پیچھے مڑا اور چلد یا شہر کے آدمیوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا یہ کیا کرتا ہے کیوں جان بوجھ کر مرتا ہے اگر ایسا ہی تیرا دم ناک میں آیا ہے تو بہت سی اور صورتیں مرنے کی ہیں ہر چند میں نے منت کی اور زور بھی دیا کہ کسی صورت سے چھوٹ جاؤں مگر چھٹکارا نہیں ہوا۔ دو چار آدمی لپٹ گئے عجب طرح کا قلق ہوا پھر مہینہ بھر گذرا جب وہ بھی مہینہ تمام اور سلخ نماؤں آیا صبح کو اسی صورت سے سارے عالم کا وہاں اژدہام ہوا میں الگ سے نماز کے وقت اٹھ کر آگے ہی جنگل میں جو عین اس جوان کی راہ پر تھا گھس کر چھپ گیا کہ یہاں کوئی مزاحم نہ ہوگا وہ شخص اس قاعدے سے آیا اور وہی حرکتیں کر کے سوار ہوا اور چلا میں نے اس کا پیچھا کیا اور دوڑتا ہوا ساتھ ہو لیا اس عزیز نے آہٹ سے معلوم کیا کہ کوئی چلا آتا ہے ایک بارگی معلوم کر کے اور باگ موڑ کر ایک نعرہ مارا اور تلوار کھینچ کر سر پر میرے آ پہنچا چاہتا تھا کہ حملہ کر کے مجھے ختم کرے میں نے نہایت ادب سے ٹھہر کر سلام کیا اور دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا رہ گیا وہ متکلم ہوا کہ اے فقیر تو ناحق مارا گیا تھا پر بچ گیا تیری حیات کچھ باقی ہے جا کہاں جاتا ہے۔ اور ایک خنجر موتیوں کا آویزہ لگا ہوا کمر سے نکال کر میرے آگے پھینکا اور کہا اسوقت میرے پاس کچھ موجود نہیں جو تجھے دوں اسکو بادشاہ کے پاس لیجا جا مانگے گا سو ملیگا۔ ایسی ہیبت اور ایسا رعب مجھ پر اس کا غالب ہوا کہ

کہ نہ بولنے کی طاقت نہ چلنے کی طاقت۔ منہ میں گھگی بندھ گئی پاؤں بھاری ہو
گئے اتنا کہکر وہ غازی مرد نعرہ بھرتا ہوا چلا میں نے دل میں کہا ہر چہ
بادا باد رہ جانا تیرے حق میں برا ہے پر ایسا وقت نہ ملیگا اپنی جان سے ہاتھ
دھو کر میں بھی روانہ ہوا۔ پھر وہ پھرا اور بڑے غصہ سے ڈرانا اور مقرر اراد
میرے قتل کا کیا میں نے سر جھکا دیا اور سوگند دی کہ اے رستم وقت ایسی سیف
مار کہ دو ٹکڑے ہو جاؤں ایک تسمہ باقی نہ رہے اور اس حیرانی اور تباہی سے
چھوٹ جاؤں میں نے اپنا خون معاف کیا وہ بولا اے شیطان کی صورت
کیوں اپنا خون ناحق میری گردن پر چڑھاتا ہے اور مجھے گنہگار بناتا ہے جا اپنی
راہ لے۔ کیا جان تجھ کو بھاری ہے میں نے اسکا کہنا نہ مانا اور قدم آگے دھرا
پھر اس نے دیدہ دانستہ بے حرکت کی اور میں پیچھے لگ گیا جاتے جاتے وہ دو
کوس جنگل میں گیا بعد اس کے ایک چار دیواری نظر آئی وہ جوان دروازے
پر گیا اور ایک مہیب نعرہ مارا وہ در آپ سے آپ کھل گیا وہ اندر چلا گیا میں
باہر کھڑا رہا۔ الہی اب کیا کروں حیران تھا بارے ایکدم غلام آیا اور پیغام
لایا کہ چل تجھے روبرو بلایا ہے شاید تیرے سر پر اجل کا فرشتہ آیا ہے۔ کیا تجھے
کم بختی لگی ہے میں نے کہا زہے نصیب اور بے دھڑک اس کے ساتھ اندر باغ
کے گیا جہاں وہ بیٹھا تھا میں نے اسے دیکھ کر فراشی سلام کیا اس نے اشارہ بیٹھنے
کا کیا میں ادب سے دو زانو بیٹھا کیا دیکھتا ہوں میں کہ وہ اکیلا مسند پر بیٹھا ہے
اور ہتھیار زرگری کے آگے دھرے ہیں اور ایک جھاڑ زمرد کا تیار کر چکا ہے۔
جب اس کے اٹھنے کا وقت آیا جتنے غلام اس بالا نشین کے گرد و پیش حاضر تھے حجروں میں
چھپ گئے ہیں۔ میں بھی مارے خوف کے ایک کوٹھڑی میں جا گھسا وہ جوان اٹھ کر سب
مکان کی کنڈی چڑھا کر باغ کے کونے کی طرف چلا اور اپنی سواری کے بیل کو مارنے
لگا اس کے چلانے کی آواز میرے کان میں آئی کلیجہ کانپنے لگا لیکن اس ماجرے کے
دریافت کرنے کی خاطر یہ سب آفتیں سہی تھیں اور ڈرتے ڈرتے دروازہ کھول کر ایک درخت
کی ٹہنی کی آڑ میں جا کھڑا ہوا اور دیکھنے لگا۔ جوان نے وہ سونٹا جس سے مارتا تھا ہاتھ سے
ڈال دیا اور ایک مکان کا قفل کنجی سے کھولا اور اندر گیا پھر جو نہی باہر نکلا نرگاؤ کی پیٹھ پر

ہاتھ پھیرا اور منہ چوما اور دانہ گھاس کھلا کر ادھر کو چلا میں دیکھتے ہی جلد دوڑ کر
پھر کوٹھڑی میں جا چھپا اس جوان نے زنجیریں سب دروازوں کی کھولدیں سارے
غلام باہر نکلے زیر انداز اور آفتابہ لے کر حاضر ہوئے وہ وضو کر کے نماز ادا کر چکا
پکارا کہ درویش کہاں ہے۔ اپنا نام سنتے ہی دوڑ کر روبرو کھڑا ہوا فرمایا کہ بیٹھ میں
تسلیم کر کے بیٹھا خاصہ آیا اس نے تناول فرمایا اور مجھے عنایت کیا میں نے بھی کھایا
جب دسترخوان بڑھایا اور ہاتھ دھوئے غلاموں کو رخصت دی کہ جا کر سو رہو جب
کوئی اس مکان میں نہ رہا تب مجھ سے ہم کلام ہوا اور پوچھا کہ اے عزیز تجھ پر کیا
ایسی آفت آئی ہے جو تو اپنی موت کو ڈھونڈھتا ہے میں نے اپنا احوال آغاز سے انجام
تک جو کچھ گذرا تھا تفصیل وار بیان کیا اور کہا کہ آپ کی توجہ سے امید ہے کہ اپنی مراد
کو پہنچوں اس نے سنتے ہی ٹھنڈی سانس بھری اور بیہوش ہوا اور کہنے لگا بار
خدایا عشق کے درد سے تیرے سوا کون واقف جس کی نہ پھٹی ہو بوائی وہ کیا جانے
پیڑ پرائی اسقدر جو دردمند ہو وہ جانے ؎

آفتوں کو عشق کی عاشق سے پوچھا چاہیئے ۔ کیا خبر فاسق کو ہے صادق سے پوچھا چاہیئے

بعد ایک لمحہ کے ہوش میں آیا اور ایک آہ جگر سوز بھری کہ سارا مکان گونج گیا تب
مجھے یقین ہوا کہ یہ بھی اس عشق کی بلا میں گرفتار ہے اور اسی مرض کا بیمار ہے تب
میں نے چلا کر کہا کہ میں نے سب احوال اپنا عرض کیا اب توجہ فرما کر اپنی سرگذشت
سے بندے کو مطلع فرمایئے تو بمقدور اپنے پہلے تمہارے واسطے سعی کروں گا اور
دل کا مطلب کوشش کر کے ہاتھ میں لاؤں گا القصہ وہ عاشق صادق مجھکو اپنا
ہمراز اور ہمدرد جان کر اپنا ماجرا اس صورت سے بیان کرنے لگا کہ سن اے
عزیز میں بادشاہزادہ جگر سوز اس اقلیم نیمروز کا ہوں بادشاہ یعنی قبلہ گاہ نے
میرے پیدا ہونے کے بعد نجومی رمال اور پنڈت جمع کئے اور فرمایا کہ احوال
شاہزادے کے طالعوں کو دیکھو اور جانچو اور جنم پتری درست کرو اور جو کچھ ہونا
ہے حقیقت پل پل گھڑی گھڑی اور پہر پہر دن دن مہینے مہینے اور برس برس کی مفصل
حضور میں عرض کرو بموجب حکم بادشاہ سلامت کے سب نے متفق ہو کر اپنے علم کی
رو سے ٹھہرا اور سادھ کر التماس کیا کہ خدا کے فضل سے ایسی نیک ساعت اور شبھ لگن

میں شہزادے کا جنم اور تولد ہوا ہے کہ چاہیے سکندر کی سی بادشاہت کرے اور
نوشیرواں سا عادل ہو اور جتنے علم و ہنر ہیں ان میں کامل ہو اور جس کام کی طرف
دل اسکا مائل ہو وہ بخوبی حاصل ہو اور سخاوت اور شجاعت میں ایسا نام پیدا
کرے کہ حاتم اور رستم کو لوگ بھول جاویں لیکن چودہ برس تک سورج اور چاند کے
دیکھنے سے ایک بڑا خطرہ نظر آتا ہے بلکہ یہ وسواس ہے کہ جنونی اور سودائی ہو کر بہت
آدمیوں کا خون کرے اور بستی سے گھبرا دے جنگل میں نکل جاوے اور چرند و پرند
کے ساتھ دل بہلاوے اسکا انتظام رہے کہ رات دن آفتاب مہتاب کو نہ دیکھنے
بلکہ آسمان کیطرف بھی نگاہ نہ کرے یہ سنکر بادشاہ نے اسکے لئے اس باغ کی
بنیاد ڈالی اور مکان متعدد ہر ایک نقشے کے بنوائے میرے تئیں تہ خانے میں پلنے
کا حکم کیا اور اوپر ایک برج نما کمرا تیار کروایا تو دھوپ اور چاندنی اس میں سے نہ
چھنے یہیں دایہ دودھ پلاتی اور انا چھوچھو اور کئی خواصوں کے ساتھ بڑی حفاظت
سے اس مکان عالی شان میں پرورش پانے لگا اور ایک استاد دانا۔ کار آزمودہ
واسطے میری تربیت کے متعین کیا تعلیم ہر علم و فن کی مشق ہفت اقلیم لکھنے کی کرتا۔
اور جہاں پناہ ہمیشہ میرے خبر گیراں رہتے۔ دمبدم کی کیفیت روزمرہ حضور میں
عرض ہوتی۔ میں اس مکان ہی کے عالم کو دنیا جان کر کھلونوں اور رنگ برنگ کے پھولوں
سے کھیلا کرتا اور تمام جہان کی نعمتیں کھانے کے واسطے موجود رہتیں جو چاہتا سو کھاتا
دس برس کی عمر تک جتنی صنعتیں اور قابلیتیں تھیں تحصیل کیں اور ایک روز اس گنبد کے
نیچے روشندان سے ایک پھول نظر پڑا کہ دیکھتے دیکھتے بڑا ہو جاتا تھا میں حیران ہو کر
اسے دیکھ رہا تھا وہیں ایک آواز قہقہے کی میرے کان میں آئی میں نے اس کے دیکھنے
کو گردن اٹھائی دیکھا تو نقاب چہرہ کر ایک ٹکڑا چاند سا نکل رہا تھا مجھے اسکے دیکھتے
ہی عقل و ہوش بجا نہ رہے پھر اپنے تئیں سنبھال کر دیکھا تو ایک مرصع کار تخت پر
پریزادوں کے کاندھوں پر معلق کھڑا ہے اور ایک تخت نشین تاج جواہر کا سر پر
اور خلعت بدن میں پہنے ہاتھ میں یاقوت کا پیالہ لئے شراب پیئے ہوئے بیٹھی ہے
وہ تخت بلندی سے آہستہ آہستہ نیچے اتر کر اس برج میں آیا تب پری نے مجھے
بلایا اور اپنے نزدیک بٹھایا اور باتیں پریم کی کرنے لگی اور منہ سے منہ لگا کر ایک

جام شراب گل گلاب کا بھرے نہیں پلایا اور کہا آدمی زاد بے وفا ہوتا ہے لیکن دل
ہمارا تجھے چاہتا ہے ایک دم اپنے انداز و نازکی باتیں کیں کہ میرا دل محو ہو گیا اور
خوشی ایسی حاصل ہوئی کہ زندگانی کا مزہ پایا سمجھا کہ آج تو دنیا میں آیا ہے حاصل
یہ ہے کہ میں تو کیا کہوں کسی نے یہ عالم نہ دیکھا نہ سنا ہوگا اس مزہ میں خاطر
جمع سے ہم دونوں بیٹھے تھے کہ یکبارگی غل لگا کہ اب اس حادثہ ناگہانی کا ماجرا
سن کہ وہیں چار پریزاد نے آسمان پر سے اتر کر کچھ اس معشوق کے کان میں کہا سنتے
ہی اسکا چہرہ متغیر ہو گیا اور مجھ سے بولی کہ اے پیارے دل تو یہ چاہتا کہ دم
تیرے ساتھ بیٹھ کر دل بہلاؤں اور اسی طرح ہمیشہ آؤں یا تجھے لے جاؤں پر
یہ آسمان دو شخصوں کو ایک جگہ آرام سے اور خوشی سے رہنے نہیں دیتا لے
جان تیرا خدا حافظ ہے۔ یہ سنکر میرے حواس جاتے رہے اور طوطے ہاتھ کے
اڑ گئے میں نے کہا کہ اب پھر کب ملاقات ہوگی۔ یہ کیا تم نے غضب کی بات
سنائی اگر جلد آؤ گی مجھے جیتا پاؤ گی نہیں تو پچھتاؤ گی یا اپنا ٹھکانا اور نام
نشان بتاؤ کہ میں ہی اسے ڈھونڈتے تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ پری یہ سنکر
بولی شیطان کے کان بہرے تمہاری صد و لبست سال کی زندگی ہو اگر زندگی
ہے تو پھر ملاقات ہو رہے گی۔ میں جنوں کے بادشاہ کی بیٹی ہوں اور کوہ
قاف میں رہتی ہوں یہ کہکر تخت اٹھایا اور جس طرح اترا تھا ویسے ہی بلند ہونے
لگا۔ جب تک سامنے تھا میری اس کی چار آنکھیں ہوتی رہیں۔ جب نظروں سے
غائب ہوا یہ حالت ہو گئی جیسے پری کا سایہ ہوتا ہے عجیب طرح کی اداسی
دل پر چھا گئی عقل و ہوش رخصت ہوئے دنیا میں اندھیری ہو گئی۔ حیران
و پریشان زار زار روتا ہوا اور سر پر خاک اڑاتا ہوا کپڑے پھاڑتے ہوئے
نہ کھانے کی سدھ نہ بھلے برے کی سدھ بدھ ؎

اس عشق کی بدولت کیا کیا خرابیاں ہیں ۔ دل میں اداسیاں ہیں اور اضطرابیاں ہیں

اس خرابی سے رہا اور ملازم خبردار ہوئے ڈرتے ڈرتے بادشاہ کے روبرو
گئے اور عرض کی کہ بادشاہ عالمیاں کا یہ حال ہے معلوم نہیں کہ خود بخود کیا
غضب ٹوٹا جو ان کا آرام اور کھانا پینا سب چھوٹا تب بادشاہ وزیر امیر

صاحب تدبیر اور حکیم حاذق منجم صادق ملا سیانے درویش ایک مجذوب کو اپنے
ساتھ لے کر اس باغ میں رونق افروز ہوئے میری بیقراری اور نالہ زاری دیکھ
کر حالت اضطراب کی ہو گئی۔ آبدیدہ ہو کر بے اختیار گلے سے لگا لیا اور حکیموں
نے قلب دل اور خلل دماغ کے واسطے نسخے لکھے اور ملاؤں نے نقش و تعویذ پلانے
اور پاس رکھنے کو دیئے دعائیں پڑھ کر پھونکنے لگے اور نجومی بولے کہ ستاروں
کی گردش کے سبب یہ صورت پیش آئی ہے اور اسکا صدقہ دیجئے۔ ہر کوئی اپنے
اپنے علم کی باتیں کہتا تھا پر جو گذرتی تھی میرا دل ہی سہتا تھا کسی کی سعی اور تدبیر
میری تقدیر بد کے کام نہ آئی دن بدن دیوانگی کا زور ہوا اور میرا بدن بے آب
و دانہ کمزور ہو چلا۔ رات دن چلاتا اور سر پٹکنا ہی باقی رہا اس حالت میں
تین سال گذرے چوتھے برس ایک سوداگر سیر و سفر کرتا ہوا آیا اور ہر ایک ملک کے
تحفے تحائف عجیب و غریب جہاں پناہ کے حضور میں لایا ملازمت حاصل کی بادشاہ
نے بہت توجہ فرمائی اور احوال پرسی اسکی کر کے پوچھا کہ تم نے بہت ملک
دیکھے کوئی حکیم کامل بھی نظر پڑا۔ تمام قصہ سنکر اس نے التماس کیا کہ قبلۂ عالم
غلام نے بہت سیر کی لیکن ہندوستان میں دریاؤں کے بیچ ایک پہاڑی ہے وہاں
ایک گوشائیں جٹا دھاری نے بڑا مندر مہادیو کا اور سنگین باغ بڑی بہار
کا بنایا ہے اس میں رہتا ہے اور اسکا یہ قاعدہ ہے کہ برسویں دن سیورات
کے روز آپ استھان سے نکل کر دریا میں تیرتا اور خوشی کرتا ہے اور اسکا یہ
قاعدہ ہے کہ برسویں دن اشنان کے بعد جب اپنے آسن پر جانے لگتا ہے تب بیمار
اور دردمند دیس دیس کے جو دور دور سے آتے ہیں دروازے پر جمع ہوتے
ان کی بڑی بھیڑ ہوتی ہے وہ مہنت جسے اس زمانہ کا افلاطون کہنا چاہئے قارورہ
اور نبض دیکھتا ہوا اور ہر ایک کو نسخہ دیتا ہے۔ خدا نے ایسا دست شفا اسکو دیا ہے
کہ دوا پیتے ہی اثر ہوتا ہے اور وہ مرض بالکل جاتا رہتا ہے۔ یہ ماجرا میں
نے بچشم خود دیکھا ہے اور خدا کی قدرت کو یاد کیا کہ ایسے ایسے بندے پیدا کئے
ہیں اگر حکم ہو تو شاہزادہ عالم کو اس کے پاس لیجائیں اور اسکو ایک نظر دکھائیں
امید قوی ہے کہ جلد شفائے کامل ہو اور ظاہرا بھی یہ تدبیر اچھی ہے کہ ہر ایک

ملک کی ہوا کھانے سے اور جا بجا کے آب و دانہ سے مزاج میں فرحت آتی ہے -
بادشاہ کو بھی اسکی صلاح پسند آئی اور خوش ہو کر فرمایا بہت بہتر شاید اسکا
ہاتھ راس آئے اور میرے فرزند کی دل سے وحشت جائے ایک امیر معتبر جہاں
دیدہ کار آزمودہ کو میری رکاب میں تعینات کیا اور اسباب ضروری ساتھ کر دیا
اور سوار کر کے رخصت کیا منزل بمنزل چلنے اس ٹھکانے پر جا پہونچے نئی ہوا
اور نیا دانہ کھانے پینے سے کچھ مزاج ٹھہرا لیکن خاموشی کا وہی عالم تھا اور رونے
سے کام دم بدم یاد پری کی نہ بھولتی تھی اگر کبھی بولتا تو یہ شعر پڑھتا ۔

نہ جانے کس پریزاد سے لگی آنکھ ابھی تو تھا بھلا چنگا مرا دل

بارے جب کوئی دو تین مہینے گذرے اس پہاڑ پر قریبا چار ہزار مریض جمع ہوئے
اور سب یہ کہتے ہیں کہ اب خدا نے چاہا تو گوشائیں آئینگے اور سب کو ان کے
فرمانے سے شفا ہوگی -

القصہ جب وہ دن آیا صبح کو جوگی مانند آفتاب کے نکل آیا اور دریا میں نہایا
اور پار جا کر پھر آیا بھبھوت بھسم تمام بدن پر لگایا وہ گورا بدن مانند انگارے
کے راکھ میں چھپایا اور ماتھے پر ملاگیر کا ٹیکہ دیا - لنگوٹ باندھ کر انگوچھا کاندھے
پر ڈالا - بالوں کا جوڑا باندھا - مونچھوں پر تاؤ دیئے - جڑھوا جوتا پہنا اسکے
چہرے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ساری دنیا اسکے نزدیک کچھ قدر نہیں رکھتی
ایک قلمدان جڑاؤ بغل میں لیکر ایک ایک کی طرف دیکھتا اور نسخہ دیتا ہوا میرے
نزدیک آپہونچا جب میری اسکی چار نظریں ہوئیں غور کرنے لگا اور مجھ سے کہنے
لگا ہمارے ساتھ آؤ میں ہمراہ ہو لیا جب سب کی نوبت ہو چکی میرے تئیں باغ
کے اندر لے گیا اور ایک خوبصورت خلوت خانہ میں مجھ سے فرمایا کہ یہاں رہا
کرو اور آپ اپنے استھان میں گیا جب ایک چلہ گذرا تو میرے پاس آیا اور
آگے کی نسبت مجھے خوش پایا تب مسکرا کر فرمایا کہ اس باغیچہ میں سیر کیا کرو یہ کہکر
وہ چلا گیا اور میں نے اسکے کہنے سے سیر کیا ہر روز قوت بدن میں اور فرحت
دل کو معلوم ہونے لگی لیکن حضرت عشق کو کچھ بھی اثر نہوا اس پری کی صورت
نظروں کے آگے پھرتی تھی ایک روز طاق میں کتاب کی ایک جلد نظر آئی تو سار

دین و دنیا کے اس میں جمع تھے گویا دریا کو کوزہ میں بھر دیا تھا ہر گھڑی
اس کا مطالعہ کیا کرتا علم و حکمت و تسخیر میں نہایت قوت بہم پہنچائی اس
عرصہ میں برس دن گذرا پھر وہی دن آیا جوگی اپنے آسن پر سے اٹھ کر
باہر نکلا میں نے سلام کیا اس نے تلمیذان مجھے دیکھ کہا ساتھ چلو میں بھی
ساتھ ہو گیا جب دروازے سے نکلا ایک عالم دعا دینے لگا وہ امیر
اور سوداگر مجھے ساتھ دیکھ کر گوسائیں کے قدموں پر گرے اور ادائے
شکر کرنے لگے کہ آپ کی توجہ سے بارے اتنا ہوا وہ اپنی عادت پر دریا
کے گھاٹ تک گیا اور اشنان پوجا جس طرح ہر سال کرتا تھا کیا۔ پھر
بیماروں کو دیکھتا جا رہا تھا کہ اتفاقاً سودائیوں کے غول میں ایک جوان
خوبصورت و شکیل کہ ضعف سے گھڑے ہونے کی طاقت اسمیں نہ تھی مجھ
سے کہا کہ اس کو بھی لے آؤ سب کے زارو کر کے جب خلوت خانہ میں گیا تھوڑی
سی کھوپڑی اس جوان کی تراش کر چاہا کہ کنکھجورا جو مغز پر بیٹھا تھا زنبور
سے اٹھا لیوے میرے خیال میں گذرا اور بول اٹھا کہ اگر دست پناہ آگ میں
گرم کر کے اس کی پیٹھ پر رکھئے تو امید ہے کہ آپ سے نکل آئے گا ورنہ مغز
کے گردے کو نہ چھوڑے گا پھر خوف موت کا ہے یہ سن کر میری طرف دیکھا اور
چپکا اٹھ کر باغ کے کونے میں ایک درخت کی ٹہنی کو پکڑ کر جٹا کی لٹ سے گلے میں
پھانسی لگا کر رہ گیا میں نے پاس جا کر دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ مجھے نہایت افسوس
ہوا ناچار جی میں آیا اسے گاڑ دوں جوں ہی درخت سے جدا کرنے لگا دو کنجیاں
اس کی ٹانگوں میں سے گر پڑیں میں نے ان کو اٹھا لیا اور اس گنج خوبی کو زمین
میں دفن کیا وہ دونوں کنجیاں لے کر قفلوں میں لگانے لگا اتفاقاً وہ حجروں
کے تالے ان سے کھلے دیکھا تو زمین سے چھت تک جواہر بھرے ہوئے ہیں اور
ایک پیٹی مخمل سے منڈھی ہوئی سونے کے نیر لگے ہوئے قفل لگی ہوئی ایک طرف
دھری ہوئی ہے۔ اسکو جو کھولا تو ایک کتاب دیکھی کہ اس میں اسم اعظم اور
سرانت جن و پری کے اور روحوں کی ملاقات اور تسخیر آفتاب کی ترتیب لکھی
ہے ایسی دولت کے ہاتھ لگنے سے نہایت خوشی حاصل ہوئی اور ان پر عمل کرنا

شروع کیا۔ دروازہ باغ کا کھول دیا اپنے اس امیر اور ساتھی لوگوں کو کہا کہ کشتیاں منگوا کر یہ سب جواہر و نقد و جنس اور کتابیں بار کر لو ایک کشتی پر آپ سوار ہو کر وہاں سے بجرے کو روانہ کیا آتے آتے جب نزدیک اپنے ملک کے پہنچا جہاں پناہ کو خبر ہوئی سوار ہو کر استقبال کیا اور اشتیاق سے بیقرار ہو کر کلیجے سے لگا یا میں نے قدمبوسی کر کے کہا کہ اس خاکسار کو قدیم باغ میں رہنے کا حکم دیجئے بولے اے برخوردار وہ مکان میرے نزدیک منحوس ٹھہرا لہذا اسکی مرمت اور تیاری موقوف کی کہ اب وہ مکان لائق انسان کے رہنے کے نہیں رہا اور جس محل میں جی چاہے اتر و بہتر ہے کہ قلعے میں کوئی جگہ پسند کر کے میری آنکھوں کے روبرو رہو اور پائیں باغ جیسا چاہو تیار کر کے سیر و تماشہ دیکھا کرو۔ میں نے بہت ضد اور ہٹ کر کے اس باغ کو نئے سرے سے تعمیر کروایا اور بہشت کی مانند آراستہ کر کے داخل ہوا پھر فراغت سے جنوں کی تسخیر کی خاطر چلے اور ترک حیوانات کر کے حاضرات کرنے لگا جب چالیس دن پورے ہوئے آدھی رات کو ایک ایسی آندھی آئی کہ بڑی بڑی عمارتیں گر پڑیں اور درخت جڑ سے اکھڑ کے کہیں سے کہیں جا پڑے اور پریزادوں کا نمودار ہوا ایک تخت ہوا سے نمودار ہوا اس پر ایک شخص شاندار موتیوں کا تاج اور خلعت پہنے ہوئے بیٹھا تھا میں نے دیکھتے ہی بہت ہی مودب ہو کر سلام کیا اور کہا کہ اے عزیز کیا تو نے ناحق شور مچایا ہم سے تیرا کیا مدعا ہے میں نے التماس کیا کہ عاجز بہت مدت سے تمہاری بیٹی پر عاشق ہے اور اسی لئے کہاں سے کہاں خراب و خستہ ہوا اور جیتے جی مرا۔ اب زندگی سے تنگ آیا ہوں اور اپنی جان پر کھیلا ہوں جو یہ کام کیا ہے اب آپ کی ذات سے امیدوار ہوں کہ مجھے حیران و سرگرداں کو اپنی توجہ سے سرفراز کرو۔ اس کے دیدار سے زندگی اور آرام بخشو تو بڑا ثواب ہوگا یہ سنکر وہ بولا کہ انسان خاکی اور ہم آتشی ان دونوں میں موافقت آنی مشکل ہے میں نے قسم کھائی کہ میں ان کے دیکھنے کا مشتاق ہوں اور کچھ مطلب نہیں۔ بجھر تخت نشین نے جواب دیا کہ انسان اپنے قول و قرار پر نہیں رہتا وقت پر سب کچھ کہتا ہے لیکن یاد نہیں رکھتا یہ بات میں تیرے بھلے کی کہہ سنا تا ہوں کہ اگر تو نے کبھی قصد کچھ اور کیا تو وہ بھی اور تو بھی خراب خستہ ہو کے بلکہ خوف جان کا ہے

میں نے پھر دوبارہ سوگند یاد کی کہ جس میں طرفین کی برائی ہو ایسا کام ہرگز نہ کرونگا
مگر ایک نظر دیکھتا رہوں گا یہ باتیں یہاں تک تھیں وہ پری کہ جس کا مذکور تھا نہایت
ٹھسے سے بناؤ کئے ہوئے آپہونچی اور بادشاہ کا تخت وہاں سے چلا گیا۔ بے
اختیار اس پری کو جان کی طرح بغل میں لے لیا اور یہ شعر پڑھا ؎

کمان ابرو مرے گھر کیوں کر آئے
کہ جس کیواسطے کھینچے ہیں میں نے چلے

اسی خوشی کے عالم میں باہم اس باغ میں رہنے لگے مارے ڈر کے کچھ اور خیال
نہ کرتا یا لائی مزے لیتا اور فقط دیکھا کرتا وہ پری میرے قول و قرار کے نباہنے
پر دل میں حیران رہتی اور بعضے وقت کہتی کہ پیارے تم بھی اپنی بات کے پورے
نکلے ہو لیکن ایک نصیحت میں دوستی کی راہ سے کرتی ہوں اپنی کتاب سے خبردار رہیو
کہ جن کسی نہ کسی دن تمہیں غافل پاکر چرالے جائیں گے۔ میں نے کہا اسے میں اپنی
جان کے برابر رکھتا ہوں اتفاقاً ایک روز شیطان نے ورغلایا شہوت کی حالت
میں یہ دل میں آیا کہ جو کچھ ہو سو ہو کہاں تک اپنے تئیں تھا موں اسے چھاتی
سے لگایا اور جماع کیا وہیں ایک آواز آئی کہ یہ کتاب مجھ کو دے کہ اسمیں اسم
اعظم ہے بے ادبی نہ کر اس مستی کے عالم میں کچھ ہوش نہ رہا۔ کتاب بغل سے
نکال کر بے جانے پہچان حوالے کر دی اور اپنے کام میں لگا وہ نازنین یہ میری
نادانی کی حرکت دیکھ کر بولی کہ اے ظالم آخر چوکا اور نصیحت بھولا یہ کہہ کر بیہوش
ہو گئی اور میں نے اس کے سرہانے ایک دیو کو دیکھا تو کتاب لئے کھڑا ہے چاہا کہ
پکڑ کر خوب ماروں اور کتاب چھین لوں اتنے میں ایک اور دیو اس کے ہاتھ سے
کتاب لے بھاگا۔ میں نے جو افسوں یاد کئے تھے پڑھنے شروع کئے اور وہ جن
کھڑا تھا بیل بن گیا لیکن افسوس پری ذرا بھی ہوش میں نہ آئی اور وہی حالت
بیخودی کی اس پر رہی تب میرا دل گھبرایا سارا عیش تلخ ہو گیا اس روز سے
آدمیوں سے نفرت ہوئی اس باغ کے گوشہ میں پڑا رہتا ہوں اور دل بہلانے
کی خاطر یہ مرتبان زمرد کا جھاڑ دار بنایا کرتا ہوں اور ہر مہینے اس میدان
میں اسی بیل پر سوار ہو کر جایا کرتا ہوں مرتبان کو توڑ کر غلام کو مار ڈالتا ہوں
اس امید پر کہ سب میری یہ حالت دیکھیں اور افسوس کھائیں شاید کوئی ایسا

بندہ خدا مہربان ہو کر میرے حق میں دعا کرے تو میں بھی اپنے مطلب کو پہونچوں
اے رفیق میرے جنون اور سودا کی یہ حقیقت ہے جو میں نے تجھ سے کہہ سنائی
میں یہ سنکر آبدیدہ ہوا اور کہا کہ اے شہزادے تو نے واقعی عشق کی بڑی محنت
اٹھائی لیکن میں قسم خدا کی کھاتا ہوں کہ میں اپنے مطلب سے درگذرا اب تیری
خاطر جنگل پہاڑوں میں پھروں گا اور جو مجھ سے ہو سکے گا سو کروں گا یہ وعدہ
کر کے میں اس جوان سے رخصت ہوا اور پانچ برس تک سودائی سا ویرانے میں خاک
چھانتا پھرا پر کچھ سراغ نہ ملا آخر اکتا کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور چاہا کہ اپنے
تئیں گرا دوں کہ ہڈی پسلی باقی نہ رہے جو نہی ایک سوار برقع پوش پہونچا اور
بولا کہ اپنی جان مت کھو تھوڑے دنوں کے بعد تو اپنی مراد کو پہونچے گا یا
سائیں اللہ کے تمہارے دیدار نو میسر ہوئے اب خدا کے فضل سے امیدوار
ہوں کہ خوشی و خرمی حاصل ہو اور سب نامراد اپنی مراد کو پہونچیں جب دوسرا
درویش بھی اپنی سیر کا قصہ کہہ چکا رات آخر ہو گئی اور وقت صبح شروع ہونے
پر بادشاہ آزاد بخت چپکا اپنے دولت خانہ کی طرف روانہ ہوا۔ محل میں پہنچکر
نماز ادا کی پھر غسلخانہ میں جا کر خلعت فاخرہ پہن کر دیوان عام میں نکل بیٹھا
اور حکم کیا کہ یساول جاوے چار فقیر فلانے مکان پر وارد ہیں ان کو عزت
اپنے ساتھ حضور میں لے آئے بموجب حکم کے چوبدار وہاں گیا دیکھا تو چاروں
فقیر وہاں موجود تھے ہاتھ منہ دھو کر چاہتے ہیں کہ اپنی راہ لیں۔ چوبدار
نے کہا شاہ جی بادشاہ نے چاروں کو طلب فرمایا ہے میرے ساتھ چلئے چاروں
فقیر آپس میں ایک دوسرے کو تکنے لگے اور چوبدار سے کہا بابا ہم دل کے
بادشاہ ہیں ہمیں دنیا کے بادشاہ سے کیا کام ہے اس نے کہا سائیں مذاکفہ
نہیں اگر چلو تو اچھا ہے۔ اتنے میں چاروں کو یاد آیا کہ مولیٰ مشکل کشا نے جو
فرمایا تھا سو اب پیش آیا خوش ہوئے اور یساول کے ساتھ چلے جب قلعے
میں پہونچے اور روبرو بادشاہ کے گئے۔ چاروں قلندروں نے دعا دی کہ بابا
تیرا بھلا ہو بادشاہ دان خاص میں جا پہونچا اور دو چار خاص امیروں کو بلوایا
اور فرمایا کہ چاروں گدڑی پوشوں کو بلواؤ جب وہاں گئے بادشاہ نے حکم بیٹھنے

لگا کیا احوال پرسی فرمائی کہ تمہارا کہاں سے آنا ہوا اور کہاں کا ارادہ ہے۔
مکان مرشدوں کے ہیں اس نے کہا کہ بادشاہ کی عمر و دولت زیادہ ہو۔
بادشاہ جہاں ہم فقیر ہیں ایک مدت سے خانہ بدوش اسی طرح سیر و سفر کرتے پھرتے ہیں وہ مثل ہے کہ فقیروں کو جہاں شام ہوئی وہیں گھر ہے اور جو کچھ دنیائے ناپائیدار میں دیکھا ہے کہاں تک بیان کریں آزاد بخت نے بہت تسلی و تشفی کی اور کھانے کو منگوایا روبرو اپنے ناشتہ کرایا جب فارغ ہوئے پھر فرمایا کہ اپنے ماجرے بے کم و کاست مجھ سے کہو جو مجھ سے خدمت ہو سکے گی قصور نہ کروں گا۔

فقیر نے جواب دیا کہ ہم پر جو کچھ بیتا ہے نہ ہمیں کہنے کی طاقت اور نہ بادشاہ کو سننے کی فرصت ہو گی اس سے معاف فرمائیے تب بادشاہ نے تبسم کیا اور کہا شب کو جہاں تم بستروں پر بیٹھے تھے اور اپنا اپنا احوال کہہ رہے تھے وہاں میں بھی موجود تھا چنانچہ درویش کا احوال سن چکا ہوں اب چاہتا ہوں کہ دونوں جو باقی ہیں وہ بھی کہیں چند روز بخاطر جمع میرے پاس رہیں کہ قدم درویشاں رد بلا ہے بادشاہ سے یہ بات سنتے ہی مارے خوف کے کانپنے لگے اور سر نیچے کر کے چپ ہو رہے۔ طاقت گویائی کی نہ رہی آزاد بخت نے جب دیکھا کہ ان میں مارے رعب کے حواس نہیں رہے کہ کچھ بولیں۔ فرمایا کہ اس جہان میں کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جس پر ایک نہ ایک واردات عجیب و غریب نہ ہوئی ہوگی۔ باوجودیکہ میں بادشاہ ہوں لیکن میں نے بھی ایسا تماشا دیکھا ہے کہ پہلے میں ہی اس کا بیان کرتا ہوں تم بخاطر جمع سنو درویشوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ کا الطاف فقیروں کے احوال پر ایسا ہی ہے ارشاد فرمائیے آزاد بخت نے اپنا احوال شروع کیا۔

قصہ بادشاہ آزاد بخت کا!

اے شاہو بادشاہ کا اب ماجرا سنو ۔۔۔ جو کچھ کہ میں نے دیکھا ہے اور سنا سنو

کہتا ہوں میں فقیروں کی خدمت میں سربسر ‏ ‏ احوال میرا خوب طرح دل لگا سنو

میرے قبلہ گاہ نے جب وفات پائی اور میں اس تخت پر بیٹھا عین عالم شباب کا تھا اور یہ سارا ملک روم کا میرے حکم میں تھا اتفاقاً ایک سال کوئی سوداگر بدخشان کے ملک سے آیا اور اسباب تجارت کا بہت سا لایا خبرداروں نے میرے حضور میں عرض کی کہ ایسا بڑا تاجر آج تک اس شہر میں نہیں آیا میں نے اسکو طلب فرمایا وہ تحفے ہر ایک ملک کے لائق میری نذر کے لئے لایا فی الواقع ہر ایک جنس بے بہا نظر آئی چنانچہ ایک ڈبیہ میں ایک لال تھا نہایت خوش رنگ اور آبدار قد و قامت میں درست اور وزن میں پانچ مثقال کا میں نے باوجود سلطنت کے ایسا جواہر کبھی نہ دیکھا تھا نہ کسی سے سنا تھا۔ اسکو پسند کیا سوداگر کو بہت سا انعام و اکرام دیا اور سند راہداری کی لکھدی کہ اس سے سارے ملک میں مزاحم محصول کا کوئی شخص نہوگا اور جہاں جائے اسکو آرام سے رکھیں چوکی پہرے سب حاضر رہیں اسکا نقصان اپنا نقصان سمجھیں وہ تاجر حضور میں دربار کے وقت حاضر رہتا اور آداب سلطنت سے خوب واقف تھا۔ اور تقریر خوش گوئی سے خوش کرتا اور میں اس لعل کو ہر روز جواہر خانہ سے منگوا کر سر دربار دیکھا کرتا ایک روز دیوان عام میں بیٹھا تھا اور امکان دولت اپنے پایہ پر کھڑے تھے اور ہر ایک ملک کے بادشاہوں کے ایلچی مبارکباد کی خاطر جو آئے تھے سب ہی حاضر تھے اسوقت میں نے موافق معمول کے اس لعل کو منگوایا۔ جواہر خانہ کا داروغہ لیکر آیا میں ہاتھ میں لیکر تعریف کرنے لگا اور فرنگ کے ایلچی کو دیا۔ اس نے دیکھ کر تبسم کیا اور زمانہ سازی سے صفت کی اسی طرح ہاتھوں ہاتھ ہر ایک نے لیا اور ایک زبان ہو کر بولے قبلہ عالم کے اقبال کے باعث میسر ہوا اور نہ کسی بادشاہ کو آج تک ایسی رقم بے بہا ہاتھ لگی۔ اسوقت میرے قبلہ گاہ کا وزیر ایسی خدمت پر سرفراز تھا اور وزارت کی جوکی پر کھڑا تھا آداب بجالایا اور التماس کیا کہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اگر جان بخشی ہو۔ میں نے حکم کیا وہ بولا قبلہ عالم آپ بادشاہ ہیں بادشاہوں سے یہ بہت بعید ہے کہ پتھر کی اتنی تعریف کریں اگرچہ رنگ ڈھنگ میں لاثانی ہے لیکن سنگ ہے اور اسوقت سب ملکوں کے ایلچی

دربار میں جب اپنے اپنے شہر میں جاویں گے البتہ یہ نقل کریں گے کہ عجیب بادشاہ ہے کہ ایک لعل کہیں سے پایا ہے اسے ایسا تحفہ بنایا ہے کہ ہر روز سر دربار منگاتا ہے اور آپ اس کی تعریف کر کے سب کو دکھاتا ہے پس جو بادشاہ یا راجہ یہ احوال سنے گا اپنی مجلس میں کہے گا خداوند ایک سوداگر نیشاپور میں ہے اس نے بارہ دانے لعل کے کہ ہر ایک سات مثقال کا ہے پٹے میں نصب کر کے کتے کے گلے میں ڈالے ہیں۔ مجھے سنتے ہی غصہ چڑھ آیا اور کھسیانا ہو کر حکم دیا کہ اس وزیر کی گردن مارو۔ جلادوں نے وہیں ہاتھ اس کا پکڑ لیا اور چاہا کہ باہر لے جائیں کہ فرنگ کے بادشاہ کا ایلچی دست بستہ روبرو کھڑا ہوا میں نے پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے اس نے عرض کی امیدوار ہوں کہ تقصیر معاف ہو میں بھی وزیر کی تقصیر سے واقف ہوں میں نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے سے اور بڑا گناہ کیا ہے۔ خصوصاً بادشاہوں کے روبرو اس نے کہا اسکا دروغ ثابت نہیں ہوا جو کچھ عرض کیا ہے سچ ہو بھی بے گناہ کا قتل کرنا درست نہیں میں نے یہ جواب دیا کہ ہرگز عقل میں نہیں آتا کہ ہر ایک تاجر جو نفع کیواسطے شہر بہ شہر اور ملک بملک خراب ہوتا پھرتا ہے اور کوڑی کوڑی جمع کرتا پھرتا ہے بارہ دانے لعل کے جو وزن میں سات سات مثقال کے ہوں کتے کے پٹے میں لگا دے اس نے کہا کہ خدا کی قدرت سے تعجب نہیں۔ شاید کہ بادشاہ ایسے تحفے اکثر سوداگروں اور فقیروں کے ہاتھ آتے ہیں اس واسطے کہ یہ دونوں ہر ملک میں جاتے ہیں اور جہاں سے کچھ پاتے ہیں لے آتے ہیں صلاح وقت یہ ہے کہ اگر وزیر ایسا ہی تقصیر وار ہے تو حکم قید کا ہو اسلئے وزیر بادشاہوں کی نقل ہوتے ہیں اور یہ حرکت سلاطین سے بد نما ہے ایسی بات پر جھوٹ سچ بھی ثابت نہیں ہوا تو حکم قتل کا فرمائیں اور اسکی تمام عمر کی خدمت اور نمک حلالی بھول جائیں۔ بادشاہ سلامت اگلے شہریاروں نے بندی خانے اسی واسطے ایجاد کئے کہ بادشاہ یا سردار اگر کسی پر بر غضب ہوں تو اسے قید کریں کئی دن میں غصہ جاتا رہے گا اور بے تقصیری اسکی ظاہر ہوگی بادشاہ خون ناحق سے محفوظ رہیں گے کہ کل کو روز قیامت

میں ناخوش نہ ہوں گے میں نے جتنا اس کے قائل کرنے کو چاہا۔ اس نے ایسی ہی
معقول گفتگو کی کہ مجھے لاجواب کیا تب میں نے کہا خیر تیرا کہنا بجا ہے بڑا ہوا میں خون
سے اس کے در گذرا لیکن زندان میں مقید رہے گا اگر اس سال کے عرصہ
میں اس کا کہنا راست ہوا کہ ایسے لعل کتے کے گلے میں ہیں معافی ہوگی اور نہیں تو
بڑے عذاب سے مارا جائیگا۔ فرمایا کہ وزیر کو بندی خانہ میں لے جاؤ یہ سنکر
ایلچی نے زمین چومی اور تسلیمات کی جب یہ خبر وزیر کے گھر میں گئی تو وہ واویلا
مچا اور وہ گھر ماتم سرا ہو گیا اس وزیر کی ایک بیٹی تھی برس چودہ پندرہ کی نہایت
خوبصورت اور نوشت و خواند میں درست وزیر اس سے بڑا پیار کرتا تھا چنانچہ
اپنے دیوان خانہ کے پچھواڑے ایک رنگ محل اسکی خاطر بنوا دیا تھا اور لڑکیاں
عہدہ داروں کی اس کی مصاحبت میں تھیں اور خواصیں تھیں خدمت میں
رہتیں ان سے ہنسی خوشی کھیلا کودا کرتی۔ اتفاقاً جس دن وزیر کی محبوس خانہ
میں بھیجا جانیکی خبر ہوئی وہ لڑکی اپنی ہمجولیوں میں بیٹھی تھی اور خوشی سے گڑیا
کا بیاہ رچایا تھا اور ڈھولک پکھالئے ہوئے رات جگے کی تیاری کر رہی تھی
اور کڑھائی چڑھا کر گلگلے اور رحم تلتی تھی کہ ایک بارگی اسکی ماں روتی پیٹتی
سر کھلے ننگے پاؤں بیٹی کے گھر میں گئی اور دوہتڑ اس لڑکی کے مارے اور
کہنے لگی کاش کہ تیرے بدلے خدا مجھ کو اندھا بیٹا دیتا تو میرا کلیجہ ٹھنڈا
ہوتا اور باپ کا رفیق ہوتا۔ وزیر زادی نے کہا اندھا بیٹا تمہارے کس
کام آتا جو کچھ بیٹا کرتا میں بھی کر سکتی ہوں۔ ماں نے کہا خاک تیرے سر پر
باپ پر یہ بپتا بنی کہ بادشاہ کے روبرو کچھ ایسی بات کہدی کہ بندی خانہ میں
قید ہوا۔ اس نے پوچھا وہ کیا بات تھی ذرا میں بھی سنوں۔ تب ماں نے
کہا کہ تیرے باپ نے شاید یہ کہا ہے کہ نیشاپور میں سوداگر ہے اس نے بارہ
عدد لعل بے بہا کتے کے پٹے میں ٹانکے ہیں بادشاہ کو باور نہ ہوا۔ اسے
جھوٹا سمجھا اور اسیر کیا۔ آج کے دن بیٹا ہوتا تو ہر طرح سے کوشش کر کے اس
بات کی تحقیق کر کے اپنے باپ کا قصور معاف کرتا۔ وزیر زادی بولی
اماں جان تقدیر سے لڑا نہیں جانا چاہئے۔ انسان کو چاہئے کہ بلائے ناگہانی میں

صبر کرے اور امید وار فضل الہی کا رہے وہ کریم ہے مشکل کسی کی اٹکی نہیں
رہتی اور رونا دھونا خوب نہیں زیادہ دشمن ہر طرح کی باتیں بادشاہ سے
لگا دیں کہ باعث زیادہ خفگی کا ہو بلکہ جہاں پناہ کے حق میں دعا کرو کہ
ہم اس کے خانہ زاد ہیں وہ ہمارا خداوند ہے۔ وہی غضبناک ہوا ہے وہی
مہربان ہوگا۔ اس لڑکی نے عقلمندی سے ایسی طرح ان کو سمجھایا کہ کچھ صبر و
قرار آیا تب اپنے محل میں جا کر چپکی ہو رہی جب رات ہوئی وزیر زادی نے
دادا کو بلایا اور اس کے پاؤں پڑی منت بہت سی کی اور رونے لگی اور
کہا کہ میں ارادہ رکھتی ہوں کہ اماں جان کا طعنہ مجھ پر نہ رہے اور میرا باپ
مخلصی پاوے جو میرا رفیق تو ہو تو نیشاپور کو چلوں اور تاجر کو جس کے
کتے کے گلے میں ایسے لعل ہوں دیکھ کر جو بن آئے اس کو لے آؤں اور اپنے
باپ کو چھڑاؤں پہلے تو اس مرد نے انکار کیا آخر بہت کہنے سننے سے راضی
ہوا تب وزیر زادی نے کہا چپکے چپکے اسباب سفر کا تیار کر اور جنسی
تجارت کی قدر بادشاہوں کے لائق خرید کر اور غلام و نوکر چاکر جتنے
ضرورت ہوں ساتھ لے لیکن یہ بات کسی پر نہ کھلے۔ لہذا سفر کی تیاری کی
اور چند روز میں نیشاپور میں پہونچی۔ خوشی خوشی سرائے میں جا اتری جب
اپنا اسباب اتار دار رات کو رہی فجر کو حمام گئی اور پوشاک پاکیزہ جیسے روم
کے باشندے پہنتے ہیں پہنی اور شہر کی سیر کے واسطے نکلی جب آتے آتے
چوک میں پہنچی چورا ہے پر کھڑے ہوئی ایک طرف دوکان جوہری کی پڑی کہ
بہت سے مال کا ڈھیر لگا ہے اور غلام لباس فاخرہ پہنے ہوئے دست
بستہ کھڑے ہوئے ہیں اور ایک شخص جو سردار ہے پچاس برس کی عمر ہے
طالع مندوں کی سی خلعت اور نیمہ آستینیں پہنے ہوئے اور کئی مصاحب
باوضع نزدیک اسکے کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں

وزیر زادی جس نے اپنے باپ کو سوداگر بچہ مشہور کیا تھا اسے دیکھ کر
متعجب ہوئی اور دل میں سمجھ کر خوش ہوئی کہ خدا جھوٹ نہ کرے جس سوداگر
کا میرے باپ نے بادشاہ سے ذکر کیا تھا اغلب ہے کہ یہی ہے خدایا اسکا

احوال مجھ پر ظاہر کرے۔ اتفاقاً ایک طرف جو دیکھا تو ایک دوکان ہے اسمیں دو پنجرے آہنی لٹکتے ہیں اور ان دونوں میں دو آدمی قید ہیں ان دونوں کی مجنون کی سی صورت ہے کہ جسم پر استخواں باقی ہے اور سر کے بال اور ناخون بڑھ گئے ہیں سر اوندھائے بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف جو دیکھا تو ایک طرف دوکان میں غالیچے بچھے ہیں ان پر ایک چوکی ہاتھی دانت کی اس پر گدا مخمل کا پڑا ہے ایک کتا جواہر کا پٹہ گلے میں ڈالے اور سونے کی زنجیر سے بندھا ہوا ہے اور غلام خوبصورت اسکی خدمت میں کھڑا ہے ایک مورچھل جڑاؤ دستے کا لئے جھلتا ہے سوداگر نے خوب غور کرکے جو دیکھا تو پٹے میں نگینے کے بارہ دانے لعل کے جیسے سنے تھے موجود ہیں شکر خدا کا کیا اور فکر میں گیا کہ کسی صورت سے ان لعلوں کو بادشاہ کے پاس لیجاؤں اور دکھا کر اپنے باپ کو چھڑاؤں یہ تو اس حیرانی میں تھا اور خلقت چوک کی اور راستہ کی اسکا حسن و جمال دیکھ کر حیران تھی اور ہکا بکا ہو رہی تھی سب آدمی آپس میں چرچا کر رہے تھے کہ آج تک اس شکل کا انسان نظر نہیں آیا اس خواجہ نے بھی دیکھا تو ایک غلام کو بھیجا کہ تو جا کر بمنت اس سوداگر بچہ کو میرے پاس بلا لا میرے پاس وہ غلام آیا اور خواجہ کا پیغام لایا کہ اگر مہربانی فرمائیے تو ہمارا خداوند آپ کا مشتاق ہے چل کر ملاقات کیجئے۔ سوداگر بچہ تو یہی چاہتا تھا بولا کیا مضائقہ ہے۔ جوں ہی خواجہ کے نزدیک آیا اس پر خواجہ کی نظر پڑی ایک برچھی عشق کی سینے میں لگی پتہ و نشان دریافت کیا تو اس نے کہا اس کمترین کا وطن روم ہے اور قدیم سے استنبول زاد ہے۔ میرے قبلہ گاہی سوداگر ہیں اب بسبب پیری کے طاقت سیر و سفر کی نہ رہی اور اس واسطے مجھے رخصت کیا ہے کہ کاروبار تجارت کا سیکھوں آج تک میں نے قدم گھر سے نہ نکالا تھا یہ پہلا ہی سفر درپیش ہے دریا کی راہ سے آیا لیکن اس ملک میں آپ کے اخلاق اور خوبیوں کا جو شور ہے محض صاحب کی ملاقات کی آرزو میں یہاں تک آیا ہوں۔ بارے فضل خدا سے خدمت شریف میں مشرف ہوا اور اس سے زیادہ پایا۔ تمنا دل کی بر آئی خدا سلامت رکھے۔ اب یہاں سے کوچ کروں گا

یہ سنتے ہی خواجہ نے اپنے ہوش و حواس کھو دیئے بولا کہ اے فرزند ایسی بات
مجھے نہ سناؤ کوئی دم غریب خانہ میں کرم فرماؤ۔ یہ تو بتاؤ کہ تمہارا اسباب اور
نوکر چاکر کہاں ہیں۔ سوداگر بچہ نے کہا سرائے میں خواجہ نے کہا ایک مکان تمہارے
واسطے خالی کرائے دیتا ہوں جو کچھ جنس لائے ہو دیکھو ایسی تدبیر کروں گا کہ یہیں
تمہیں بہت سا منافع ملے گا تم بھی خوش ہو گے اور سفر کے حرج مرج سے بچو گے
اور مجھے بھی چند روز رہ کر احسان مند کرو گے سوداگر بچے نے اوپر کے دل
سے عذر کیا لیکن خواجہ نے پذیرا نہ کیا اور اپنے گماشتے کو فرمایا کہ باربردار
جلد بھیجو اور کاروانسرائے سے ان کا اسباب منگوا کر فلانے مکان میں رکھو
اور اس سوداگر بچے نے ایک زنگی غلام ان کے ساتھ کر دیا کہ سب مال و متاع
لدوا کر لے آؤ اور آپ شام تک خواجہ کے ساتھ بیٹھا رہا۔ جب شام کا وقت ہو چکا
اور دوکان بڑھائی خواجہ گھر کو چلا تب دونوں غلاموں میں سے ایک نے
کتے کو بغل میں دبا لیا دوسرے نے کرسی اور عالیچہ اٹھا لیا اور دونوں حبشی
غلاموں نے ان پنجروں کو مزدوروں کے سر پر دھر دیا اور آپ پانچوں ہتھیار
باندھے ساتھ ہو لئے خواجہ سوداگر بچہ کا ہاتھ میں ہاتھ لئے باتیں کرتا حویلی
میں آیا۔ سوداگر بچے نے دیکھا کہ مکان عالیشان لائق بادشاہ امیروں کے
ہے لب نہر فرش چاندی کا بچھا ہے اور مسند کے روبرو اسباب عیش کا چنا ہے
کتے کی صندلی بھی اس جگہ بچھائی اور خواجہ سوداگر بچہ کو لے کر بیٹھا بے تکلف
تو وضع شراب کی کی دونوں پینے لگے اور کھانا بھی آ گیا پہلے ایک خوان میں کھانا
لے کر سرپوش طلائی ڈھانپ کر کتے کے واسطے لے گئے اور ایک دسترخوان
زربفت کا بچھا کر اس کے آگے دھر دیا۔ کتا صندلی سے نیچے اترا جتنا چاہا کھا لیا
اور سونے کی لگن میں پانی پیا پھر چوکی پر جا بیٹھا غلاموں نے رومال سے منہ اسکا
صاف کیا پھر اس طباق اور لگن کو غلام پنجروں کے نزدیک لے گئے اور خواجہ
سے کنجیاں مانگ کر قفل کھولکر ان دونوں انسانوں کو باہر نکالا اور کئی سونٹے
مار کر کتے کا جھوٹا انہیں کھلایا اور وہی پانی پلایا پھر تالیاں بند کر کے خواجہ
کے حوالے کیں جب یہ سب ہو چکا تب خواجہ کے لئے کھانا آیا اور سوداگر بچہ کو

یہ حرکت پسند نہ آئی گھن کھا کر ہاتھ کھانے میں نہ ڈالے ہر چند خواجہ نے منت کی اس نے انکار ہی کیا تب خواجہ نے سبب اسکا پوچھا کہ تم کیوں نہیں کھاتے سوداگر بچے نے کہا کہ یہ حرکت تمہاری مجھے بدنما معلوم ہوئی اس لئے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور کتا نجس العین ہے پس خدا کے بندوں کو کتے کا جوٹھا کھلانا کس مذہب و ملت میں روا ہے۔ فقط یہ غنیمت نہیں جانتے کہ وہ تمہاری قید میں ہیں اور تم برابر ہو اب مجھے شک آیا کہ تم مسلمان نہیں کیا جانوں کون ہو جو کتے کو مانتے ہو مجھے تمہارا کھانا کھانا مکروہ ہے جب تک یہ شبہ دل سے دور نہو خواجہ نے کہا اے بابا جو کچھ تو کہتا ہے میں سب سمجھتا ہوں اور اسی خاطر بدنام ہوں کہ اس شہر کی خلقت نے میرا نام خواجہ سگ پرست رکھا ہے۔ اسی طرح پکارتے ہیں اور مشہور کیا ہے۔ لیکن خدا کی لعنت کافروں پر ہو۔ جیوں کلمہ پڑھا۔ سوداگر بچے کی خاطر جمع کی تب سوداگر بچے نے پوچھا کہ اگر مسلمان ہو تو اسکا باعث کیا ہے کہ ایسی حرکت کر کے اپنے تئیں بدنام کیا ہے۔ خواجہ نے کہا اے فرزند نام میرا بدنام ہے اور دوگونہ محصول شہر میں بھرتا ہوں اس واسطے کہ یہ بھید کسی پر ظاہر نہو جب یہ ماجرا ہے کہ جو کوئی سنے سوائے غم و غصہ کے اسے کچھ حاصل نہو تو بھی مجھے معاف کر کہ نہ مجھ میں قدرت کہنے کی اور نہ تجھ میں طاقت سننے کی رہیگی سوداگر بچے نے اپنے دل میں غور کی کہ مجھے اپنے کام سے کام ہے کیا ضرورت ہے کہ ناحق زیادہ مجبور کرے بولا اگر لائق کہنے کے نہیں ہے تو نہ کہہ کھانے میں ہاتھ ڈالا اور لوالہ اٹھا کر کھانے لگا۔ دو مہینے تک اس ہوشیاری اور عقلمندی سے سوداگر بچے نے خواجہ کے ساتھ گذران کی کہ یہ راز کسی پر نہ کھلا کہ یہ عورت ہے۔ سب یہی جانتے تھے کہ مرد ہے اور خواجہ سے روز بروز ایسی محبت زیادہ ہوئی کہ ایک دم اپنی آنکھوں سے جدا نہ کرتا۔ سوداگر نے یہ موقع غنیمت جان کر کہا۔ مجھے دو مشکلیں پیش آئی ہیں نہ تمہاری خدمت سے جدا ہونے کو جی چاہتا ہے نہ رہنے کا اتفاق یہاں ہو سکتا ہے اب جانا ضرور ہوا لیکن آپ کی جدائی سے امید ہے زندگی کی نظر نہیں آتی۔ یہ سنکر خواجہ بے اختیار رونے لگا کہ ہچکی بندھ گئی اور بولا کہ اے نورچشم ایسی جلدی اپنی اس بوڑھے خاوند

سے سیر ہوئے کہ اسے دلگیر کئے جاتے ہو۔ قصد روانہ ہونیکا دل سے دور کرو
جب تک میری زندگی ہے رہو۔ تمہاری جدائی سے ایک دم جیتا نہ رہوں گا
بغیر اجل کے مرجاؤں گا اور اس ملک فارس کی آب و ہوا موافق ہے بہتر یوں
ہے کہ آدمی معتبر بھیج کر اپنے والد کو مع اسباب یہیں بلا لو جو کچھ سواری بار
برداری درکار ہو میں موجود کر دیتا ہوں۔ جب ماں باپ تمہارے اور گھر بار
سب آئیں۔ سوداگر بچہ نے جواب دیا۔ واقع میں صاحب نے زیادہ باپ سے
میری غمخواری کی کہ میں ماں باپ کو بھول گیا لیکن اس عاصی کے والد نے ایک
سال کی رخصت دی تھی اگر دیر لگاؤں گا تو روتے روتے مرجائیں گے پس رضا
مندی پدر کی خوشنودی خدا کی ہے اگر وہ مجھ سے ناراض ہوں گے تو میں ڈرتا
ہوں کہ شاید دعا بد کریں کہ دونوں جہاں میں خدا کی رحمت سے محروم رہوں اب
آپ کی یہی شفقت ہے کہ بندے کو حکم کیجئے کہ فرمانا قبلہ گاہ کا بجالائے اور
حق پدری سے سبکدوش ہووے اور صاحب کا شکر جب تک دم میں دم ہے ادا کیا
کروں پر ہے اگر اپنے ملک میں جاؤں گا تو ہر دم دل و جان سے یاد کیا کروں گا۔
شاید پھر کوئی ایسا سبب ہو کہ قدمبوسی حاصل کروں۔ غرض سوداگر بچے نے ایسی
ایسی باتیں ودن مرچ لگا کر خواجہ کیں کہ وہ بیچارہ ناچار ہو کر ہونٹ چاٹنے
لگا اور کہنے لگا کہ تجھ کو اپنی جان کی برابر جانتا ہوں پس جب جان چلی جائے تو خالی
بدن کس کام آئے گا اگر تو اسمیں راضی ہے تو خیر سوداگر بچے سے یہ کہہ کر اپنی بھی
سفر کی تیاری کرنے لگا اور گماشتوں کو حکم کیا کہ باربرداری کی فکر جلدی کرو جب
خواجہ کے چلنے کی خبر مشہور ہوئی وہاں کے سوداگروں نے سن کر سب نے تہیہ سفر
کیا۔ خواجہ سگ پرست کے گنج اور جواہر بے شمار نوکر اور غلام بے گنت تھے اور
اسباب شاہانہ بہت ساتھ لیکر شہر کے باہر تنبو اور قنات اور بیے جوبے اور سرا
پردے اور کندے کھڑے کروا کر ان میں داخل ہوا جتنے تجار تھے اپنی اپنی لیاقت
کے موافق مال سوداگری کا لیکر ہمراہ ہوئے اور بجائے خود ایک لشکر ہو گیا ایک دن
جوگنی کو پیٹ دے کر وہاں سے کوچ کیا ہزاروں اونٹوں پر اسباب اور خچروں
پر صندوق نقد اور جواہر کے لاد کر مسلح ہو کر ترکی و عراقی گھوڑوں پر چڑھ کر چلے

سب سے پیچھے خواجہ اور سوداگر بچہ خلعت فاخرہ پہنے سکھپال پر سوار اور ایک تخت بغدادی اونٹ پر رکھا اس پر کتا مسند پر سوتا ہوا اور ان دونوں قیدیوں کو ایک شتر پر بیٹھا دیا اور روزانہ ہوا جس منزل پر پہونچتے سب سوداگر خواجہ کی بارگاہ میں آکر حاضر ہوتے اور دسترخوان پر کھانا کھاتے اور شراب پیتے۔ خواجہ سوداگر بچہ کے ساتھ ہونے کی خوشی میں شکر خدا کا کرتا اور کوچ بکوچ چلا جاتا تھا بارے خیر و عافیت قسطنطنیہ کے نزدیک آپہونچے باہر شہر کے مقام کیا سوداگر بچے نے کہا اے قبلہ اگر رخصت دیجئے تو میں جا کر ماں باپ کو دیکھوں اور مکان صاحب کیواسطے خالی کراؤں۔ جب مزاج میں آئے شہر میں داخل ہوجیے خواجہ نے کہا تمہاری خاطر ہے یہاں۔ پھر سوداگر بچہ رخصت ہو کر اپنے گھر میں آیا تو گھر کے لوگ سب حیران ہوئے کہ یہ مرد گھر میں کون گھس آیا۔ سوداگر بچہ یعنی وزیر زادی اپنی ماں کے پاؤں پر جا گرے اور روئی کہ میں تمہاری جائی ہوں۔ یہ سنتے ہی وزیر کی بیگم گالیاں دینے لگی کہ تو تو بڑی خراب نکلی اپنا منہ تو نے کالا کیا ہم تو تیری جان کو رو پیٹ کر صبر کر چکے تھے وزیر زادی نے سر سے پگڑی اتار کر پھینک دی اور بولی اے اماں جان بری جگہ نہیں گئی۔ کچھ بدکام نہیں کیا مگر مجھے جب تمہارے فرمانے کے بابا کو قید سے چھڑانے کی خاطر یہ سب فکر کی۔ الحمدللہ کہ نیشاپور سے اس سوداگر کو معہ کتے کے جسکے گلے میں وہ لعل پڑے ہیں اپنے ساتھ لائی ہوں اور آپ کی امانت میں خیانت بھی نہیں کی سفر کے لئے مردانہ لباس کیا ہے۔ اب ایک روز کا کام باقی ہے وہ کرکے قبلہ گاہ کو بندی خانہ سے چھڑاتی ہوں اور اپنے گھر میں لاتی ہوں۔ اگر حکم ہو تو پھر جاؤں اور ایک روز باہر رہ کر خدمت میں آؤں جب ماں نے یہ معلوم کر لیا کہ میری بیٹی نے مردوں کا کام کیا ہے تو خوش ہو کر چھاتی سے لگا لیا اور منہ چوما بلائیں لیں اور دعائیں دیں اور رخصت کیا۔ وزیر زادی کوچ کو نکلی ادھر سے اتفاقاً شہر کے نزدیک سوداگر بچہ جاتا تھا اور ادھر سے خواجہ آتا تھا۔ عین راہ میں ملاقات ہوئی۔ خواجہ نے دیکھتے ہی کہا۔ بابا مجھ بوڑھے کو اکیلا چھوڑ کر کہاں گیا تھا۔ سوداگر بچہ بولا آپ سے اجازت

نے کر اپنے گھر گیا تھا آخر ملازمت کے شوق نے وہاں رہنے نہ دیا تو حاضر ہوا
شہر کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک باغ سایہ دار دیکھ کر خیمہ
استاد کیا اور وہیں اترے۔ خواجہ اور سوداگر بچہ باہم بیٹھ کر شراب
کباب کھانے اور پینے میں مصروف رہے جب عصر کا وقت ہوا سیر تماشے
کی خاطر صندلیوں پر بیٹھے اتفاقاً ایک درباری بادشاہی ادھر آنکلا اور شان و
برخوارت دیکھ کر اچنبھے میں ہو رہا اور دل میں کہا شاید ایلچی کسی بادشاہ کا
آیا ہے کھڑا ہوا ان کو دیکھتا رہا خواجہ کے شاطر اسکو آگے بلا لائے اور پوچھا
تو کون ہے اس نے کہا کہ میں بادشاہ کا میر شکار ہوں شاطر نے خواجہ سے
اس کا احوال کہا خواجہ نے ایک غلام کو کہا کہ باز دار سے کہو کہ ہم مسافر ہیں
اگر جی چاہے تو آؤ بیٹھو قہوہ غلیا حاضر ہے۔ جب میر شکار نے سوداگر کا نام
سنا زیادہ تعجب ہوا غلام کے ساتھ خواجہ کی مجلس میں آیا لوازم اور شان و
شوکت اور سپاہ و دولت دیکھے خواجہ اور سوداگر بچہ کو سلام کیا اور
مرتبہ سگ کا دیکھ کر اس کے ہوش جاتے رہے۔ قراول نے نام و نشان
خواجہ کا پوچھا۔ جب رخصت مانگی خواجہ نے کچھ تھان اور تحفے دیکر
رخصت کیا۔ صبح کو جب بادشاہ کے آگے دربار میں حاضر ہوا درباریوں سے
خواجہ اور سوداگر کا حال پوچھا اس نے جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا۔ سننے سے کتے
کے لعل اور آدمی کے پنجرے میں قید ہونے سے مجھے غصہ آیا میں نے فرمایا
یہ مردود تاجر واجب القتل ہے جلادوں کو حکم دیا کہ جلد جاؤ اور اس بے
دین کا سر کاٹ لاؤ۔ ایلچی فرنگی دربار میں حاضر تھا۔ مسکرایا۔ بادشاہ بگڑا۔
اس نے عرض کیا جہاں پناہ کئی باتیں خیال میں آئیں اسلئے فدوی مسکرایا
پہلے تو یہ کہ وزیر سچا ہے اب قید خانہ سے رہائی پائے گا۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ
خون ناحق سے وزیر کے بچے گا۔ تیسرے قبلۂ عالم نے بے سبب سوداگر
کے قتل کا حکم کیا اس بات سے تعجب آیا کہ بے تحقیق ایک بے وقوف کے کہنے
سے ہر کسی کو قتل کا حکم کر بیٹھتے ہیں خدا جانے اس سوداگر کا کیا حال ہے اسے
حضور میں طلب کیجئے اور اسکی واردات پوچھئے اگر تقصیر وار ٹھہرے آپ مختار

ہیں جو مرضی میں آوے اس سے سلوک کیجئے جب ایلچی نے اس طرح سمجھایا
مجھے بھی وزیر کا کہنا یاد آیا فرمایا کہ اسے حضور میں حاضر کیا جائے لہذا اسے
مع اس کے بیٹے کے دربار میں حاضر کیا گیا میں نے اپنے روبرو طلب کیا پہلے
خواجہ اور اس کا پسر آیا دونوں لباس فاخرہ پہنے ہوئے سوداگر بچے تمام
جلال دیکھ کر سب اعلیٰ و ادنیٰ حیران ہو گئے ایک خوان طلائی جواہر
سے بھرا ہوا جس نے سارے مکان کو روشن کر دیا سوداگر بچے کے ہاتھ
میں تھا اس نے میرے تخت کے آگے آ کے رکھا اور آداب و کورنشات بجا
لا کر کھڑا ہو گیا۔ خواجہ نے بھی زمین چومی اور دعا کرنے لگا۔ اس گویائی
سے بولتا تھا گویا بلبل ہزار داستان چہکتا ہے۔ میں نے اسکی لیاقت کو بہت
پسند کیا لیکن عتاب کی رو سے کہا اے شیطان آدمی کی صورت تو نے یہ
کیا جال پھیلایا ہے اور اپنی راہ میں کنواں کھودا ہے تیرا کیا دین ہے تو کس
پیغمبر کی امت میں ہے۔ اگر کافر ہے تو یہ کیا مت ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ اس
نے کہا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہوں اور ان کے بعد حضرت
چار یار اور بارہ امام کو پیشوا جانتا ہوں اور آئین میرا یہ ہے کہ پانچوں وقت
کی نماز پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں حج بھی کر آیا ہوں اور اپنے مال
سے زکوٰۃ دیتا ہوں اور مسلمان کہلاتا ہوں لیکن ظاہر میں یہ سارے عیب جو
مجھ میں بھرے ہیں جن کے سبب سے آپ ناخوش ہیں اور خلق اللہ میں بدنام
ہو رہا ہوں اسکا ایک باعث ہے کہ ظاہر نہیں کر سکتا ہر چند سگ پرست مشہور
ہوں اور مضاعف محصول دنیا وغیرہ سب قبول کیا ہے پر دل کا بھید کسی
سے نہیں کہتا اس بہانے سے میرا غصہ اور زیادہ ہوا۔ میں نے کہا تو مجھے باتوں
میں پھسلاتا ہے میں نہیں ماننے کا جبتک اپنی اس گمراہی کی دلیل معقول
عرض نہ کرے کہ میرے دلنشین ہو تب تک جان سے نہیں بچے گا۔ میں
اسکے قصاص میں تیرا پیٹ چاک کراؤں گا تا کہ سب کو عبرت ہو۔
خواجہ نے کہا اے بادشاہ مجھ کم بخت کے خون سے درگذر کر اور جتنا
مال میرا ہے کہ گنتی اور شمار سے باہر ہے سبکو ضبط کرنے اور مجھے اور میرے

بیٹے کو اپنے تخت سے تصدق کر کے چھوڑ دے اور جان بخشی کر یہ تانے تبسم کر کے کہا۔

اے بیوقوف اپنے مال کا طمع مجھے دیتا ہے۔ سچ بولنے کے سوا اب تیری مخلصی نہیں۔ یہ سنتے ہی خواجہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلنے لگے اور اپنے بیٹے کیطرف دیکھ کر ایک آہ بھری اور بولا میں تو شاید بادشاہ کے روبرو گنہگار ٹھہرا مارا جاؤں گا اب کیا کروں تجھے کس کے حوالے کروں میں نے اسے ڈرانا کہ اے مکار کبن اب عذر بہت کئے جو کہنا ہے جلد کہہ تب تو اس مرد نے قدم بڑھا کر تخت کے پاس آکر پائے کو بوسہ دیا اور صفت و ثنا کرنے لگا اور بولا کہ

اے شہنشاہ اگر حکم قتل میرے حق میں نہ ہوتا تو میں کچھ بھی نہ کہتا لیکن جان کی حفاظت واجب ہے اور ترک واجب کا خلاف حکم خدا کے ہے خیر جو مرضی مبارک یہی ہے تو سرگذشت اس پیر کی سنئے۔

پہلے حکم ہو کہ وہ دونوں قفس جن میں وہ دو آدمی قید ہیں حضور میں لاکر رکھیں۔ جب اپنا احوال کہوں گا اگر کہیں جھوٹ کہتا ہوں تو ان سے پوچھ کر مجھے قتل کیجئے مجھے اسکی یہ بات پسند آئی اور ایسا ہی کیا دونوں پنجروں کو منگا کر اور دونوں آدمیوں کو نکلوا کر خواجہ کے پاس کھڑا کیا۔

خواجہ نے کہا اے بادشاہ یہ جو داہنی طرف ہے یہ غلام کا بڑا بھائی ہے اور جو بائیں طرف ہے یہ منجھلا برادر ہے۔

~~~~~~~~
~~~~~~~~

قصہ خواجہ سگ پرست کا

میں ان دونوں سے چھوٹا ہوں میرا باپ ملک فارس میں سوداگر تھا
جب وہ مرگیا ایک روز ان دونوں بھائیوں نے کہا اب باپ کا مال جو کچھ
ہے تقسیم کر لیں جس کا دل چاہے سو کام کرے۔ میں نے سنکر کہا اے بھائیو
یہ کیا بات ہے میں تمہارا غلام ہوں ایک باپ مرگیا تم دونوں میرے پدر
کی جگہ ہو نان خشک چاہتا ہوں جس سے زندگی بسر کروں اور تمہاری خدمت
میں حاضر رہوں یہ سنکر جواب دیا کہ تو چاہتا ہے اپنے ساتھ ہمیں بھی خراب
اور محتاج کرے میں چپکا ایک گوشہ میں جاکر رونے لگا پھر دل کو سمجھایا کہ
بھائی آخر بزرگ ہیں میری تعلیم کی خاطر چشم نمائی کرتے ہیں کچھ سیکھے اسی فکر میں
سو گیا صبح کو ایک پیادہ قاضی کا آیا اور مجھے دار الشرع میں لے گیا وہاں بھی
میرے بھائیوں نے کہا کہ اگر یہ بات اپنے دل سے کہتا ہے تو ہمیں لا دعوے
لکھ دے کہ باپ کے مال و اسباب سے مجھے کچھ مطلب نہیں۔ میں تب بھی
یہی سمجھا کہ یہ میرے بزرگ ہیں۔ میری نصیحت کے واسطے کہتے ہیں کہ باپ کا
مال لے کر بے جا تصرف میں نہ لائے بموجب ان کے حکم کے فارخطی بمہر
قاضی میں نے لکھ دی یہ راضی ہوئے جب میں گھر میں آیا دوسرے دن
مجھے کہنے لگے اے بھائی یہ مکان جس میں تو رہتا ہے ہمیں درکار ہے تو
اپنے رہنے کا دوسری جگہ انتظام کر۔ تب میں نے دریافت کیا کہ باپ کی
حویلی میں بھی رہنے سے خوش نہیں لاچار ہو کر ارادہ اٹھ جانیکا کیا میرے
پاس کچھ نقدی بھی تھی اس سے کچھ خرید و فروخت کرتا اور میرا باپ ایک
لونڈی میری خاطر ترکستان سے لایا تھا اور ایک گھوڑا اور ایک بچھڑا بھی
لایا تھا وہ بھی مجھے دیا تھا۔ میں نے اپنے پاس سے دانہ گھاس کھلایا آخر انکی
بے مروتی دیکھ کر اسے بیچ کر ایک حویلی خرید کر وہاں جا رہا یہ کتا بھی میرے
ساتھ چلا۔ واسطے ضروریات کے اسباب خانہ داری کا جمع کیا اور

دو غلام خدمت کی خاطر مول لئے اور باقی پونجی سے ایک دکان بازار
میں کر کے توکل پر بیٹھا اپنی قسمت پر راضی تھا اگرچہ بھائیوں نے بدخلقی
کی پر خدا جو مہربان ہوا تین برس کے عرصہ میں ایسی دوکان جمی کہ صاحب
اعتبار ہو گیا سب سرکاروں میں جو تحفہ ضرورت ہوتا میری ہی دوکان
سے جاتا اس پر بہت سے روپے کمائے اور نہایت فراغت سے گذران لگا
ہر دم جناب باری میں شکر ادا کرتا اور آرام سے رہتا اتفاقاً جمعہ کے روز
میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک غلام سودے سلف کو بازار گیا تھا بعد ایک
دم کے روتا ہوا آیا۔ میں نے سبب پوچھا کہ تجھے کیا ہوا خفا ہو کر بولا کہ
تمہیں کیا کام ہے۔ خوشی مناؤ لیکن نہایت قیامت میں کیا جواب دو گے میں
نے کہا اے حبشی کیا ایسی بلا تجھ پر نازل ہوئی اس نے کہا کہ یہ سبب ہے کہ تمہارے
بھائیوں کی چوک کے چوراہے میں ایک یہودی نے مشکیں باندھی ہیں اور
قمچیاں مارتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے روپے تم نہ دوگے تو مارتے مارتے
مار ہی ڈالوں گا بھلا مجھے ثواب تو ہوگا۔ پس تمہارے بھائیوں کی یہ نوبت
اور تم بے فکر ہو۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ لوگ کیا کہیں گے یہ بات غلام سے
سنتے ہی لہو نے جوش مارا ننگے پاؤں بازار کیطرف دوڑا اور غلاموں کو کہا جلد
روپے لیکر آؤ جو میں وہاں گیا دیکھا جو کچھ غلام نے کہا تھا سچ ہے کہ ان کو
مار پڑ رہی ہے۔ حاکم کے پیادوں سے کہا کہ واسطے خدا کے نہ مارو ذرا ٹھہر جاؤ
میں یہودی سے پوچھوں کہ ایسا کیا قصور ہے جس سے یہ سزا دی جا رہی ہے
یہ کہہ کر میں یہودی کے پاس گیا اور کہا کہ آج انکو کیوں مارا جا رہا ہے۔ اس
نے جواب دیا کہ اگر حمایت کرتے ہو تو پوری کرو۔ ان کے عوض روپے حوالے
کرو نہیں تو اپنے گھر کا راستہ لو میں نے کہا کیسے روپے دستاویز نکال روپے
دیتے ہیں اس نے کہا تمسک میں حاکم کے پاس دے آیا ہوں۔ اتنے میں میرے
غلام دو بدرے روپے لیکر آئے۔ ہزار روپے میں نے یہودی کو دیئے
اور بھائی کو چھڑایا ان کی یہ صورت ہو رہی تھی کہ بدن سے ننگے اور بھوکے
پیاسے اپنے ہمراہ گھر میں لایا حمام میں نہلوایا نئی پوشاک پہنائی کھانا کھلا

ہرگز ان سے یہ نہ کہا کہ اتنا مال ماں باپ کا تم نے کیا کیا کہ شاید شرمندہ ہوں
اے بادشاہ یہ دونوں موجود ہیں ان سے پوچھئے کہ سچ کہتا ہوں نا کچھ جھوٹ بھی
ہے جب کئی دن میں مار کی کوفت سے بحال ہوئے ایک روز میں نے کہا اے بھائیو
اب اس شہر میں تم بے اعتبار ہو گئے ہو بہتر یہ ہے کہ چند روز سفر کرو۔ یہ سنکر
چپ ہو رہے میں نے معلوم کیا کہ راضی ہیں سفر کی تیاری کرنے لگا باربرداری
اور سواری کی فکر کرنے لگا اور بیس ہزار روپے کی جنس تجارت کی خریدی کی
ایک قافلہ سوداگروں کا بخارا کو جاتا تھا ان کے ساتھ کر دیا۔ بعد ایک سال
کے وہ کارواں پھر آیا ان کی خبر خبر کچھ نہ پائی آخر ایک آشنا سے قسمیں دیکر
پوچھا اس نے کہا جب بخارا میں گئے ایک نے جوئے میں اپنا تمام مال و اسباب
رکھ دیا اور اب جواریوں کی خدمت کرتے ہیں جواری جو جمع ہوتے ہیں
وہ بطریق خیرات کے کچھ دیتے ہیں تو گذارہ کرتا ہے دوسرا بوزہ فروش
کی لڑکی پر عاشق ہوا اپنا مال سارا صرف کیا اب وہ بوزے خانہ کی ٹہل کرتا
ہے قافلہ کے آدمی اسلئے نہیں کہتے تو شرمندہ ہوگا یہ احوال اس شخص سے
سنکر میری عجیب حالت ہوئی مارے فکر کے نیند بھوک جاتی رہی زاد راہ
لیکر قصد بخارا کا کیا جب وہاں پہونچا دونوں کو ڈھونڈ ڈھانڈ کر اپنے
مکان میں لایا غسل کروایا نئی پوشاک پہنائی اور ان کی خجالت کے ڈر سے
بات منہ پر نہ رکھی۔ پھر مال سوداگری کا ان کے واسطے خریدا اور ارادہ
گھر کا کیا۔ جب نزدیک نیشاپور کے آیا ایک گاؤں میں مع مال و اسباب کے ان
کو چھوڑ کر گھر میں آیا اس لئے کہ میرے آنے کی خبر کسی کو نہو بعد دو دن کے
مشہور کیا کہ میرے بھائی سفر سے آئے ہیں۔ کل ان کے استقبال کی خاطر
جاؤنگا۔ صبح کو چاہا کہ چلوں۔ ایک شخص اس موضع کا میرے پاس آیا اور
فریاد کرنے لگا۔ میں اسکی آواز سنکر باہر نکلا۔ اسے دیکھ کر بولا کیوں زاری
کرتا ہے وہ بولا کہ تمہارے بھائیوں کے سبب سے ہمارے گھر لوٹے گئے
ہیں۔ میں نے پوچھا کیا مصیبت گذری بولا رات کو ڈاکہ آیا ان کا مال و اسباب
لوٹا اور ہمارا گھر بھی لوٹ لے گئے میں نے افسوس کیا اور پوچھا کہ اب وہ

دونوں کہاں ہیں گیا شہر کے باہر ننگے خراب و خستہ بیٹھے ہیں وہیں دو جوڑے کپڑوں کے ساتھ لیکر گیا پہنا کر گھر میں لایا لوگ نہ کہ ان کے دیکھنے کو آتے اور مارے شرمندگی کے باہر نہ نکلتے تھے تین مہینے اسی طرح گذرے تب میں نے اپنے دل میں غور کیا کہ کب تک یہ کونے میں دبکے بیٹھے رہیں گے۔ بنے تو ان کے اپنے ساتھ سفر میں لے جاؤں۔ بھائیوں سے کہا اگر فرمائیے تو فدوی آپکو اپنے ساتھ لے چلوں یہ خاموش ہو رہے پھر میں سفر سوداگری کی تیاری کر کے چلا اور ان کو ساتھ لیا جس وقت مال کی زکوٰۃ دے کر اسباب کشتی پر چڑھایا اور لنگر اٹھایا ناؤ چلی یہ کتا کنارے پر سو رہا تھا جب چونکا اور جہاز کو منجدھار میں حیران ہو کر بھونکا اور دریا میں کودا اور تیرنے لگا میں نے ایک ملاح کو دوڑایا بارے وہ سگ کو لیکر کشتی میں پہنچا۔ ایک مہینہ خیر و برکت سے دریا میں گذرا۔ کہیں منجھلا بھائی میری لونڈی پر عاشق ہوا۔ ایک دن بڑے بھائی سے کہنے لگا کہ چھوٹے بھائی کی منت اٹھانے سے بڑی شرمندگی حاصل ہوئی اسکا تدارک کیا کریں۔ بڑے نے جواب دیا کہ ایک صلاح دل میں ٹھہرائی ہے اگر بن آئے تو بڑی بات ہے آخر دونوں نے مصلحت کر کے تجویز کی کہ اسے مار ڈالیں اور سارے مال و اسباب پر قابض ہوں ایک دن میں جہاز کی کوٹھڑی میں سوتا تھا اور لونڈی پاؤں دباتی تھی کہ منجھلا بھائی آیا اور جلدی سے مجھے جگایا میں چونکا اور باہر نکلا یہ کتا بھی میرے ساتھ ہو لیا دیکھوں تو وہ بڑا بھائی جہاز کی ساڑھ پر ہاتھ ٹیکے دریا کا تماشا دیکھ رہا تھا اور مجھے پکارتا تھا۔ میں نے پاس جا کر کہا خیر تو ہے بولا عجیب طرح کا تماشا ہو رہا ہے کہ دریائی آدمی موتی کی سیپیاں اور مونگے کے درخت ہاتھ میں لئے ناچتے ہیں اگر کوئی ایسی بات خلاف قیاس کہتا تو میں نہ مانتا بڑے بھائی کے کہنے کو راست جانا دیکھنے کو سر جھکایا ہر چند نگاہ کی کچھ نظر نہ آیا وہ یہی کہتا رہا اب دیکھیں کچھ ہو تو دیکھ لوں۔ انہوں نے مجھے غافل پا کر منجھلے نے اچانک آ کر ایسا دھکیلا کہ بے اختیار پانی میں ڈوبا اتنے میں ناؤ بڑھ گئی اور دریا کی لہر مجھے کہیں سے کہیں لے گئی

یکایک کسو چیز پر ہاتھ پڑا آنکھ کھول کر دیکھا کہ یہی کتا ہے شاید جس دم مجھے دریا
میں ڈالا میرے ساتھ یہ بھی کود پڑا اور تیرتا ہوا میرے ساتھ لپٹا چلا میں نے اسکی دم
پکڑ لی اللہ نے اسکو میری زندگی کا سبب کیا سات دن رات یہی صورت گذری آٹھویں
دن کنارے جا لگے طاقت مطلق نہ تھی لیٹے لیٹے کروٹیں کھاتا جوں توں اپنے تئیں خشکی
میں ڈالا ایک دن بے ہوش پڑا رہا دوسرے دن کتے کی آواز کان میں آئی تو ہوش
میں آیا خدا کا شکر بجا لایا۔ ادھر ادھر دیکھنے لگا دور سے سواد شہر نظر آیا لیکن قوت
کہاں ارادہ کروں۔ ناچار دو قدم چلتا پھر بیٹھتا اسی حالت میں شام ہو گئی اور کوس
بھر راہ کاٹی بیچ میں ایک پہاڑ ملا رات کو وہاں پڑ رہا صبح کو شہر میں داخل ہوا۔ جب بازار
میں گیا نان بائی اور حلوائی کی دوکانیں نظر آئیں دل تڑپنے لگا نہ پیسہ پاس کہ خریدوں
اور یہ جی نہ چاہا کہ مفت مانگوں اسی طرح اپنے دل کو تسلی دیتا ہوا کہ اگلی دکان سے
لوں گا چلا جاتا تھا آخر طاقت نہ رہی اور پیٹ میں آگ لگنے لگی نزدیک تھا کہ روح
بدن سے نکلے ناگاہ دو جوانوں کو دیکھا کہ لباس عجم کا پہنے اور ہاتھ پکڑے چلے آتے
ہیں ان کو دیکھکر خوش ہوا کہ یہ اپنے ملک کے انسان ہیں شاید آشنا صورت ہوں
ان سے اپنا احوال کہوں گا جب نزدیک آئے تو میرے دونوں برادر حقیقی تھے دیکھکر
شاد ہوا شکر خدا کا کیا کہ خدا نے لاج رکھ لی کہ غیر کے آگے ہاتھ نہ پسارا نزدیک
جا کر سلام کیا اور بڑے بھائی کا ہاتھ چوما انھوں نے مجھے دیکھتے ہی غل و شور کیا اور
میرے ایک طمانچہ مارا کہ میں لڑکھڑا کر گر گیا بڑے بھائی کا دامن پکڑا کہ شاید یہ
کچھ حمایت کرے گا اس نے بھی لات ماری۔ غرض دونوں نے میری بات نہ پوچھی
اور میرا ہاتھ پکڑ کر کوتوال کے پاس لے گئے یہ کتا بھی ساتھ چلا۔ حاکم سے بھی یہی
کچھ کہا اور بطور رشوت کے کچھ دیکر انصاف چاہا اور خون ناحق کا دعوے کیا حاکم
نے مجھ سے کہا کہ تیری یہ کیا حالت ہے میرے منہ سے کچھ جواب نہ نکلا حاکم کو بھی
یقین ہوا کہ یہ مقرر خونی ہے۔ فرمایا کہ اسے میدان میں لیجا کر پھانسی دے دو میں
نے عرض کی کہ جہاں پناہ میں نے روپے دیکر انکو یہودی سے چھڑایا اسکے بعد انھوں
نے میرے روپے خرچ کئے میری جان لینے کا قصد کیا دونوں حاضر ہیں ان سے پوچھئے
کہ ان میں سر مو تفاوت نہیں۔ خیر مجھے لے گئے جب دار کو دیکھا ہاتھ زندگی سے دھوئے

سوائے اس کتے کے کوئی میرا رونیوالا نہیں تھا اسکی یہ حالت تھی کہ ہر ایک آدمی کے پاؤں پر لوٹتا تھا اور چلاتا تھا کوئی اسے لکڑی اور کوئی اسے پتھر سے مارتا تھا لیکن یہ اس جگہ سے نہیں سرکتا تھا اور میں رو بقبلہ کھڑا ہوا خدا سے کہتا تھا کہ اس وقت تیری ذات کے سوا میرا کوئی نہیں جو میرے کام آوے اور بے گناہ کو بچاوے۔ اگر تو ہی بچاوے تو بچتا ہوں یہ کہکر کلمہ شہادت کا پڑھکر تیور اکر گر پڑا خدا کی حکمت سے اس شہر کے بادشاہ کو قولنج کی بیماری ہوئی امرا اور حکیم جمع ہوکے جو علاج کرتے تھے فائدہ مند نہ ہوتا تھا ایک بزرگ نے کہا سب سے بہتر یہ دوا ہے کہ محتاجوں کو خیرات کرو اور بندی والوں کو آزاد کروادو۔ ایسی دعا میں بڑا اثر ہے وہیں بندی خانہ کیطرف بادشاہی چیلے دوڑے اتفاقاً ایک اس میدان میں آنکلا۔ اژدھام دیکھ کر معلوم کیا کہ کسی کو سولی چڑھاتے ہیں یہ سنتے ہی اس نے گھوڑے کو نزدیک لاکر تلوار سے طناب کاٹ دیں حاکم پیادوں کو ڈانٹا اور ہدایت کی کہ ایسے وقت میں بادشاہ کی یہ حالت ہے تم خدا کے بندے کو قتل کرتے ہو اور مجھے چھوڑ دیا تب یہ دونوں بھائی پھر حاکم کے پاس گئے اور میرے قتل کیواسطے کہا۔ اس شہر سے باہر ایک کوس پر ایک پہاڑ تھا حضرت سلیمان کے وقت میں ایک کنواں تنگ و تاریک اس میں کھودا تھا اسکا نام زندان سلیمان رکھا تھا جس پر بڑا غضب بادشاہ ہوتا اسے وہاں محبوس کرتا وہ خود بخود وہاں مرجاتا۔ القصہ رات کو چپکے سے یہ دونوں بھائی اور کوتوال کے سپاہی مجھے اپنے ساتھ اس پہاڑ پر لے گئے اور اس غار میں ڈالکر اور اپنی خاطر جمع کرکے پھر آئے بادشاہ یہ کتا میرے ساتھ چلا گیا جب مجھے کنوئیں میں گرادیا تب یہ اسکی مینڈھ پر لیٹ رہا میں اندر بیہوش پڑا تھا ذرا سکت آئی تو میں نے اپنے تئیں مردہ خیال کیا اور اس مکان کو گور سمجھا اس میں دو شخصوں کی آواز کان میں پڑی کہ کچھ آپس میں باتیں کرتے ہیں یہی معلوم کیا کہ منکر نکیر ہیں مجھ سے سوال کرنے آئے ہیں اتنے میں سرسراہٹ رسی کی سنی جیسے کسی نے لٹکائی ہیں حیرت میں تھا زمین کو ٹٹولا تو ہڈیاں ہاتھوں میں آگئیں۔ میں نے پوچھا کہ اے خدا کے بندو تم کون ہو خدا کیواسطے بتاؤ وہ ہنسے اور بولے یہ زندان سلیمان ہے اور ہم قیدی ہیں میں نے ان سے پوچھا

کیا میں جیتا ہوں۔ پھر ہنسے اور کہا اب تک تو زندہ ہے اب تک تو زندہ ہے اب مریگا۔ میں نے کہا تم کیا کھاتے ہو مجھے بھی تھوڑا سا دو۔ تب ناراض ہو کر جواب دیا کہ کچھ نہیں وہ کھا پی کر سو رہے۔ میں ضعف و ناتوانی کے غش میں پڑا رہتا تھا اور خدا کو یاد کرتا تھا۔ قبلہ عالم سات دن دریا میں اور اتنے دن بھائیوں کے بہتان کے سبب دانہ پانی میسر نہ آیا علاوہ کھانے کے مار پیٹ کھائی اور ایسے زنداں میں پھنسا کہ صورت رہائی کی مطلق خیال میں نہ آتی تھی آخر جان کندنی کی نوبت پہونچی کبھی دم آتا کبھی نکل جاتا۔ لیکن کبھی کبھی آدھی رات کو ایک شخص آتا اور رومال میں روٹیاں اور صراحی پانی کی ڈوری میں باندھ کر لٹکا دیتا اور پکارتا اور وہ دونوں آدمی جو میرے ساتھ محبوس تھے لے لیتے اور کھا لیتے یہ طریقہ میں کتے نے جو دیکھا تو عقل دوڑائی کہ جس طرح روٹیاں پہونچاتا ہے میں بھی کوئی ڈھنگ ایسا اختیار کروں کہ جو میرے مالک ہے اسے کچھ فائدہ پہونچے یہ سوچ کر کتا شہر میں گیا اور ایک حلوائی کے دوکان پر کلچے دھرے تھے ایک کلچہ منہ میں لیا اور بھاگا لوگ پیچھے دوڑے اور ڈھیلے مارتے تھے لیکن اس نے کلچہ نہ چھوڑا آدمی تھک کر واپس ہو گئے شہر کے کتے پیچھے لگے ان سے بھی لڑتا بھڑتا روٹی کو بچاکے اس چاہ پر آیا اور زندان کو اندر ڈال روز روشن تھا روٹی کو اپنے پاس پڑا ہوا دیکھ اور کتے کی آواز سنی کلچے کو اٹھا لیا پھر کتا پانی کی تلاش کی تلاش میں چلا کسی گاؤں کے کنارے ایک بڑھیا کی جھونپڑی تھی ٹھلیا اور بدھنا پانی سے بھرا ہوا دھرا تھا اور پیر زن چرخی کاتتی تھی کتا کوزہ کے نزدیک گیا اور چاہا کہ لوٹے کو اٹھائے۔ عورت نے ڈانٹا اس کے منہ سے چھوٹا گھڑا پر گرا۔ گھڑا چھوٹا باقی باسن لڑھکے پانی بہہ چلا بڑھیا لکڑی لیکر مارنے کو اٹھی یہ سگ دامن میں اس کے لپٹ گیا پھر اس کے پاؤں پر منہ ملنے لگا دم ہلانے لگا اور پہاڑ کی طرف دوڑا گیا پھر اس کے پاس کبھی رسی اٹھاتا کبھی ڈول منہ میں پکڑ کر دکھاتا اور منہ اس کے قدموں پر رگڑتا اور آنچل چادر کا پکڑ کر کھینچتا۔ خدا نے اس عورت کے دل میں رحم دیا کہ ڈول رسی کو لیکر اس کے ہمراہ چلی یہ اس کا آنچل پکڑ کر گھر سے باہر ہو کر آگے آگے

ہو لیا آخر اسکو پہاڑ پر لے آیا عورت کے جی میں کتے کی اس حرکت سے الہام
ہوا کہ اسکا مالک ضرور اس غار میں گرفتار ہے شاید اسکی خاطر پانی چاہتا ہے
غرض پھر زن کو لئے ہوے غار کے منہ پر آیا عورت نے لوٹا پانی کا بھر کر رسی
سے لٹکایا میں نے باسن لے لیا اور نان کا ٹکڑا کھایا دو تین گھونٹ پانی پیا۔
اس پیٹ کے کتے کو راضی کیا غرض اسی طرح یہ کتا کرتا رہا اس طرح چھ مہینے
گذر گئے لیکن جو آدمی ایسے زندان میں رہے کہ دنیا میں ہوا اسکو نہ لگے اسکا
کیا حال ہوگا۔ سوا پوست و استخوان کے کچھ نہ باقی رہا زندگی وبال ہوگئی جی
میں آتا کہ یا الہی یہ دم نکلے تو بہتر ہے ایک روز کو وہ دونوں قیدی سوتے
تھے میرا دل امنڈا بے اختیار رونے لگا اور خدا کی درگاہ میں ناک گھسنی
کرنے لگا۔ پچھلے پہر دیکھتا ہوں کہ خدا کی قدرت سے ایک رسی غار میں لٹکی
اور آواز سمجھ میں آئی کہ اے کم بخت بد نصیب ڈوری کا سرا اپنے ہاتھ میں مضبوط
باندھ اور یہاں سے نکل۔ میں نے سن کر دل میں خیال کیا کہ آخر بھائی مجھ پر مہربان
ہو کر لہو کے جوش سے آپ ہی نکالنے آئے ہیں اور نہایت خوشی سے میں باہر
آیا۔ جب اس نے کہا جلد آ یہاں کھڑے ہونیکی جگہ نہیں مجھ میں طاقت تو نہ تھی
پر مارے ڈر کے لڑھکتا پڑتا پہاڑ سے نیچے آیا دیکھوں تو دو زین بندھے گھوڑے
کھڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھے ایک پر سوار کیا اور ایک پر آپ بیٹھ گیا اور آگے
بڑھ گیا جاتے جاتے دریا کے کنارے پہنچا صبح ہوگئی اس شہر سے دس بارہ کوس
نکل آئے اور پھر اس جوان کو دیکھا کہ میری طرف غضب کی نظروں سے دیکھ رہا
ہے اور ہاتھ اپنا دانتوں سے کاٹ کر تلوار میان سے کھینچی اور گھوڑے کو
جست کر کے مجھ پر چلائی میں نے اپنے تئیں گھوڑے پر سے گرا دیا اور رونے لگا
کہ میں بے قصور ہوں مجھے کیوں قتل کرتا ہے۔ اے صاحب مروت ایسے زندان
سے تو نے نکالا اب یہ بے مروتی کیا ہے اس نے کہا سچ کہہ تو کون ہے۔ میں نے
جواب دیا کہ مسافر ہوں ناحق کی بلا میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ تمہارے رحم سے
جیا ہوں۔ اور بہت باتیں خوشامد کی کیں کہیں خدا نے اس کے دل میں رحم
ڈالا شمشیر کو غلاف میں کیا اور بولا خیر جو چاہے خدا سو کرے جانبری بخشی کی

جلدی سوار ہو یہاں توقف کا موقعہ نہیں۔ گھوڑوں کو تیز کیا اور چلے راہ میں افسوس کھاتا اور پچھتاتا جاتا تھا ظہر کے وقت ایک جزیرے میں جا پہونچے۔ وہاں گھوڑے سے اترا مجھے بھی اتارا اور گھوڑوں کو چرنے کو چھوڑ دیا اپنی بھی کمر سے ہتھیار کھول ڈالے اور بیٹھ کر مجھ سے بولا اے بدنصیب اب اپنا احوال کہہ تو معلوم ہو کہ تو کون ہے میں نے اپنا نام و نشان بتایا اور جو کچھ کیفیت بیتی تھی اس سے آخر تک کہی اس جوان نے جب میری سرگذشت سنی تو وہ بھی رونے لگا اور مخاطب ہوا کہ اے جوان اب میرا ماجرا سُن

قصہ ملک زیرباد کی رانی کا

میں کنیا زیرباد کے دیس کے راجہ کی ہوں اور وہ گبرو جو زندان سلیمان میں قید ہے اسکا نام بہرمند ہے۔ میرے پتا کے منتری کا بیٹا ہے ایک روز مہاراجہ نے آگیا دی سو جتنے راجہ اور کنور ہیں میدان میں آکر تیراندازی اور چوگان بازی کریں۔ جب کسب ہر ایک کا ظاہر ہو میں رانی کے ناطے جو میری ماتا تھیں اٹاری پر اچھپل میں بیٹھی تھیں اور دائیاں اور سہیلیاں حاضر تھیں اور تماشہ دیکھتی تھیں یہ دیوان کا پوت سب میں سندر تھا اور گھوڑے کو کاوا دیکر کسب کرتا تھا اس روز سے میں اس پر عاشق ہوگئی اور سوچا کہ کسی ڈھب سے اسکو بلانا چاہئے جب اس کو یہ خبر ہوئی تو وہ بھی مجھے چاہنے لگا بہت سے دن اسی عشق و محبت میں کٹے ایک روز چوکیداروں نے ہتھیار باندھے محل میں آتے دیکھا اور اسکو پکڑ کر راجہ سے کہا۔ اس نے اسکے قتل کا حکم کیا ارکان دولت نے کہہ سنکہ جان بخشی کروائی تب راجہ نے فرمایا کہ اسے زندان سلیمان میں ڈالدو اور دوسرا جوان جو اسکے ساتھ اسیر ہے اسکا دوست ہے اس رات کو وہ بھی اسکے ساتھ تھا دونوں کو اس کنوئیں گروادیا آج تین برس ہوگئے کہ پھنسیں ہیں مگر کسی نے نہیں دریافت کیا کہ وہ جوان راجہ کے گھر میں کیوں آیا تھا بھگوان نے میری پت رکھی شکرانے کے بدلے میں نے اپنے اوپر لازم کیا ان اور جل اسکو پہونچایا کروں جب سے اٹھوارے میں ایکدن آتی ہوں اور آٹھ دن کا آذوقہ اکٹھا دے جاتی کل کی رات سپنے میں دیکھا کہ کوئی مانش کہتا ہے شتابی اٹھ اور گھوڑا جوڑا اور نقد

خرچ کیو اسطے لیکہ چلی اور اس بیچارے کو وہاں سے نکال یہ سنکر میں چونک پڑی
اور تلملا ہو کر مردانہ بھیس کیا اور اشرفیاں لیکر وہاں گئی کہ کمند سے اسے کھینچ لوں
کرم میں تیرے لکھا تھا کہ ایسی قید سے اس طرح چھٹکارا پاوے اور میرے اس کرتب
سے محروم کوئی نہ تھا۔ شاید وہ کوئی دیوانہ تھا کہ تیری مخلصی کی خاطر مجھے بھجوایا خیر جو
میرے بھاگ میں تھا سو ہوا۔ یہ کہتا کہکر پوری کچوری بانس کا سالن انگو چھے
سے کھولا میں نے ناشتہ کیا اور بعد ایک ساعت کے میرے تئیں لنگی بندھوا کر
دریا میں لے گئی۔ قینچی سے میرے سر کے بال کترے ناخن لئے نہلا دھلا کر کپڑے
پہنے۔ نئے سر سے آدمی بنایا دوگانہ شکرانے کا ادا کرنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوا
وہ پوچھنے لگی یہ لیے کیا کام کیا میں نے کہا جس خالق نے سارے خلقت کو پیدا کیا اور
تجھ سے محبوب سے میری خدمت کروائی اور تیرے دل کو مجھ پر مہربان کیا یہ اسکا
شکر ادا کیا یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئی اور کہا مجھے بھی مسلمان کرو۔ میں نے الحمد اللہ پڑھا
کہ یہ ہمارے دین کی شریک ہوئی غرض میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھوایا وہاں
سے گھوڑوں پر سوار ہو کر ہم دونوں دن کو چلتے رات کو اترتے اور ذکر دین و ایمان
کا کرتے اسی طرح دو مہینے تک چلتے رہے۔ آخر ایک ولایت میں پہونچے کہ درمیان رجد
و غیر آباد اور سراندیپ کی تھی ایک شہر نظر آیا کہ آبادی میں استنبول سے بڑا اور آب و
ہوا بہت خوش تھی بادشاہ اس شہر کا کسرا سے زیادہ عادل تھا وہیں ٹھہرے اور
ایک حویلی خرید کر بود و باش مقرر کی۔ جب کئی دن میں رنج سفر سے آسودہ ہو وہ
کچھ اسباب ضروری درست کر کے اس بی بی کو موافق شرع محمدی کے نکاح کر کے رہنے
لگا۔ تین سال میں وہاں کے اکابر و اصاغر سے مل جل کر اعتبار بہم پہونچایا اور یہ
تجارت کا ٹھاٹھ پھیلایا اور سوداگروں سے بھی رسوخ ہو گیا ایک دن میں وزیر اعظم
کی خدمت میں سلام کے لئے چلا ایک میدان میں کثرت خلق اللہ کی دیکھی کسی سے پوچھا
کہ یہاں کیوں اژدحام ہے معلوم ہوا کہ دو شخصوں کو زنا اور چوری کرتے پکڑا ہے
اور شاید خون بھی کیا ہے ان کو سنگسار کرنے لائے ہیں مجھے سنتے ہی اپنا احوال
یاد آیا کہ ایک دن مجھے بھی اسی طرح سولی چڑھانے کیلئے گئے تھے خدا نے بچا لیا۔ آیا
یہ کون ہیں کہ ایسی بلا میں گرفتار ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ راست ہے یا میری طرح سے

تہمت ہے بھیڑ کو چیر کر اندر گھسا دیکھا تو وہی میرے دونوں بھائی ہیں ان کی
صورت دیکھتے ہی خون نے جوش مارا اور کلیجہ جلا محصلوں کو ایک مٹھی اشرفیاں
دیں اور کہا ایک ساعت توقف کرو اور وہاں سے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر
حاکم کے گھر گیا اور ایک دانہ یاقوت بے بہا کا نذر کیا اور ان کی شفاعت کی حاکم
نے کہا ایک شخص ان کا مدعی ہے ان کے گناہ ثابت ہو چکے ہیں مجبور رہوں بہت
خوشامد سے حاکم نے مدعی کو بلوایا اور پانچہزار روپے پر راضی کیا کہ وہ مدعی دعوے
خون کا معاف کرے میں نے روپے گن دیئے اور لادعوے لکھوا لیا اور اس بلا
سے خلاصی دلوائی وہ دونو بھائی سر نیچے کئے ہوئے شرمندہ کھڑے تھے۔ اسی طرح
تین سال تک ان کی خاطرداری میں گذرے اور ان سے بھی کوئی حرکت بد واقع نہوئی
کہ باعث رنجیدگی کا ہوئے۔ جب میں کہیں جاتا تو یہ گھر میں رہتے۔ اتفاقاً وہ بی بی
ایک دن حمام کو گئی تھی جب دیوان خانہ میں آئی کوئی مرد نظر نہ پڑا اس نے برقعہ
اتارا شاید یہ منجھلا بھائی جاگا دیکھتے ہی عاشق ہوا بڑے بھائی سے میرے مارڈالنے
کو کہا اور باہم صلاح کی میں اس حرکت سے خبردار نہ تھا۔ دل میں کہتا الحمدللہ اس
مرتبہ اتبک انہوں نے ایسی بات نہ کی اب ان کی وضع درست ہو گئی اسی درمیان
میں انہوں نے اپنا ارادہ وطن کو چلنے کا کیا میں بھی رضا مند ہو گیا تو وہ عاقلہ بی بی
بولی کہ یہ دونوں بھائی تمہاری جان کے دشمن ہیں تم سانپ آستین میں پالتے ہو اور
ان کی دوستی کا بھروسہ رکھتے ہو جو جی چاہے سو کرو لیکن ان سے خبردار رہو۔
تھوڑے عرصہ میں تیاری سفر کی کی اور ساعت دیکھکر روانہ ہوئے لیکن بھائیوں
کی طرف سے میں ہوشیار رہتا اور ہر صورت سے ان کی فرمانبرداری کرتا ایک روز
ایک منزل میں منجھلے بھائی نے مذکور کیا کہ یہاں سے تھوڑی دور ایک چشمہ جاری
ہے اور میدان میں خودرو نرگس و گلاب پھولا ہے یہ مقام عجیب فرحت اور سیر کا
ہے اگر اپنا اختیار ہوتا تو کل وہاں جا کر تفریح کرتے ماندگی رفع ہوتی بولا کہ
صاحب مختار ہیں فرمایئے تو کل کے دن مقام کریں اور وہاں چلکر سیر کریں تو حکم
ہو کہ کل سیر کریں گے جب صبح ان دونوں برادروں نے کپڑے پہن کر کمر باندھ کر
مجھے یاد دلایا کہ جلد چلیئے اور سیر کیجئے میں نے سواری مانگی بولے کہ پیادے میں لطف ہے

وہ سواری میں نہیں دو غلاموں نے قلیان اور قہوہ دان لیا اور ساتھ ہو لیے راہ بے
تیر اندازی کرنے چلے جاتے تھے جب قافلے سے دور نکل گئے ایک غلام کو انہوں نے
کسی کام کو بھیجا دوسرے کو اسکے بلانے کو رخصت کیا۔ کم بختی جو آئی تو بہرے سنہ میں جیسے
کسی نے مہر لگا دی ہے۔ جو وہ چاہتے تھے سو کہتے تھے میں بے آگاہ ساتھ رہ گیا بہت دور
نکل گئے نہ چشمہ نظر آیا نہ گلزار نگہ ایک میدان پر خار تھا وہاں مجھے پیشاب آیا میں
پیشاب کرنے بیٹھا اپنے پیچھے چمک تلوار کی دیکھی مڑ کر دیکھوں تو بڑے بھائی صاحب
نے مجھ پر تلوار ماری کہ سر دو پارہ ہوا جب بولا کہ اے ظالم مجھے کیوں مارتا
ہے بڑے بھائی صاحب نے تلوار لگائی دونوں زخم کاری لگے بیہوش ہو کر گرا تب
بے رحموں نے بخاطر جمع میرے تئیں زخمی کیا اور لہو لہان کر دیا یہ کتا میرا احوال
دیکھ کر ان پر بھونکا اس کو بھی گھائل کیا بعد اس کے اپنے ہاتھوں سے اپنے بدن
میں زخم دا کے نشان کئے اور سر و پا برہنہ قافلہ میں گئے کہا حرامیوں نے اس میدان
میں ہمارے بھائی کو شہید کیا اور ہم بھی لڑ بھڑ کر زخمی ہوئے جلدی کر وہیں تو سب
کو لوٹ لیں گے۔ قافلہ کے لوگوں نے بدوؤں کا نام جو سنا دہل گئے گھبرا کر بدحواس
ہوئے اور کوچ کیا اور چل نکلے میرے قبیلہ نے سلوک اور خوبیاں ان کی سنی تھیں
اور مجھ سے جو دعائیں کیں تھیں یہ واردات ان کاذبوں سے سنکر جلد خنجر سے ہلاک
اپنے تئیں کیا۔ اے درویش اس خواجہ سگ پرست نے جب اپنی کیفیت اور مصیبت اس
طرح سے کہی سنتے ہی مجھے بے اختیار رونا آیا وہ سوداگر کہنے لگا قبلۂ عالم اگر بے ادبی
نہ ہوتی تو برہنہ ہو کر اپنا تمام بدن ملاحظہ کراتا ارکان دولت جتنے تھے سب رونے
لگے پھر خواجہ بولا کہ بادشاہ سلامت جب یہ بھائی اپنی دانست میں میرا کام تمام
کر چکے اور چلے گئے ایک طرف میں ایک طرف یہ سگ میرے نزدیک زخمی پڑا تھا لہو
اتنا بدن سے نکلا کہ مطلق طاقت اور ہوش باقی نہ رہا کیا جانوں کہ دم کہاں اٹک
رہا تھا کہ جیتا تھا۔ جس جگہ میں پڑا تھا یہ ولایت سراندیپ کی شروع سرحد کی تھی
اس کے قریب اس شہر میں بڑا بت خانہ تھا اور وہاں کے بادشاہ کی ایک
بیٹی بہت حسینہ تھی۔۔

قصہ سراندیپ شہزادی کا

نہایت قبول صورت صاحب جمال اکثر بادشاہ اور شہزادی کے عشق میں خراب تھے وہاں رسم حجاب کی نہ تھی اسلئے وہ لڑکی تمام دن ہمجولیوں کے ساتھ سیر و شکار کرتی پھرتی تھی۔ وہاں سے نزدیک ایک شاہی باغ تھا اس روز بادشاہ سے اجازت لیکر اسی باغ میں آئی تھی۔ سیر کی خاطر اس میدان میں پھرتی آنکلی کئی خواصیں بھی ساتھ سوار تھیں جہاں میں پڑا تھا آئیں میرا کراہنا سنکر پاس کھڑی ہوئیں پھر مجھے اس حالت میں دیکھ کر بھاگیں اور شہزادی سے کہا کہ وہاں ایک مرد اور کتا لہو میں شور بور پڑا ہے ان سے یہ سنکر ملکہ میرے سر پر آئی افسوس کھا کہ کہا دیکھو تو کچھ جان باقی ہے دائیوں نے کہا ابھی تو جیتا ہے۔ تو فرمایا اس کو باغ میں لے چلو وہاں ایک جراح کو بلا کر علاج کی خاطر بہت کچھ تاکید کی اس جراح نے سارا بدن میرا پونچھ کر خاک و خون سے پاک کیا اور اچھی طرح زخموں کو ٹانکے دیئے مرہم لگایا اور بید مشک کا عرق پانی کے بدلے میرے حلق میں چوایا ملکہ آپ میرے سرہانے بیٹھی رہتی اور میری خدمت کرتی اور تمام دن رات میں کچھ شوربا شربت اپنے ہاتھ سے پلاتی جب مجھے ہوش آیا تو دیکھا ملکہ بڑے افسوس سے کہتی ہے کہ کس ظالم نے تجھ پہ یہ ستم کیا بڑی ہبت سے بھی نہ ڈرا بعد دس روز کے عرق اور شربت اور معجون کی مدد سے میں نے آنکھ کھولی دیکھا تو اکھاڑا آس پاس جمع ہے ملکہ سرہانے کھڑی ہے ایک آہ بھری اور چاہا کچھ حرکت کروں طاقت نہ پائی بادشاہ زادی مہربانی سے بولی کہ جمع خاطر رکھ اور گلاب پاش سے گلاب چھڑکا بیس دن کے عرصہ میں زخم بھر آئے اور ان کو اچھا دیکھ کر ملکہ کو خوشی ہوئی۔ ملکہ ہمیشہ رات کو جب سب سو جاتے میرے پاس آتی غرض ایک چلہ میں میں نے غسل کیا اور بادشاہزادی نے نہایت خوش ہو کر حجام کو انعام بہت سا دیا اور مجھکو پوشاک پہنوائی۔ خدا کے فضل سے اور خبر گیری اور سعی ملکہ سے نہایت فربہ ہوا اور کتا بھی فربہ ہو گیا۔ ملکہ ہر روز مجھے شراب پلاتی اور باتیں

سنتی اور خوش ہوتی میں ایک آدھ نقل یا کہانی کہکر اس کے دل کو بہلاتا ایکدن پوچھنے لگی کہ اپنا احوال تو بیان کرو تم کون ہو اور یہ واردات تم پر کیونکر ہوئی میں نے اپنا ماجرا اول سے آخر تک کہہ سنایا وہ سنکر رونے لگی اور بولی کہ اب میں تجھ سے ایسا سلوک کروں گی کہ اپنی ساری مصیبت بھول جائے گا میں نے کہا خدا تمہیں سلامت رکھے تم نے نئے سرے سے میری جان بخشی کی ہے۔ اب میں تمہارا ہو رہا ہوں واسطے خدا کے اسی طرح ہمیشہ مجھ پر اپنی مہربانی کی نظر رکھو۔ غرض تمام رات اکیلی میرے پاس بیٹھی رہتی اور صحبت رکھتی جبکہ ملکہ اٹھ جاتی اور میں تنہا ہوتی طہارت کر کے کونے میں چھپ کر نماز پڑھتا۔ ایکدن ایسا اتفاق ہوا کہ ملکہ اپنے باپ کے پاس گئی تھی، میں اطمینان سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگا کہ اچانک شاہزادی دائی سے کہتی ہوئی آئی کہ دیکھیں تو عجمی اسوقت کیا کر رہا ہے سوتا ہے یا جاگتا ہے مجھے مکان پر جو نہ دیکھا تعجب میں ہوئی کہ ایں یہ کہاں گیا کسی سے کچھ لگاؤ تو نہیں لگایا۔ کونے دیکھنے لگی اور تلاش کرنے لگی۔ آخر جہاں میں نماز ادا کر رہا تھا وہاں آ نکلی۔ اس لڑکی نے کبھی نماز کاہے کو دیکھی تھی چپکی کھڑی دیکھتی رہی اور بولی کیا آدمی سودائی ہو گیا ہے۔ یہ حرکت کیا کرتا ہے میں سنکر ڈرا ملکہ آگے آنکہ پوچھنے لگی کہ اے عجمی یہ تو کیا کرتا ہے کچھ جواب نہ دے سکا دایہ نے کہا مجھے یہ معلوم ہوتا ہے یہ آدمی مسلمان ہے اور ان دیکھے خدا کو پوجتا ہے۔ ملکہ نے سنتے ہی ماتھے پر ہاتھ مارا اور بہت غصہ ہوئی کہ میں کیا جانتی تھی کہ یہ ترک ہے اور بتوں سے منکر ہے تب ہی ہمارے بت کے غضب میں پڑا ہے۔ میں نے ناحق اسکی پرورش کی اور اپنے گھر میں یہ کہتی ہوئی چلی گئی میں یہ سنتے ہی بدحواس ہوا کہ دیکھئے اب کیا سلوک کرے۔ مارے خوف کے نیند اچاٹ ہو گئی۔ صبح تک بے اختیار رویا کیا اور آنسو سے منہ دھویا کیا تین روز اسی خوف میں گذرے ہرگز آنکھ نہ جھپکی تیسری شب ملکہ شراب کے نشہ میں مخمور اور دائی کو ساتھ لئے میرے مکان پر آئی۔ غصہ میں بھری ہوئی اور تیر و کمان ہاتھ میں لئے باہر چمن کے کنارے بیٹھی دائے سے شراب کا پیالہ منگا کر پیا اور کہا کہ وہ عجمی جو ہمارے بت کے قہر میں گرفتار ہے مرا یا جیا

دائی نے کہا ابھی کچھ دم باقی ہے بولی کہ وہ ہماری نظروں سے گرا۔ دائی نے مجھے پکارا۔ میں نے دیکھا کہ ملکہ کا چہرہ مارے غصہ کے تمتما رہا ہے روح غالب میں نہ رہی۔ سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔ غضب کی نگاہ سے مجھے دیکھ کر دائی سے بولی اگر میں اس دین کے دشمن کو تیر سے ماروں تو میرا بت معاف کریگا یا نہیں یہ مجھ سے بڑا گناہ ہوا ہے کہ میں نے اسے اپنے گھر میں اسکی خاطرداری کی دائی نے کہا بادشاہزادی کی کیا تقصیر ہے کہ یہ دشمن جان کر نہیں رکھا تم نے اس پر ترس کھایا تم کو نیکی کے عوض نیکی ملیگی۔ یہ اپنی بدی کا مزہ تیرے بت سے پائیگا سنکر کہا۔ اسے بیٹھنے کو کہو۔ دائی نے مجھے اشارہ کیا بیٹھ جا میں بیٹھ گیا اور ملکہ نے ایک جام اور پیا اور دائی سے کہا اس کم بخت کو بھی ایک پیالہ دے تو آسانی سے مارا جائیگا۔ دائی نے جام دیا میں نے بے عذر پیا اور سلام کیا ہرگز میری طرف نگاہ نہ کی جب مجھے سرور ہوا کچھ شعر پڑھنے لگا۔

وہ سنکر مسکرائی۔ دائی سے بولی کیا تجھے نیند آئی ہے دائی نے مرضی پاکر کہا ہاں۔ وہ رخصت پاکر جہنم واصل ہوگئی۔ بعد ایکدم کے ملکہ نے پیالہ ایک مجھ سے مانگا میں جلدی بھر کر روبرو لے گیا۔ ایک ادا سے میرے ہاتھ سے لیکر پی لیا تب میں قدموں پر گر پڑا ملکہ نے ہاتھ مجھپر جھاڑ اور کہنے لگی کہ اے جاہل ہمارے بڑے بت میں کیا برائی ہے۔ جو تو غائب خدا کی پرستش کرتا ہے۔ میں نے کہا انصاف شرط ہے۔ غور فرمائیے کہ بندگی کے لائق وہ خدا ہے کہ جس نے ایک قطرہ پانی سے تمسا محبوب پیدا کیا اور یہ حسن و جمال دیا کہ ایک آن میں ہزاروں انسانوں کے دلوں کو دیوانہ کر ڈالو۔ بت کیا چیز ہے کہ کوئی اس کی پوجا کرے ہم مسلمان ہیں کہ جس نے ہمیں بنایا ہے ہم اسے پوجتے ہیں ان کے واسطے دوزخ ہے اور ہمارے لئے بہشت ہے اگر بادشاہزادی ایمان ہمارے خدا پر لائے تب اسکا مزہ پائے اور حق و باطل میں فرق کرے اور اپنے اعتقاد کو غلط سمجھے بارے ایسی ایسی نصیحت سنکر اس سنگدل کا دل ملائم ہوا خدا کے فضل و کرم سے رونے لگی اور کہا اچھا مجھے بھی مسلمان کر اور اپنا دین سکھا میں نے کلمہ تلقین کیا اس نے تصدیق دل پڑھا اور استغفار کر کے مسلمان ہوگئی تب میں اس کے پاؤں

پڑا وہ صبح تک کلمہ پڑھتی رہی اور استغفار کرتی رہی۔ پھر کہنے لگی ہیں نے تمہارا دین قبول کیا لیکن ماں باپ کا خوف ہے ان کا کیا علاج۔ میں نے کہا تمہاری بلا سے جو جیسا کرے گا ویسا پائیگا بولی کہ مجھے چچا کے بیٹے سے منسوب کیا ہے۔ اور وہ بت پرست ہے کل کو خدا نخواستہ بیاہ ہوا اور وہ کافر مجھ سے ملے اور اسکا نطفہ میرے پیٹ میں ٹھہرے تو بڑی قباحت ہے اسکی فکر ابھی سے کرنے چاہئے کہ اس بلا سے نجات پاؤں۔ میں نے کہا تم بات تو معقول کہہ رہی ہو جو مزاج میں آئے سو کہو۔ بولی کہ اب میں یہاں نہ رہوں گی۔ میں نے پوچھا کس صورت سے بھاگو گی۔ جواب دیا کہ پہلے تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ مسلمانوں کے ساتھ سرائے میں جا رہو تاکہ تم پر گمان نہو میں نے ایسا ہی کیا اس جدائی میں فقط وصل کی توقع پر جیتا تھا جب اسی طرح مجھے دو مہینے ہو گئے تو میں نے دائی کے پاس جا کر کہا اے اماں تجھ سے رخصت ہونے آیا ہوں اب وطن کو جا رہا ہوں اگر تیری توجہ سے ایک نظر ملکہ کو دیکھ لوں تو بڑی مہربانی ہو۔ بارے دائی نے قبول کیا میں نے کہا میں رات کو فلاں مقام پر کھڑا رہوں گا بولی اچھا میں یہ کہہ کر سرا میں آیا۔ صندوق اور بچھونے اٹھا کر جہاز میں لایا اور ناخدا کو سونپ دیا اور کہدیا کل فجر کو اپنی کنیز کو لیکر آؤں گا ناخدا بولے جلد آئیو صبح ہم لنگر اٹھا دیں گے جب رات ہوئی اس مقام پر جہاں دائی سے وعدہ کیا تھا جا کھڑا ہوا پہر رات گئے محل کا دروازہ کھلا اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ایک پیٹی جواہرات کی لئے باہر نکلی اور پٹاری میرے حوالے کی اور ساتھ ہولی صبح ہوتے ہی کنارے دریا کے جا پہونچے ایک اگنبوٹ پر سوار ہو کر جہاز پر جا اترے بہ حرفا کتا بھی ساتھ تھا جب صبح ہوئی لنگر اٹھایا اور روانہ ہوئے اور بخاطر جمع چلے جاتے تھے ایک بندرگاہ سے آواز توپوں کی آئی سب حیران اور فکرمند ہوئے جہاز کو لنگر کیا اور آپس میں چرچا ہونے لگا کہ شاہ بندر کیا دغا کرے گا اور توپ چھوڑنیکا کیا مطلب ہے اتفاقاً سب سوداگروں کے پاس خوبصورت لونڈیاں تھیں شاہ بندر کے خوف سے کہ مبادا چھین لے سب نے کنیزوں کو صندوق میں بند کیا میں نے بھی ایسا ہی کیا کہ اپنی شہزادی کو صندوق میں بٹھا کر قفل لگا دیا۔

اس عرصہ میں شاہ بندر ایک کنارے پر مع نوکر چاکر جہاز پر آیا شاید اس کے آنے کا یہ سبب تھا کہ بادشاہ کو دائی کے مرنے اور ملکہ کے غائب ہونیکی خبر معلوم ہوئی۔ مارے غیرت کے اسکا تو نام لیا نہیں مگر شاہ بندر کو حکم کیا کہ میں نے سنا ہے کہ عجمی سوداگروں کے یہاں لونڈیاں خوب خوب ہیں۔ سو میں شاہزادی کے لئے لینا چاہتا ہوں۔ تم ان کو روک کر جتنی لونڈیاں جہاز میں ہوں حاضر کرو کہ انہیں دیکھ کر جو پسند آئیگی اسکی قیمت دیدی جائے گی نہیں تو واپس کر دیجائے گی بموجب حکم بادشاہ کے شاہ بندر خود جہاز پر آیا اور میرے نزدیک ایک اور شخص تھا اس کے پاس بھی ایک لونڈی قبول صورت صندوق میں بند تھی شاہ بندر کو اسی کے آدمیوں نے ناؤ پر چڑھایا تھا اور خود شاہ بندر جب صندوق پر بیٹھا تھا اس کے مالک سے ہنستے ہوئے پوچھا کہ تیرے پاس بھی تو لونڈی تھی اس احمق نے کہا کہ آپ کے قدموں کی قسم میں نے ہی یہ کام نہیں کیا سبھوں نے تمہارے ڈر سے لونڈیاں صندوقوں میں چھپائی ہیں۔ شاہ بندر نے یہ بات سنکر سب صندوقوں کا معائنہ کیا میرا بھی صندوق کھولا اور ملکہ کو نکالکر سب کے ساتھ لے گیا۔ عجب طرح کا دکھ اور مایوسی ہوئی کہ یہ ایسی حرکت پیش آئی کہ تیری جان مفت میں گئی اور ملکہ سے دیکھئے کیا سلوک کرے۔ اسکی فکر میں اپنی بھی جان کا ڈر بھول گیا سارا دن خدا سے دعا مانگتا رہا جب شام ہوئی سب لونڈیاں کشتی پر سوار کر کے واپس کر گئے اور سوداگر خوش ہوئے کہ ان سب کی کنیزیں آگئیں مگر ایک ملکہ ان میں نہ تھی۔ میں نے پوچھا کہ میری نہیں آئی اسکا کیا سبب ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم شاید بادشاہ نے پسند کی ہو سب سوداگر مجھے تسلی اور دلاسا دینے لگے کہ خیر جو ہوا سو ہوا تو کڑھ مت اسکی قیمت ہم سب دیں گے میرے حواس باختہ ہو گئے میں نے کہا کہ اب میں عجم نہیں جانیکا کشتی والوں سے کہا مجھے بھی لے چلو۔ وہ کنارے پر لے آئے میں جہاز سے اتر کر غراب میں آبیٹھا۔ یہ کتا بھی میرے ساتھ تھا جب بندر میں پہنچا ایک صندوقچہ جواہر کا جو ملکہ اپنے ساتھ لائی تھی اسے تو رکھ لیا اور سب اسباب شاہ بندر کے نوکروں کو دیا اور میں اس جاسوسی میں ہر کہیں پھرنے لگا کہ شاید خبر ملکہ کی پاؤں لیکن سراغ نہیں ملا۔ اور نہ سبب معلوم ہوا اسی طرح بادشاہ کے پاس بھی گیا لیکن

کچھ خبر نہ ملی۔ قریب ایک مہینے کے شہر کے کوچے اور محلے چھان مارے اور اس غم سے اپنے تئیں قریب ہلاکت پہنچا اور سودائی سا پھرنے لگا آخر اپنے دل میں خیال آیا کہ غالب ہے شاہ بندر کے گھر میں میری شاہزادی ہو۔ اس خیال سے میں چپکے سے چور محل میں گیا۔ عورتوں کے لباس میں ہر طرف دیکھنے بھالنے لگا ایک مکان سے آواز میرے کان میں آئی کہ جیسے کوئی مناجات کر رہا ہے کہ صدقہ اپنے رسول اور اسکی آل کا مجھے اس کفرستان سے نجات دے اور جس نے مجھے اسلام کی راہ بتائی ہے اسے خیریت سے ملا۔ یہ دیکھ کر میں اسکے پاس گیا۔ ملکہ نے مجھے گلے لگایا ہم دونوں پر ایکدم بے ہوشی کا عالم ہو گیا جب ہوش میں آئے میں نے کیفیت ملکہ سے پوچھی بولی جب شاہ بندر سب لونڈیوں کو کنارے پر لے گیا میں نے خدا سے دعا مانگی کہ کہیں میرا راز فاش نہ ہو اور میں پہچانی نہ جاؤں اور میری جان پر آفت نہ آئے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہرگز کسی نے یہ دریافت نہ کیا کہ یہ ملکہ ہے۔ شاہ بندر ایک ایک کو بنظر خریداری دیکھتا تھا جب میری باری آئی مجھے دیکھا اور پسند کیا اور اپنے گھر میں بھیج دیا اوروں کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا میرے باپ نے جب ان میں مجھے نہ دیکھا سب کو رخصت کیا یہ سب کچھ میرے واسطے کیا تھا اب یوں مشہور کیا ہے کہ بادشاہزادی بہت بیمار ہے جب میرا کچھ پتہ نہ ملیگا تو میرے مرنیکی خبر مشہور ہو جائے گی اس سے بادشاہ کی بدنامی نہ ہوگی۔ مگر روزانہ شاہ بندر اپنے ساتھ سونے کو بلاتا ہے ابتک میں رضامند نہیں ہوئی ہوں۔ یہ سوچ لیا ہے کہ اگر اس نے زیادہ تنگ کیا تو ایک روز جان دونگی۔ مگر میری سمجھ میں ایک بات آتی ہے اگر تو کر سکوں تو بتاؤں میں نے کہا فرماؤ سو بجا لاؤں۔ ملکہ نے کہا تو بڑے بت خانہ میں جا اور جس جگہ جوتیاں اتارتے ہیں وہاں ایک ٹاٹ پڑا رہتا ہے اس ملک کی رسم ہے کہ جو کوئی مفلس اور محتاج ہو جاتا ہے اس جگہ وہ ٹاٹ اوڑھ کر بیٹھتا ہے اور وہاں پر جو لوگ پوجا کو جاتے ہیں۔ موافق اپنے مقدور کے اسے دیتے ہیں جب دو چار دن میں مال جمع ہو جاتا ہے تو ایک خلعت بڑے بت کی سرکار سے دے کر اسے رخصت کرتے ہیں وہ تونگر ہو کر چلا جاتا ہے کوئی نہیں معلوم کرتا کہ یہ کون ہے تو بھی جا کر اس ٹاٹ کے نیچے بیٹھ اور ہاتھ منہ خوب چھپائے رکھ اور کسی سے نہ بول بعد تین روز کے برہمن اور بیت

پرست ہرچند خلعت دیکر رخصت کریں تو وہاں سے نہ اٹھے جب نہایت منت کریں
تو بولیو کہ مجھے روپیہ کچھ درکار نہیں فریاد کو آیا ہوں اگر براہمنوں کی ماتا میری
فریاد کو سنے تو بہتر نہیں تو بڑا بت میرا انصاف کرے گا اور اس ظالم سے یہی مرا
بت میری فریاد کو پہونچے گا۔ جب تک براہمنوں کی ماتا تیرے پاس نہ آئے بہتیرا
کوئی منائے تو راضی نہ ہو مجبور ہو کر وہ خود تیرے پاس آئے گا وہ بہت بوڑھی
ہے اسکی عمر دو سو برس کی ہے اور ۳۶ بیٹے اسکے جنے ہوئے بت خانہ میں رکھے ہیں
اس سبب سے اس کا اتنا بڑا حکم ہے کہ جتنے چھوٹے بڑے اس ملک کے ہیں اسکو ماں
کہتے ہیں اور جو وہ فرماتی ہے بسر و چشم مانتے ہیں۔ اسکا دامن پکڑ کر کہو اے مائی
اگر مجھ منظلوم مسافر کا انصاف نہ کریگا تو میں بڑے بت کی خدمت میں ٹکر یا ماروں گا
آخر وہ رحم کھا کر تجھ سے حال پوچھے گی اسوقت تو کہنا کہ میں مسافر ہوں میری جابی
میرے ساتھ آئی تھی وہ جوان ہے اور صورت شکل میں بھی اچھی ہے معلوم نہیں شاہ
بندر نے اسے کیوں مجھ سے بزور چھین کر اپنے گھر میں ڈال لیا اور ہم مسلمانوں کا یہ قاعدہ
ہے کہ جو نامحرم عورت کو ان کی دیکھے یا چھین لے تو واجب ہے کہ اس کو جس طرح ہو مار
ڈالیں اور اپنی جورو کو لے لیں اور نہیں تو کھانا پینا چھوڑ دیں۔ کیونکہ جب تک وہ
جیتا رہے خاوند پر حرام ہے اب یہاں ناچار ہو کر آیا ہوں۔ دیکھیے اب آپ کیا انتظام
کرتی ہیں۔ جبکہ ملکہ نے یہ سب پڑھا دیا میں رخصت ہوا اور اسی دن صبح بت خانہ
کی طرف گیا اور ٹاٹ کو اوڑھ کر بیٹھا۔ تین روز میں اتنا روپیہ اور اشرفی اور کپڑا
میرے نزدیک جمع ہوا کہ انبار لگ گیا چوتھے دن مجھے رخصت کرنے لگے میں نے
دہائی بڑے بت کی دی۔ میں مالدار ہونے نہیں آیا بلکہ انصاف کیلئے بڑے بت
کے پاس آیا ہوں جب تک اپنی مراد نہ پاؤں گا یہاں سے نہ جاؤں گا وہ سن کر اس
پیر زال کے روبرو گئے اور میرا احوال بیان کیا بعد اس کے ماتا نے مجھے بلایا میں
وہی ٹاٹ اوڑھے ہوئے اسکے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں ایک بوڑھی سیاہ پوش
تکیہ لگائے اور دو لڑکے دس بارہ برس کے ایک داہنے ایک بائیں شان و شوکت
اور تحمل سے بیٹھی ہے مجھے آگے بلایا میں ادب سے آگے گیا اور تخت کے پائے کو بوسہ
دیا پھر اسکا دامن پکڑ لیا اس نے میرا احوال پوچھا میں نے اسی طرح سے جس طور سے

ملکہ نے بتایا یا تھا ظاہر کیا یہ سنکر بولی کہ مسلمان اپنی استریوں کو اوجھل میں رکھتے ہیں
میں نے کہا جی ہاں تمہارے بچوں کی خیر ہو یہ ہماری رسم قدیم ہے۔ بولی کہ تیرا اچھا
مذہب ہے میں ابھی حکم کرتی ہوں کہ شاہ بندر مع تیری جورو کے آکر حاضر ہوتا ہے
اپنے لوگوں سے پوچھنے لگی کہ شاہ بندر کون ہے اسکی کیا مجال ہوئی کہ بیگانی عورت
کو چھین لیا۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہے یہ سنکر ان دونوں لڑکوں کو حکم دیا
کہ جلدی مانس کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور میں جاؤ اور کہو کہ ماتا فرماتی ہے کہ حکم
بڑے بت کا یہ ہے کہ شاہ بندر آدمیوں پر ظلم کرتا ہے۔ اس غریب کی عورت کو
چھین لیا ہے یہ سب سنکر بادشاہ کے پاس گئے بادشاہ کو خبر ہوئی ننگے پاؤں استقبال
کی خاطر نکل آیا اور ان کے بڑے مان مہنت کئے اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور پوچھا
آج کیونکر تکلیف فرمانا ہوا۔ ان دونوں برہمن بچوں نے ماں کی طرف سے جو کچھ
سن آئے تھے کہا اور بڑے بت کی خفگی سے ڈرا دیا۔ بادشاہ نے یہ سنتے ہی فرمایا
بہت خوب اور اپنے نوکروں کو حکم کیا کہ شاہ بندر کو مع اس عورت کے جلد
حضور میں حاضر کریں تو میں قصور اسکا تجویز کر کے سزا دوں۔ یہ سنکر میں اپنے دل
میں گھبرایا کہ یہ بات اچھی نہ ہوئی اگر شاہ بندر کے ساتھ ملکہ بھی آئی تو پردہ فاش
ہو گا اور میرا کیا حال ہو گا۔ دل میں نہایت خوفزدہ ہو کر خدا کی طرف رجوع ہوا
لیکن میرے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور بدن کانپنے لگا۔ لڑکوں نے میرا
یہ رنگ دیکھکر دریافت کیا کہ یہ حکم اسکی مرضی کے خلاف ہوا بادشاہ کو جھڑک
کر بولے کہ تو دیوانہ ہوا ہے جو فرمانبرداری سے بڑے بت کی نکلا اور ہمارے
بچن کو جھوٹ جانا ہم نے تجھے حکم پہونچا دیا اب نوجوان اور بڑا بت جانے اس کہنے
سے بادشاہ کی عجیب حالت ہوئی کہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور سر سے پاؤں تک
رعشہ جاری ہو گیا۔ جتنے امرا حاضر تھے ایک منہ ہو کر بدگوئی شاہ بندر کی کرنے
لگے کہ ایسا ہی حرامزادہ ہے اور پاپی ہے کہ حضور میں بادشاہ کی کیا عرض کریں
جو کچھ برہمنوں کو ماتا نے کہلا بھیجا ہے درست ہے اسواسطے کہ حکم بڑے بت کا ہے۔
یہ دروغ کیونکر ہو گا۔ بادشاہ نے جب سبکی زبانی ایک ہی بات سنی اپنے کہنے
پر بہت خجل ہوا۔ جلد ایک خلعت پاکیزہ مجھے دے اور ایک حکم نامہ اپنے ہاتھ سے

لکھکر اسپر دستخط مہر کر میرے حوالے کیا اور ایک رقعہ برہمنوں کی ماتا کو لکھا اور ان کو رخصت
کیا میں بخوشی بتخانہ میں آیا اور اس بڑھیا کے پاس گیا بادشاہ کا جو خط آیا تھا
اسکا یہ مضمون تھا القاب کے بعد بندگی و عجز و نیاز لکھکر موافق حکم حضور کے اس
مرد مسلمان کو خدمت شاہ بندر کی مقرر ہوئی اور خلعت دی گئی اب یہ اس کے
قتل کرنے کا مختار ہے اور سارا مال اسکا اسکے ترکہ کا ہوا جو چاہے سو کرے امید
وار ہوں کہ میرا قصور معاف ہو۔ برہمنوں کی ماتا نے خوش ہو کر فرمایا کہ بت
خانہ میں نوبت بجے اور پانچ سپاہی میرے ہمراہ کر دیئے اور حکم کیا کہ بندر میں
جا کر شاہ بندر کو گرفتار کر کے اس مسلمان کے حوالے کر دیں جس طرح اسکا جی
چاہے اسے مارے یا چھوڑے۔ اس عزیز کی محلسرا کی حفاظت ہو اور مال و
خزانہ کو اس کے سپرد کر دیں۔ جب یہ بخوشی رخصت کرے نور سیدہ اور صافی نامہ
اس سے لیکر پھر آئیں اور ایک سراپا بزرگ بت سرکار سے میرے تئیں دیکر سوار
کروا کر رخصت کیا جب میں نے جا کر شاہ بندر کو اطلاع کرائی وہ حیران بیٹھا تھا
کہ میں نے دیکھتے ہی شاہ بندر کی گردن پر ایک ہاتھ تلوار کا مارا کہ اسکا سر الگ
جا پڑا وہاں کے گماشتے خزانچی داروغہ کو پکڑوا کے سب دفتر ضبط کئے اور
محل میں داخل ہوا ملکہ سے ملاقات ہوئی۔ آپس میں گلے ملکر روئے اور خدا کا
شکر کیا۔ میاں اسکے اس نے میرے آنسو پونچھے پھر باہر مسند پر بیٹھکر اہلکاروں
کو خلعتیں دیں اور اپنی اپنی خدمتوں پر تعینات کیا نوکر اور غلاموں کو سرفرازی
کی وہ لوگ جو جہاز سے میرے ساتھ آئے ہوئے تھے ہر ایک کو انعام دے کر
رخصت کیا اور جواہر بیش قیمت اور تھان لوبانی وغیرہ اور ان سب لوگوں کو
ساتھ لیکر ایک ہفتہ میں بتخانہ میں آیا اور ماتا کے آگے بطور پیشکش کے جواہرات
رکھے اس نے ایک خلعت سرفرازی کی مجھے بخشی اور بادشاہ کے پاس پہنچی تو کہا
جو شاہ بندر نے کیا تھا اس کی سزا اس کو مل گئی جب بادشاہ نے سنا بہت پریشان
جب بادشاہ کے حضور سے باہر آیا تو شاگرد پیشوں کو اور اہلکاروں کو انعام کچھ
دیکر راضی کیا کہ سب میرا کلمہ پڑھنے لگے غرض بہت چین اور آرام کے ساتھ
اپنی ملکہ سے عقد باندھ کر رہنے لگا اور خدا کی بندگی کرنے لگا اتفاق سے جب

رعیت پرجا خوش تھے۔ مہینے میں ایک مرتبہ بادشاہ کے حضور میں آتا بادشاہ
روز بروز سرفرازی فرماتا تا آخر مصاحبت میں مجھے داخل کیا نہایت بے فکری
سے زندگی گذرنے لگی ان دونوں بھائیوں کا دل مجھ سے خوش ہوگا۔ کچھ عرصہ
کے بعد ایک قافلہ سوداگروں کا ملک زیرباد سے اس بندر میں آیا وہ سب قصد
عجم کا رکھتے تھے انھوں نے یہ چاہا کہ دریا کے راستہ سے اپنے ملک کو جائیں
وہاں کا قاعدہ یہ تھا کہ جو کاروان آتا اس کا سردار سوغات و تحفہ ہر ایک
ملک کا میرے پاس لاتا اور نذر گذرانتا دوسرے روز میں اسکے مکان پر جاتا
اور بروانگی کا کوچ کی دیتا۔ اسی طرح وہ سوداگر زیرباد کے بھی میرے پاس
آئے اور بے بہا پیشکش لائے دوسرے دن ان کے خیموں میں گیا تو دیکھا
دو آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور خوان سر پر اٹھائے میرے روبرو لاتے
ہیں بعد ملاحظہ کرنے کے پھر لیجاتے ہیں اور بڑی محنت سے خدمت کر رہے ہیں
میں نے خوب پہچان کر جو دیکھا تو یہی دونوں میرے بھائی ہیں اسوقت بغیرت
نے چاہا کہ اسی طرح خدمت گذاری کرنے دوں جب میں گھر کو چلا آدمیوں کو
کہا کہ ان دونوں شخصوں کو لے آؤ وہ لے آئے اور انکو لباس پوشاک
بدلوائی اور ان کو میں نے اپنے پاس رکھا ان بدذاتوں نے پھر میرے مارنیکا
منصوبہ کر کے ایک روز آدھی رات کو سب کو غافل پا کر چوروں کی طرح میرے
سرہانے آ پہونچے۔ میں نے اپنی جان کے ڈر سے چوکیداروں کو دروازہ پر
رکھا تھا اور یہ کتا وفادار میری چارپائی کی پٹی سے بندھا تھا جونہی انھوں
نے تلوار میان سے نکالی پہلے کتے نے بھونک کر حملہ کیا ان کی آواز سے
سب لوگ جاگ پڑے میں بھی چونکا آدمیوں نے ان کو پکڑا اب انکو لعنت
ملامت کرنے لگے اب میرے دل میں سمائی کہ انکو قید کروں اگر بندی
خانہ میں رکھوں تو ان کا کون خبرگیراں رہے گا۔ بھوک پیاس سے مر جائیں
گے اسواسطے پنجرے میں رکھا ہے کہ ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہیں اس
کتے کی عزت اور نمک حلالی کی کیا تعریف کروں۔ میری یہ سرگذشت تھی جو حضور
میں عرض کی۔ میں نے یہ سنکر اس جوان باایمان پر آفرین کی اور تیری مروت

میں خلل نہیں بعد ان کی بے حیائی میں کوئی شک نہیں۔ اسکے بعد میں حقیقت بارہ لال کی
جو اس کتے کے پٹے میں تھے پوچھی۔ خواجہ بولا بادشاہ کی صد و بیست سال کی عمر ہوا اسی
بندر میں جہاں میں حاکم تھا بعد تین چار سال کے ایک روز بالاخانہ پر محل کے بیٹھا تھا
اور ہر طرف دیکھتا تھا ناگاہ ایک طرف جنگل میں شاہ راہ نہ تھی دو آدمیوں کی تصویر
سی نظر آئی دوربین سے دیکھا کہ عجیب قسم کے انسان دکھائی دیئے چوبداروں کو ان
کے بلانے کیواسطے کہا معلوم ہوا کہ ایک عورت ہے اور ایک مرد جب وہ آئے تو
عورت کو محلسرا میں بھیج دیا مرد کو دیکھا تو ایک جوان بائیس برس کا داڑھی
مونچھ کا آغاز ہے لیکن دھوپ سے اس کے چہرے کا رنگ کالے توے کا
سا ہے اور سر کے بال اور ہاتھوں کے ناخن بڑھ کر بن مانس کی صورت بن
رہا ہے اور ایک لڑکا تین چار برس کا کاندھے پر اور آستین کرتے کی بھری
ہوئی ہیکل کیطرح گلے میں ڈالے عجب صورت اور عجب وضع اس کی دیکھی۔
میں نے نہایت حیران ہو کر پوچھا اے عزیز تو کون ہے اور کس ملک کا باشندہ
ہے اور کیا تیری حالت ہے وہ جوان بے اختیار رونے لگا کہ ہم بھوکے ہیں مدت
سے نباس پتیاں کھا کر گذار رہے ہیں۔ یہ سن کر میں نے ان کے واسطے کھانا منگوایا
وہ کھانے لگا اتنے میں خواجہ سرا محل سے کئی تھیلیاں ان کے قبیلے کے پاس سے لے آیا
میں نے سب کو کھانا کھلوایا اور تھیلیوں کو کھلوا کر دیکھا کہ ایک ایک دانہ ان کا خراج
سلطنت کا کہنا چاہئے۔ ایک سے ایک انمول نادر تمام مکان میں ان کے کھولنے
سے چاندنا ہو گیا جب اس نے ایک جام پیا اور دم لیا حواس بجا ہوئے تب میں
نے پوچھا کہ یہ پتھر تجھے کہاں سے ملے۔ جواب دیا کہ میرا وطن ولایت آذربائجان
ہے میرا باپ سوداگر پیشہ تھا ہمیشہ سفر ہندوستان اور چین اور روم و فرنگ کا
کرتا جب میں دس برس کا ہوا۔ باپ ہندوستان کو چلا مجھے اپنے ساتھ لے جانے
کو کہا ہر چند والدہ نے کہا کہ یہ ابھی لڑکا ہے لائق ابھی سفر دریا کے نہیں ہوا والد
نے نہ مانا اور روانہ ہوئے جب ہندوستان پہونچے کچھ جنس وہاں اور وہاں کی
سوغات لیکر زیربادہ کے ملک کو گئے وہاں بھی خرید و فروخت کر کے جہاز پر سوار
ہوئے کہ جلدی وطن پہونچیں بعد ایک مہینے کے ایک آندھی اور طوفان آیا اور

بارش موسلا دھار برسنے لگی اور ساتھ ہی زمین و آسمان دھواں دھار ہو گیا اور بھنور جہاز کی ٹوٹ گئی۔ ناخدا سر پیٹنے لگا دس دن تک ہوا جدھر چاہتی لے جاتی گیارھویں دن ایک پہاڑ سے ٹکر کھا کہ جہاز پرزے پرزے ہو گیا یہ نہ معلوم ہوا کہ باپ اور نوکر اور اسباب کہاں گیا میں نے اپنے تئیں تختہ پر دیکھا اور چوتھے دن کنارے پر جا لگا اس پر سے اتر کر کسی نہ کسی طرح زمین پر پہنچا دور سے گھمسان نظر آنے لگا بہت سے آدمی وہاں جمع تھے لیکن سب سیاہ فام اور برہنہ مجھ سے بولے لیکن میں ان کی زبان مطلق نہ سمجھا۔ ان میں سے ایک شخص میرے نزدیک آیا اور ادھر ادھر دکھلانے لگا۔ میں نے تھوڑے چنے اکھاڑے اور اس راہ پر چلنے لگا میں وہ چنے کھاتا چلا جاتا تھا بعد چار دن کے ایک قلعہ نظر پڑا میں پاس گیا تو اس کو دیکھا بہت بلند تمام پتھر کا دروازہ ایک سنگ کا تراشا ہوا ایک قفل انسان کا نشان نہ تھا وہاں سے آگے بڑھا ایک ٹیلہ دیکھا کہ اسکی خاک سفیدہ کی طرح سیاہ تھی۔ اس کے بعد ایک شہر نظر پڑا جس کے ایک طرف دریا تھا۔ جاتے جاتے دروازہ پر گیا اور بسم اللہ کہہ کر قدم اندر رکھا ایک شخص کو دیکھا پوشاک اہل فرنگ کی پہنے ہوئے کرسی پر بیٹھا ہے جونہی اس نے مجھے دیکھا اور میرے منہ سے بسم اللہ سنی پکارا کہ آگے آؤ میں نے جا کر سلام کیا نہایت مہربانی سے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے کہا آؤ کھانا کھاؤ میں نے تھوڑا کھانا کھایا اور بے خبر ہو کر سو یا جب رات ہو گئی آنکھ کھلی منہ ہاتھ دھویا پھر مجھے کھانا کھلایا اور کہا اے بیٹا اپنا احوال کہہ۔ جو مجھ پر گذرا تھا سب کہہ سنایا۔ تب وہ بولا کیوں آیا میں نے دق ہو کر سوچا کہ شاید یہ دیوانہ ہے۔ میں نے کہا خدا نے مجھے پہنچایا ہے تو کہتا ہے کہ کیوں آیا کہنے لگا اب آرام کر کل جو کہنا ہے کہوں گا۔ جب صبح ہوئی بولا کوٹھڑی میں پھاوڑا اور چھلنی اور توبڑا پڑا ہے اسے باہر لے آ میں نے دل میں کہا خدا جانے روٹی کھلا کر کیا محنت مجھ سے لیگا ناچار نکالکر اس کے روبرو لایا تب اس نے فرمایا کہ اس ٹیلے پر جا اور ایک گز کے موافق گڑھا کھود وہاں سے جو کچھ نکلے اسے چھلنی میں چھان لے جو نہ چھن سکے اسے توبڑے میں بھر لے اور میرے پاس لا۔ میں سب چیز لیکر وہاں

گیا اور اتنا ہی کھودا اور چھان کر توبرے میں ڈال سب رنگ برنگ کے جواہرات تھے اور ان کی چمک سے آنکھیں چوندھیا گئیں۔ اسی طرح تھیلی کا منہ بند کر کے اس عزیز کے پاس لے گیا دیکھ کر بولا کہ جو کچھ اس میں بھرا ہے تو لے اور یہاں سے جا کر تیرا رہنا اس شہر میں اچھا نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ صاحب نے اپنی جانب سے بڑی مہربانی کی کہ اتنا کچھ لکھ پتی کر دیا لیکن میرے کس کام کا ہے وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ مجھ کو تجھ پر افسوس آتا ہے کہ تو بھی ہماری مانند ملک عجم کا متوطن ہے اس لئے میں منع کرتا ہوں اگر تیرا یہی قصد ہے کہ شہر میں جاؤں تو میری انگوٹھی لیتے جانا جب بازار کے چوک میں جائے تو ایک سیاہ پوش وہاں بیٹھا ہوگا۔ اسکی صورت و شکل مجھ سے مشابہ ہے اور وہ میرا بڑا بھائی ہے۔ یہ انگوٹھی دینا وہ تیری خبرگیری کرے گا اور جو کچھ وہ کہے اسی موافق کرنا نہیں تو مفت مارا جائیگا میں اس سے رخصت ہوا اور شہر میں گیا اور تلاش کرنے کے بعد اس عزیز کو دیکھا کہ ایک ایک چوکی پر بیٹھا ہے۔ اور ایک چقماق روبرو دھری ہے میں نے جا کر سلام کیا جس پر اس شخص نے نظر غضب سے میری طرف دیکھا اور بولا کیوں تو یہاں آیا ہے اور اپنے تئیں بلا میں ڈالا میرے بھائی نے تجھے منع نہ کیا تھا۔ میں نے کہا انھوں نے تو کہا تھا میں نے نہ مانا اور تمام کیفیت اپنی ابتدا سے انتہا تک کہہ سنائی وہ شخص اٹھا اور مجھے ساتھ لیکر اپنے گھر کی طرف چلا۔ اسکا مکان بادشاہوں کا سا تھا اور بہت سے نوکر چاکر تھے جب خلوت میں بیٹھا تو بولا اے فرزند یہ کیا حماقت تو نے کی کہ اپنے پاؤں سے گور میں آیا کوئی بھی کم بخت اس طلسماتی شہر میں آتا ہے میں نے کہا میں اپنا احوال پیشتر کہہ چکا ہوں اب تو قسمت لے آئی لیکن شفقت فرما کر یہاں کی رسم و راہ سے مطلع کیجئے تو معلوم کروں کہ اس واسطے تم نے اور تمہارے بھائی نے مجھے منع کیا تب وہ جوانمرد بولا کہ بادشاہ اور تمام رئیس اس شہر کے نمائندے ہیں۔ پس جو کوئی غریب مسافر آتا ہے بادشاہ کو خبر ہوتی ہے تو بت کو سجدہ کروانا ہے اگر ڈنڈوت کی تو بہتر نہیں تو دریا میں ڈبوتا ہے اگر وہ چاہے کہ دریا سے نکل بھاگیں تو آلت اور خصے اس کے لمبے ہوتے ہیں ایسے کہ زمین میں گھسیٹتے ہیں

مارے بوجھ کے وہ ہرگز چل نہیں سکتا ایسا کچھ طلسم اس شہر میں بنایا ہے مجھے
تیری حالت پر رحم آتا ہے۔ خیر تیرے لئے کوئی تدبیر کرتا ہوں میں نے پوچھا
کیا تدبیر کروگے کہنے لگا تجھے بت کدہ لیجاؤں گا اور وزیر کی لڑکی تیری خاطر
بیاہ لاؤں۔ میں نے کہا کہ وزیر اپنی لڑکی مجھ غریب کو کیوں دیگا۔ مگر جب
ان کا دین قبول کروں سو یہ مجھ سے نہ ہوگا کہنے لگا اس شہر کی یہ رسم
ہے کہ جو کوئی اس بت کو سجدہ کرے اگرچہ فقیر ہو اور بادشاہ کی بیٹی کو مانگے
تو اسکو بخوشی خاطر شادی اس کے ساتھ کردی جاتی ہے۔ اور میرا بھی ان سے
میل ہے۔ کل بت خانہ میں سب لوگ ہوں گے میں تجھے بھی لے جاؤں گا یہ کہکر اور
صبح کو مجھے کھلا پلا کر اپنے ساتھ لیکر بت خانہ کی طرف چلا وہاں جاکر جو دیکھا
تو آدمی آتے جاتے ہیں اور پرستش کرتے ہیں بادشاہ اور امیر بت کے سامنے
ننگے سر کئے ادب سے دوزانوں بیٹھے تھے اور نا کتخدا لڑکے اور لڑکیاں چاروں
طرف صف باندھے کھڑے تھے تب وہ عزیز مجھ سے مخاطب ہوا کہ میں جو کہوں
سو کر میں نے قبول کیا بولا کہ پہلے بادشاہ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دے بعد اسکے
وزیر کا دامن پکڑ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے اس مرد نے کہا کہ یہ میرے
رشتہ کا ہے اور بہت دور سے آیا ہے کہ وزیر اسے اپنی غلامی میں منظور کرے
تو بڑے بت کا حکم اور حضور کی مرضی ہو۔ بادشاہ نے کہا ہمارے مذہب
کے آئین قبول کرے گا۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر وہیں بت خانہ کا نقارہ بجنے لگا اور
بھاری خلعت مجھے پہنائی اور ایک رسی سیاہ میرے گلے میں ڈالکر مجھے کھینچتے
ہوئے بت کے آگے لے جاکر سجدہ کروایا تو بت سے آواز آئی کہ اے خواجہ
زادے خوب ہوا کہ تو ہماری بندگی میں آیا اسی وقت میری شادی کی رسم
اپنے ملک کے طریقے پر ادا کرنے لگے اور اپنی بیٹی اور بہت سا دان دہیز دیا اور
کہا بموجب بڑے بت کے حکم کے اسے تمہاری خدمت میں دیا اور ایک مکان
میں ہم دونوں کو رکھا۔ اس نازنین کو جو میں نے دیکھا فی الواقع اسکا عالم
پیری کا سا تھا با فراغت میں نے صحبت کی اور بادشاہ کے حجرے میں گیا۔ بادشاہ
نے خلعت دامادی عطا کیا اور حکم فرمایا کہ ہمیشہ دربار میں حاضر رہا کرو آخر

بعد چند روز کے مصاحبت میں داخل ہوا بادشاہ میری صحبت سے نہایت خوش ہوتے اور اکثر انعام عنایت کرتے دو سال تک بہت آرام سے گذرے اتفاقاً وزیر زادی کے حمل ٹھہرا جب نواں مہینہ گذرنے کے بعد پورے دن ہوئے تو مرا لڑکا پیٹ سے نکلا اسکا زہر زچہ کو چڑھا وہ بھی مرگئی میں مارے غم کے دیوانہ ہوگیا اسکے سرہانے بیٹھا روتا تھا کہ ایکبارگی رونے کی آواز سارے محل میں بلند ہوئی اور چاروں طرف سے عورتیں آنے لگیں۔ میں بھی رونے لگا اتنے میں وہی عجمی نظر آیا اور کہنے لگا احمق کس لئے روتا ہے میں نے کہا اے ظالم تو نے یہ کیا بات کہی میری بادشاہت لٹ گئی وہ تبسم کرکے بولا اب اپنی موت کی خاطر رو میں نے پہلے ہی تجھ سے کہا تھا کہ اس شہر میں تیری اجل لے آئی ہے اب سوائے مرنیکے تیری رہائی نہیں آخر لوگ مجھے پکڑکر بت خانہ میں لے گئے دیکھا تو بادشاہ امرا سب وہاں جمع ہیں اور وزیرزادی کا مال و اسباب دھرا ہے جو چیز جس کا جی چاہے لیتا ہے اور قیمت کا روپیہ دیتا ہے غرض سب اسباب کے نقد روپے ہوئے اور روپیوں کا جواہر خریدا گیا اور ایک صندوقچہ میں نان و حلوا اور گوشت کے کباب اور میوہ خشک و تر اور کھانیکی چیزیں لیکر بھریں اور لاش اس بیوی کی ایک صندوق میں رکھ کر اونٹ میں لدوا کر مجھے بھی سوار کیا اور صندوقچہ جواہر کا میری بغل میں دیا اور برہمن آگے آگے سنکھ بجاتے چلے اور اس دروازہ سے جس سے میں پہلے روز آیا تھا نکلے جونہی داروغہ کی نظر مجھ پر پڑی رونے لگا اور بولا اے اجل گرفتہ میری بات نہ سنی اور شہر میں جاکر مفت اپنی جان دی میرا قصور نہیں میں نے منع کیا تھا۔ یہ بات کہی تھی۔ لیکن میں ہکا بکا ہو رہا تھا نہ زبان یاری دیتی تھی کہ جواب دوں نہ اوسان بجا تھے کہ دیکھئے انجام میرا کیا ہوتا ہے آخر اُس قلعہ کے پاس جس کا میں نے پہلے روز دروازہ بند دیکھا تھا لے گئے اور بہت سے آدمیوں نے مل کر قفل کھولا اور تابوت کو اندر لیگئے۔ ایک پنڈت میرے نزدیک آیا اور سمجھانے لگا کہ مانس ایک دن جنم پاتا ہے اور ایک روز ناش ہوتا ہے۔ دنیا کا یہی اوگن ہے اب یہ تیری استری اور پوت اور دھن چالیس دن کا موجود ہے۔ اس کو لے اور چالیس دن

یہاں رہ جب تک بڑا ابت تجھ پر مہربان ہووے ۔ میں نے غصہ میں چاہا کہ اس بت پر لعنت کروں اتنے میں وہی مرد مانع ہوا کہ خبردار ہرگز ایسا مت کرنا اب خدا کے کرم سے امید رکھ شاید اللہ تجھے یہاں سے جیتا نکالے آخر سب مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے اب جدھر دیکھتا ہوں مردوں کے انبار اور صندوق جواہر کے ڈھیر لگے ہوئے تھے تب کئی صندوق پرانے لیکر نیچے اوپر رکھے کہ دن کو دھوپ اور رات کو اوس سے بچاؤ ہو اور پھر پانی کی تلاش کرنے لگا اسکے بعد میں نے یہ بات اختیار کی کہ جو زندہ مردہ کے ساتھ آتا اسے بھی مار ڈالتا اور کھانے کا اسباب لیکر بفراغت کھاتا اور بعد کتنی مدت کے ایک مرتبہ ایک لڑکی تابوت کے ساتھ آئی نہایت قبول صورت میرے دل نے نہ چاہا کہ اسے ماروں اس نے مجھے دیکھا اور مارے ڈر کے بے ہوش ہو گئی میں اسکا بھی آذوقہ اٹھا کر اپنے پاس لے آیا لیکن اکیلا نہ کھاتا جب بھوک لگتی کھانا اسکے نزدیک لیجاتا اور ساتھ ملکر کھاتا ۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ مجھے یہ شخص نہیں ستاتا دن بدن اسکی وحشت کم ہوئی اور رام ہونے چلی ۔ میرے مکان میں آنے جانے لگی ۔ ایک روز میں نے اسکا احوال پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے وکیل کی بیٹی ہوں اپنے چچا کے بیٹے سے منسوب ہوئی تھی شب عروسی کے دن اسے قولنج ہوا اور آن کی آن میں مر گیا مجھے اسکے تابوت کے ساتھ لاکر یہاں چھوڑ گئے پھر اس نے میرا احوال پوچھا میں نے بھی تمام حال بیان کیا اور کہا خدا نے تجھے میری خاطر بھیجا ہے وہ مسکرا کر چپکی ہو گئی اسی طرح کئی دن میں آپس میں محبت زیادہ ہوتی گئی ۔ میں نے اسے ارکان مسلمانی کے سکھائے اور کلمہ پڑھایا متع کر کے صحبت کی وہ بھی حاملہ ہوئی ایک بیٹا پیدا ہوا قریب تین برس کے اسی صورت سے گذرے جب لڑکے کا دودھ بڑھایا ایک روز بی بی سے کہا کہ یہاں پر کب تک رہیں گے اور کس طرح یہاں سے نکلیں گے خدا ہی نکالے تو نکلیں نہیں تو ایک روز یونہی مر جائیں گے مجھے اس کے کہنے پر اور اپنے رہنے پر رونا آیا اسی حالت میں سو گیا ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ یہ نالے کی راہ سے نکلتا ہے میں مارے خوشی کے چونک پڑا اور جورو سے کہا لوہے کی میخیں جو پرانے صندوقوں میں ہیں لے آؤ تو اسکو

کشادہ کروں غرض میں اس موری کے منہ پر میخ رکھ کر ہتھوڑوں سے ایسا ٹھونکتا کہ
تھک جاتا ایک برس کی محنت میں سوراخ اتنا ہوا کہ آدمی نکل جائے بعد اسکے مردوں کی آستینوں
میں سے اچھے اچھے جواہر لئے اور ہم تینوں اسی راہ سے باہر نکلے۔ خدا کا شکر کیا اور بیٹے
کو کاندھے پر بٹھالیا ایک مہینہ ہوا کہ جنگل پہاڑوں کی راہ سے چلا آتا ہوں یہ ہے
میری حقیقت جو تم نے سنی بادشاہ سلامت میں نے اس کی حالت پر ترس کھایا اور
حمام کروا کر لباس پہنوایا اور اپنا نائب بنوایا۔ میرے گھر میں ملکہ سے کئی لڑکے پیدا
ہوئے لیکن خورد سالی میں مر گئے ایک پانچ برس کا ہو کر مرا اسکے غم میں ملکہ نے بھی
وفات پائی اور مجھے وہ ملک بغیر اسکے کاٹنے لگا۔ دل اداس ہو گیا ارادہ عجم کا
کیا اور اسی عرصہ میں بادشاہ بھی مر گیا۔ میں اپنا مال و خزانہ و جواہر لیکر نیشاپور میں آیا
اور یہاں خواجہ سگ پرست مشہور ہوا اور اس بدنامی میں آج تک دوگنا محصول بادشاہ
کی سرکار میں بھرتا ہوں۔ اتفاقاً یہ سوداگر بچے کا وہاں سے گذر ہوا اور اسکے
وسیلہ سے جہاں پناہ سے قدمبوس ہوا میں نے پوچھا کیا تمہارا فرزند نہیں خواجہ نے
جواب دیا قبلۂ عالم یہ میرا بیٹا نہیں آپ ہی کی رعیت ہے لیکن اب میرا مالک
اور وارث یہی ہے۔ یہ سنکر سوداگر بچہ سے میں نے پوچھا کہ تو کس تاجر کا لڑکا
ہے اور تیرے ماں باپ کہاں رہتے ہیں اس لڑکے نے زمین چومی اور بولا کہ یہ لونڈی
سرکار کے وزیر کی لونڈی ہے۔ میرا باپ حضور کے عتاب میں بسبب اسی خواجہ کے
لعلوں کے پڑا اور حکم یوں ہوا تھا کہ اگر ایک سال تک اسکی بات تصدیق نہ ہوئی
تو جان سے مارا جائیگا۔ میں نے یہ سنکر یہ بھیس بنایا اور اپنے تئیں نیشاپور پہنچا۔
خدا نے خواجہ کو معہ کتے اور لعلوں کے حضور میں حاضر کر دیا۔ آپ نے تمام احوال سن
لیا امیدوار ہوں کہ میرے بوڑھے باپ کی مخلصی ہو یہ بیان وزیر زادی سے سنکر
خواجہ نے ایک آہ کی اور بے اختیار گر پڑا۔ القصہ مجھے اس پر رحم آیا۔ خواجہ کو نزدیک
بلایا اور مکان میں مژدہ اس کتخدائی کا سنایا کہ غم نہ کیں مت ہو اسی سے تیری شادی
کر دیں گے۔ یہ سنکر اسکی تسلی ہوئی تب میں نے کہا کہ وزیر زادی کو اندر محل میں لے
جاؤ اور وزیر کو بندی خانے سے لے آؤ اور حمام میں نہلاؤ اور خلعت سرفرازی کا
پہناؤ اور جلدی میرے پاس لاؤ۔ جب وزیر آیا فرش تک استقبال فرمایا اور

اپنا بزرگ جان کر گلے لگایا اور نئے سرے سے قلمدان وزارت کا عنایت کیا اور خواجہ کو بھی جاگیر اور منصب دیا اور ساعت دیکھکر وزیر زادی سے نکاح کیا کئی سال میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ان کے گھر میں پیدا ہوئے چنانچہ بڑا بیٹا ملک التجار ہے اور چھوٹا میری سرکار کا مختار ہے۔ اے درویشو میں نے یہ نقل تمہارے سامنے اسلئے بیان کی کہ کل رات دو فقیروں کی سرگذشت میں نے سنی تھی اب تم دونوں جو باقی رہے ہو یہ سمجھو کہ ہم اس مکان میں بیٹھے اور مجھے اپنا خادم اس گھر کو اپنا تکیہ جانو بے وسواس اپنی اپنی طبیعت کا احوال کہو اور چند دن اپنے پاس رہو جب میں نے انکی بہت خاطر داری کی کہنے لگے جب تم نے گداؤں سے الفت کی تو ہم دونوں بھی اپنا ماجرا بیان کرتے ہیں۔

سیر تیسرے درویش کی!

تیسرا درویش لنگوٹ باندھ کر بیٹھا اور اپنی سیر کا بیان اس طرح کرنے لگا۔

احوال اس فقیر کا اے دوستو سنو ۔۔۔ یعنی جو مجھ پہ بیتی ہے وہ داستاں سنو
جو کچھ کہ شاہ عشق نے مجھ سے کیا سلوک ۔۔۔ تفصیل وار کہتا ہوں اسکا بیاں سنو

یہ کمترین بادشاہزادہ عجم کا ہے میرے ولی نعمت وہاں کے بادشاہ تھے اور سوائے میرے کوئی فرزند نہ رکھتے تھے میں نے جوانی کے عالم میں مصریوں کے ساتھ چوپڑ گنجفہ نرد کھیلا کرتا یا سوار ہو کر سیر و شکار میں مشغول رہتا ایک دن کا یہ ماجرا ہے کہ سواری تیار کروا کے اور سب یار آشنا ہمراہ اپنے لیکر میدان کیطرف نکلا دیکھا کہ ایک ہرن چرتا پھرتا ہے ہمارے گھوڑوں کے سم کی آہٹ پا کر چوکنا ہوا اور سر اٹھا کر جو دیکھا اور آہستہ آہستہ چلا مجھے اس کے دیکھنے سے شوق ہوا کہ میں جیتا پکڑوں اور گھوڑا میرے زانو تلے ایسا پرندہ تھا کہ بارہا ہرنوں پر دوڑا کر ہاتھوں سے پکڑ لئے تھے اسکے پیچھے دوڑایا وہ دیکھ کر چھلانگیں بھرنے لگا اور گھوڑا بھی ہوا سے باتیں کرنے لگا لیکن اسکی گرد کو نہ پہونچا۔ گھوڑا بھی پسینہ میں شرابور ہو گیا اور میری بھی زبان مارے

پیاس کے چھٹنے لگی پر کچھ بس نہ چلا شام ہونے لگی میں کہاں سے کہاں نکل آیا ناچار لوٹتا ہوا واپس آ رہا تھا کہ سامنے سے وہ ہرن پھر نظر آیا۔ پس ترکش سے تیر نکالا اور کمان میں جوڑ کر جو مارا تو وہ تیر کارگر ہوا وہ ہرن لنگڑاتا ہوا پہاڑ کی سمت چلا فقیر بھی گھوڑے سے چلا اترا اور پیادہ اسکے پیچھے پیچھے لگا۔ اس نے کوہ قاف کا ارادہ کیا اور میں نے بھی اسکا ساتھ دیا کئی اتار چڑھاؤ کے بعد گنبد نظر آیا جب پاس پہنچا ایک باغیچہ اور ایک چشمہ دیکھا وہ ہرن تو نظروں سے چھلاوہ ہو گیا میں نہایت تھکا ہوا تھا ہاتھ پاؤں دھونے لگا ایک بارگی آواز رونے کی اس برج کے اندر سے میرے کان میں آئی۔ جیسے کوئی کہتا ہے اے بچے تجھے جس نے تیر مارا میری آہ کا تیر اس کے کلیجے میں لگے وہ اپنی جوانی کا پھل نہ پائے اور خدا میرا سا اسکو دکھیا بنائے میں یہ سنکر وہاں گیا دیکھا تو ایک بزرگ صورت اچھی پوشاک پہنے ایک مسند پر بیٹھا ہے اور ہرن آگے لیٹا ہے اور ٹانگ سے تیر کھینچتا ہے اور بد دعا دیتا ہے۔ میں نے سلام کیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضرت سلامت یہ تقصیر اس غلام سے ہوئی میں یہ نہ جانتا تھا۔ خدا کے واسطے معاف کرو۔ بولا کہ بے زبان کو تو نے ستایا ہے اگر انجانی میں تجھ سے یہ حرکت ہوئی ہے اللہ معاف کرے گا۔ میں پاس جا بیٹھا اور تیر نکالنے میں شریک ہوا۔ بڑی دقت سے تیر نکالا اور زخم میں مرہم بھرے پھر ہاتھ دھو کر اس پیر مرد نے مجھے کچھ کھلایا پھر مجھے نیند آ گئی جب میں سو کر اٹھا تو اس مکان میں نہ وہ بوڑھا تھا اور نہ اور کوئی میں اکیلا پلنگ پر پڑا ہوا تھا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا تو ایک کونے میں پردہ پڑا ہوا نظر آیا دیکھا کہ وہاں ایک تخت بچھا ہے اور اس پر ایک پری زاد عورت چودہ برس کا سن بیٹھی ہوئی ہے اور بزرگ اپنا سر اس کے پاؤں پر دھرے بے اختیار رو رہا ہے اور ہوش و حواس کھو رہا ہے۔ میں اس پیر مرد کا یہ احوال اور اس نازنین کے حسن و جمال کو دیکھکر مرجھا گیا اور مردے کی طرح بے جان ہو کر گر پڑا وہ مرد بزرگ یہ احوال دیکھ کر شیشی گلاب کی لے آیا اور مجھ پر چھڑکنے لگا جب مجھے ہوش آیا تو اٹھ کر اس معشوقہ کو سلام کیا اس نے

جواب نہ دیا میں نے کہا اے گلبدن اتنا غرور کرنا کسی مذہب میں درست نہیں
اتفاقاً یہاں آنکلا ہوں مہمان کی خاطر کرنا لازم ہے۔ میں نے بہت باتیں بنائیں
لیکن کچھ کام نہ آئیں تب میں نے آگے بڑھکر چھوا تو اسکا بدن سخت معلوم
ہوا آخر دریافت کیا کہ پتھر سے اس لال کو تراشا ہے۔ تب پیرمرد سے پوچھا کہ
میں نے تیرے ہرن کی ٹانگ میں تیر مارا تو نے اس بت کے عشق کی مار سے میرا کلیجہ
چھلنی کیا تیری دعا قبول ہوئی اب اسکی کیفیت مفصل بیان کر یہ طلسم کیوں
بنایا ہے۔ جو کچھ تجھ پر بیتی ہے مجھ سے کہہ جب اسکا بہت پیچھا کیا تب اس نے
جواب دیا کہ اس بات نے مجھے خراب کیا تو بھی سنکر ہلاک ہوا چاہتا ہے۔ میں
نے کہا لو اب بہت مکر کیا مطلب کی بات کہو تو بولا کہ اے جوان خدا ہر ایک
کو عشق کی آگ سے محفوظ رکھے تو نے دیکھا کہ اس عشق نے کیا آفتیں برپا کی ہیں
فرہاد اور مجنوں کا قصہ سب کو معلوم ہے تو اسکے سننے سے کیا پھل پاویگا ناحق
گھربار دولت دنیا چھوڑ چھاڑ کر نکل جائے گا میں نے جواب دیا بس اپنی دوستی تہہ
کر رکھو اسوقت مجھے اپنا دشمن سمجھو اگر جان عزیز ہے تو صاف کہو ناچار ہو کر
آنسو بھر لایا اور کہنے لگا مجھ خانہ خراب کی حقیقت یہ ہے۔

قصہ نعمان سوداگر اور فرنگ کی شہزادی کا

اور نہ اس واقعہ کا جواب مانگیو لیکن جلد آئیو اگر کھانا وہاں کھاؤ اور پانی
یہاں پی جیو۔ میں اسکا انعام تجھے ایسا دونگا کہ تو دیکھیگا میں رخصت ہوا اور پوچھتا
چلا قریب دو کوس کے جب پہنچا تو ایک باغ نظر آیا ایک آدمی دروازہ پہ مجھے
لے گیا دیکھا کہ ایک جوان شیر کی صورت کرسی پر بیٹھا ہے اور پانچسو جوان تلوار
ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں۔ میں نے سلام کیا مجھے سلام کا جواب دیکر نزدیک بلایا
وہ رومال دکھایا اور سنے کا بھی احوال کہا اس نے سنتے ہی انگلی دانتوں سے
کاٹی اور سر دھن کر بولا کہ شاید تیری اجل یہاں لائی ہے۔ خیر باغ کے اندر جا سرو
کے درخت میں ایک پنجرہ لٹکتا ہے اس میں ایک جوان قید ہے اس کو یہ خط
دیکر جواب لے کر پھر آ۔ میں شتاب باغ میں گھسا اور سیدھا چلا گیا اور اس

درخت میں قفس دیکھا اس میں ایک جوان حسین نظر آیا میں نے ادب سے
سلام کیا اور وہ خط سر بمہر پنجرے میں دے دیا وہ رقعہ کھولکر پڑھنے لگا
اور مجھ سے ملکہ احوال پوچھنے لگا ابھی باتیں تمام ہوئی نھیں کہ ایک فوج زنگیوں
کی نمودار ہوئی اور چاروں طرف سے مجھ پر آ ٹوٹے اور برچھی تلوار مارنے
لگے ایکدم میں زخمی کر دیا مجھے کچھ اپنی سدھ بدھ نہ رہی پھر جو ہوش آیا اپنے
تئیں چارپائی پر پایا کہ دو پیادے اٹھائے لئے جاتے ہیں اور آپس میں
کہتے ہیں کہ اس مرد کو لوتھ کے میدان میں پھینک دو۔ میں نے یہ سن دونوں
یاجوج ماجوج سے کہا کہ واسطے خدا مجھ پر رحم کرو ابھی میں زندہ ہوں اور
کچھ جان باقی ہے۔ جب مر جاؤں گا جو تمہارا جی چاہے کرنا یہ سنکر انہوں نے
رحم کھا کر کہا کہ وہ جوان جو قفس میں قید ہے اس بادشاہ کا بھتیجہ ہے اور
پہلے اسکا باپ تخت نشین تھا۔ رحلت کے وقت یہ وصیت اپنے بھائی کو
کی کہ ابھی میرا بیٹا جو وارث اس سلطنت کا ہے لڑکا ہے اور نے شعور ہے
کار و بار بادشاہت کا خیر خواہی اور ہوشیاری سے تم کیجیو۔ جب یہ بالغ ہو
اپنی بیٹی سے شادی کر دیجیو اور مختار تمام ملک و خزانہ کا کیجیو یہ کہکر انہوں
نے وفات پائی اور سلطنت کی نوبت چھوٹے بھائی پر آئی اس نے وصیت پر عمل
نہ کیا بلکہ دیوانہ اور سودائی مشہور کر کے پنجرے میں ڈال دیا اور چوکی پہرہ
چاروں طرف رکھا اور کئی مرتبہ زہر دیا ہے لیکن قسمت کا زہر دینے سے اثر
نہیں کیا اب وہ شاہزادہ اور شاہزادی دونوں عاشق و معشوق ہیں یہ وہ
گھر میں تڑپتی ہے اور یہ قفس میں تڑپتے ہیں۔ تیرے ہاتھ اس نے نامۂ شوق
بھیجا یہ خبر بادشاہ کو ہوئی۔ حبشیوں کا دستہ معین ہوا تیرا یہ حال ہوا اور
اس جوان قیدی کے قتل کی وزیر سے تدبیر پوچھی اس نمک حرام نے ملکہ کو
راضی کیا ہے کہ اس بے گناہ کو بادشاہ کے حضور میں اپنے ہاتھ سے شہزادی
مار ڈالے۔ میں نے کہا کہ چلو مرتے مرتے یہ تماشہ بھی دیکھ لیں آخر راضی ہو
کر وہ دونوں اور میں زخمی چپکے ایک گوشہ میں جا کر کھڑے ہو گئے دیکھا
تو ایک تخت پر بادشاہ بیٹھا ہے اور ملکہ کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے شاہزادے کو

پنجرے سے باہر نکال کر وزیر کو کھڑا کیا ملکہ جلاد بنکر اپنے عاشق کے قتل کرنے کو آئی جب نزدیک پہونچی تلوار پھینک دی اور گلے سے چمٹ گئی تب وہ عاشق بولا کہ ایسے مرنے پر راضی ہوں یہاں بھی تیری آرزو ہے وہاں بھی تیری تمنا رہے گی۔ ملکہ بولی اس بہانے سے میں تیرے دیکھنے کو آئی تھیں بادشاہ نے یہ دیکھا تو بادشاہ برہم ہوا اور وزیر کو ڈانٹا کہ مجھے یہ تماشہ دکھانے لایا تھا۔ اتنے میں وزیر نے تلوار اٹھائی اور ایک ہی وار میں کام اس بیچارے کا تمام کیا اور غیب سے ایک تیر ناگہانی اس کی پیشانی پر بیٹھا کہ دو سار ہو گیا یہ واردات دیکھ کر ایک جراح کو بلوایا اور نہایت تاکید سے فرمایا کہ اس جوان کو جلد اچھا کرکے غسل شفا کا دے۔ غرض وہ جراح بموجب اشارہ ملکہ کے تک دو کرکے ایک چلہ میں نہلا دھلا کر مجھے حضور میں لے گیا ملکہ نے کہا کہ اب تو کچھ کسر باقی نہیں ہے میں نے کہا کہ آپ کی توجہ سے اب چنگا بھلا ہوں تب ملکہ نے ایک خلعت اور بہت سے روپے جو فرمائے تھے اس سے بھی دو چند دیئے اور رخصت کیا میں وہاں سے چل دیا اور اس پہاڑی پر مکان ہوا کہ رہنا مقرر کیا اور نوکر اور غلاموں کو روپے دے کر آزاد کیا میں بخاطر جمع اس بت کی پرستش کرتا ہوں جب تک جیتا ہوں میرا یہی کام ہے۔ یہ میری سرگذشت ہے جو تو نے سنی۔ میں ملکہ کے دیکھنے کے اشتیاق میں ہوں وہاں سے روانہ ہوا کتنے ایک عرصہ میں جنگل پہاڑوں کی سیر کرتا ہوا مجنوں اور فرہاد کی صورت بنائے اس شہر تک پہنچا اور اس کوچہ میں باؤلہ سا پھرنے لگا اکثر ملکہ کے محل کے پاس پاس رہا کرتا لیکن کوئی ایسا ڈھب نہ ہوتا جو وہاں تک رسائی ہوتی عجب حیرانی تھی کہ جس واسطے یہ محنت کرکے گیا وہ مطلب ہاتھ نہ آیا۔ ایک دن بازار میں کھڑا تھا کہ ملکہ کے آدمی بھاگنے لگے اور دوکاندار دوکانیں بند کرکے چلے گئے یا وہ رونق تھی یا سناٹا پڑ گیا ایک طرف سے ایک جوان رستم کا سا چہرہ شیر کی طرح گونجتا ہوا نظر آیا اور اس کے پیچھے دو غلام بانات کی پوشاک پہنے ہوئے ایک تابوت مخمل کا شالی سے مڑا ہوا سر پر لئے چلے آتے ہیں میں نے یہ دیکھکر ساتھ چلنے کا قصد کیا جو کوئی آدمی میری نظر پڑتا مجھے منع کرتا لیکن میں کب سنتا ہوں۔ رفتہ رفتہ وہ جوان

ایک بادشاہ کے مکان میں چلا میں بھی ساتھ ہوا اس نے پھرتے ہی چاہا کہ ہاتھ مارے اور میرے دو ٹکڑے کرے۔ میں نے اسکو قسم دی کہ میں یہی چاہتا ہوں مجھے مرنے پر ثابت قدم دیکھ کر خدا نے اسکے دل پر رحم ڈالا اور بہت توجہ اور مہربانی سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کیوں اپنی زندگی سے بیزار ہوا ہے۔ میں نے کہا ذرا بیٹھو تو کہوں۔ میرا قصہ بہت دور و دراز ہے۔ یہ سنکر اس نے اپنی کمر کھولی اور ہاتھ منہ دھو دھا کہ کچھ ناشتا کیا مجھے بھی عنایت ہوا۔ جب فراغت کر کے بیٹھا بولا کہ تجھ پر کیا گذری میں نے سب واردات اپنی پہلے سن کر رویا اور کہا اس کمبخت نے کس کس کا گھر اجاڑا۔ تیرا علاج میرے ہاتھ میں ہے۔ اغلب ہے کہ اس عاصی کو اپنی مراد ملے اور اندیشہ نہ کر اور خاطر جمع رکھ حجام کو فرمایا کہ اسکی حجامت کر کے حمام کروا دے۔ ایک جوڑا اسکے غلام نے لا پہنایا۔ تب مجھ سے کہنے لگا یہ تابوت جو تو نے دیکھا اسی شہزادے مرحوم کا ہے جو قفص میں مقید تھا۔ اسکو دوسرے وزیر نے آخر ملکہ سے مارا۔ اسکی تو آخر نجات ہوئی کہ مظلوم مارا گیا اس وزیر کو بزور شمشیر مارا اور بادشاہ کے مارنیکا ارادہ کیا بادشاہ گڑگڑا یا اور سوگند کھائی کہ میں بے گناہ ہوں میں نے اسے نامرد جان کر چھوڑ دیا۔ جب سے میرا یہی کام ہے کہ ہر مہینے کی نوچندی جمعرات کو میں اس تابوت کو اسی طرح شہر میں لئے پھرتا ہوں اور اسکا ماتم کرتا ہوں۔ اسکی زبانی یہ احوال سنکر مجھے تسلی ہوئی کہ اگر یہ چاہے گا تو میرا مقصد بر آئے گا۔ خدا نے بڑا احسان کیا جو ایسے جنونی کو مجھ پر مہربان کیا جب شام ہوئی اس جوان نے تابوت نکالا اور ایک غلام کے عوض وہ تابوت میرے سر پر دھرا اور اپنے ساتھ لیکر چلا کہنے لگا ملکہ کے پاس جاتا ہوں اور تیری سفارش کرتا ہوں میں نے کہا جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہی کروں گا اس شخص نے قصد شاہی باغ کا کیا۔ جب اندر داخل ہوا۔ ایک چبوترا سنگ مرمر کا ہشت پہلو باغ کے صحن میں دیکھا وہ تابوت وہاں رکھوایا اور ہم دونوں سے کہا کہ اس درخت کے پاس جا کر بیٹھو بعد ایک ساعت کے روشنی نظر آئی۔ ملکہ چند خواصوں کے ساتھ تشریف لائیں لیکن خفگی چہرے پر تھی آخر اس جوان نے کہا ملکہ جہاں سلامت ملک عجم کا شہزادہ آپ کی خوبیاں سنکر اپنی سلطنت کو برباد کر کے فقیر بن کر مانند ابراہیم ادہم کے تباہ ہوا اور بڑی محنت کے بعد یہاں آگیا ہے۔ غرض کہ تمہارے عشق میں ثابت ہے۔ اگر

حضور نے اسکا احوال مسافر جان کر توجہ کی تو مسافر نوازی ہوگی یہ سنکر ملکہ نے کہا کہاں ہے اگر شہزادہ ہے تو کیا مضائقہ ہے وہ اٹھ کر وہاں سے آیا۔ مجھے ساتھ لیکر گیا میں ملکہ کو دیکھکر نہایت شاد ہوا لیکن یہ حوصلہ نہ پڑا کہ کچھ کہوں۔ ایکدم ملکہ اپنے گھر کو سدھاریں اور کوسکا اپنے گھر کو چلا اور گھر آکر بولا کہ میں نے تیری حقیقت ملکہ سے کہہ سنائی اب تو رات کو بلا ناغہ جایا کر اور عیش منایا کر میں تمام دن گھڑیاں گنتا رہا جب شام ہوئی میں اس جوان سے رخصت ہوکر چلا اور پائیں باغ میں تکیہ لگا کر چبوترے پر بیٹھا بعد ایک گھڑی کے ملکہ تن تنہا ایک خواص کو لیکر مسند پر آ بیٹھی میں قدمبوس ہوا۔ انہوں نے سر میرا اٹھالیا اور بولیں اس فرصت کو غنیمت جان اور مجھے یہاں سے لے نکل۔ میں نے کہا چلئے۔ یہ کہکر ہم دونوں باغ سے باہر ہوئے پر حیرت اور خوشی سے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور راہ بھول گئے۔ ملکہ برہم ہوکر بولی اب میں تھک گئی۔ تیرا مکان کہاں ہے جلد پہنچ۔ میرے پیر میں چھالے پڑگئے۔ میں نے کہا کہ غلام کی حویلی نزدیک ہے۔ اب آپہنچے۔ میں حیران تھا کہ کہاں لے جاؤں۔ عین راہ پر ایک دروازہ مقفل نظر پڑا جلدی سے قفل توڑکر اندر گئے۔ اچھی حویلی فرش بچھا ہوا۔ شراب کے شیشہ بھرے قرینہ سے طاق میں دھرے اور باورچی خانہ میں نان و کباب تیار تھے ماندگی کمال ہو رہی تھی ایک گلابی شراب پر تگالی اس گزک کے ساتھ پی اور ساری رات باہم خوشی کی۔ جب صبح ہوئی شہر میں غل مچا کہ شہزادی غائب ہوئی محلہ محلہ کوچہ کوچہ منادی ہونے لگی اور ہرکارے چھوڑے مجھے جو کمبختی لگی تو دروازہ بند نہ کیا ایک بڑھیا شیطان کی خالہ برقع اوڑھے اور تسبیح لٹکائے دروازہ کھلا دیکھکر بے دھڑک چلی آئی اور سامنے ملکہ کے کھڑی ہوکر دعا مانگی کہ الہی تیری نتھ جوڑی سہاگ سلامت رکھے میں غریب فقیرنی ہوں ایک بیٹی میری ہے دو جی سے پورے دنوں دس روز سے مرتی ہے۔ مجھ کو اتنی وسعت نہیں کہ تیل کا چراغ جلاؤں کھانے پینے کو کہاں سے لاؤں اگر مرگئی تو گور و کفن کہاں سے کروں گی اور اگر جنی تو دائی کو کہاں سے دوں گی آج دو دن سے بھوکی پیاسی پڑی ہے۔ اے صاحبزادی اپنی خیرات ٹکڑا پارچہ دلاؤ تو اسکو پانی پینے کا سہارا ہو۔ ملکہ نے ترس کھاکر اپنے نزدیک بلا کر چار نان و کباب

اور ایک انگوٹھی نرس تھا کہ چھنگلیا سے اتار کر حوالے کی۔ اسکو بیچ کر اسکے کھانے کا انتظام کیجیو۔ اس نے اپنے دل کا مدعا پایا دعائیں دیکر رخصت ہوئی نان کیاب ڈیوڑھی میں پھینک دیئے مگر انگوٹھی کو مٹھی میں بند کر کے چلی کہ ادھر سے ایک جوانمرد سپاہی گھوڑے پر سوار آ رہا تھا دلالہ کو دروازہ سے نکلتے دیکھا مارے غصہ کے ایک ہاتھ سے اسکی چوٹی پکڑ کر لٹکاتا ہوا گھر میں آیا اس کے دونوں پاؤں رسی سے باندھ کر ایک درخت میں لٹکایا وہ ایکدم میں مر گئی۔ اس مرد کی صورت دیکھ کر ایسی ہیبت دل پر چھائی کہ منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس عزیز نے ہم دونوں کو بدحواس دیکھکر تسلی دی کہ نادانی تم نے تم نے کی۔ ملکہ نے مسکرا کر کہا کہ شہزادے نے اپنے غلام کی حویلی بنا کر یہاں لیکر آیا اور مجھ کو پھسلا کر اس نے کہا شہزادے نے سچ کہا جتنی مخلوق ہے بادشاہوں کی لونڈی اور غلام ہے۔ میں غلام تمہارا ہوں لیکن بھید چھپانا عقل کا مقتضا ہے اب شہزادہ اور تم اس غریب خانہ پر توجہ فرمائیں آپ شوق سے آرام فرمائیے اب کوئی خطرہ نہیں یہ حرام زادی کٹنی اگر سلامت جاتی ضرور آفت لاتی اب جبتک مزاج میں آئے آرام فرمائیے جو کچھ درکار ہو اس خانہ زاد سے کہیئے فوراً حاضر کرے گا اور بادشاہ تو کیا ہے تمہاری خبر فرشتوں کو ہو گی۔ اس جواں مرد نے ایسی تسلی دی اور ایسی باتیں کیں کہ کچھ خاطر جمع ہوئی تب میں نے کہا شاباش تم بڑے مرد ہو تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا میرا نام بہزاد خاں ہے۔ غرض چھ مہینے تک جتنی شرط خدمت تھی بجان و دل بجالایا خوب آرام سے گذری ایکدن مجھے اپنا ملک اور ماں باپ یاد آئے اس لئے نہایت متفکر بیٹھا تھا میرا چہرا بہزاد خاں دیکھکر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس فدوی سے اگر کچھ قصور ہوا ہو تو ارشاد ہو۔ میں نے کہا از برائے خدا یہ کیا مذکور ہے تم نے ایسا سلوک کیا اس گھر میں ایسے آرام سے رہے جیسے کوئی اپنی ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ تب اس نے کہا کہ اگر یہاں سے دل برداشتہ ہو تو جہاں حکم ہو وہاں خیریت سے پہونچا دوں۔ یہ فقیر بولا کہ اگر اپنے وطن پہونچوں والدین کو دیکھوں تو مناسب ہے۔ وہ جوانمرد بولا بہت مبارک ہے۔ چلیئے یہ کہکر ایک گھوڑا

نذر کی میرے واسطے اور ایک ملکہ کے واسطے لایا اور سوار کرا دیا پھر زرہ
بکتر وغیرہ پہن کر بولا کہ غلام آگے ہو لیتا ہے آپ بخاطر جمع میرے پیچھے
چلے آئیں جب شہر کے دروازے پر آیا تو ڈانٹ کر للکارا کہ حرام زادہ
اپنے خاوند کو جا کر کہو کہ بہزاد خاں اور ملکہ مہر نگار اور شہزادہ کامگار
جو تمہارا داماد ہے ہانکے پکارے لئے جاتا ہے۔ اگر مردمی ہے تو باہر نکل
کر پوچھ اور یہ کہیو کہ چپ چاپ لے گیا یہ خبر بادشاہ کو جا پہونچی بادشاہ نے
حکم دیا کہ گرفتار کر کے میرے روبرو لاؤ۔ بہزاد خاں نے اس فقیر کو ایک جگہ
بٹھا کر خود اس فوج کی طرف پھرا اور وہاں جا کر سرداروں کے سر کاٹ
لئے۔ جب سردار مارے گئے لشکر تتر بتر ہو گیا۔ پھر بادشاہ خود کتنی فوج
لیکر کمک کو آ گئے۔ انہوں نے بھی شکست فاش کھائی جب بہزاد نے دیکھا کہ مطلع
صاف ہوا بخاطر جمع مجھے اور ملکہ کو ساتھ لیکر روانہ ہوا تھوڑے عرصہ میں
اپنے ملک میں جا پہنچے۔ ایک عرضی بادشاہ کے حضور میں جو میرے قبلہ گاہ تھے
لکھ کر روانہ کی جہاں پناہ پڑھ کر شاد ہوئے دوگانہ شکر کا ادا کیا۔ خوش
ہو کر اس فقیر کے استقبال کے لئے لب دریا آ کھڑے ہوئے میں نے دوسرے
کنارے سے میں نے سواری بادشاہ کی دیکھی تو مارے شوق کے اپنا گھوڑا
دریا میں ڈال دیا اور جلد حضور میں حاضر ہوا جہاں پناہ نے کلیجے سے لگایا۔
لیکن ایک اور آفت ناگہانی پیش آئی جس گھوڑے پر میں سوار تھا شاید
وہ بچہ اس مادہ کا تھا جس پر ملکہ سوار تھی وہ میرے مرکب کو دیکھ کر خود
بھی دریا میں آ گئی اور تیرنے لگی ملکہ نے گھبرا کر باگ کھینچی اور وہ منہ کی نرم
تھی الٹ گئی ملکہ غوطے کھا کر مع گھوڑے کے دریا میں ڈوب گئی پھر ان دونوں
کا نشان نظر نہ آیا بہزاد خاں یہ دیکھکر اپنا گھوڑا بھی دریا میں ڈال دیا لیکن
وہ بھی اس بھنور میں آ گیا اور ڈوب گیا جہاں پناہ نے یہ واردات دیکھ
کر غوطہ خوروں کو کہا انہوں نے سارا دریا چھان مارا تھاہ کی مٹی لے آئے
پر وہ دونوں ہاتھ نہ آئے بس یہ حادثہ ایسا ہوا کہ میں جنونی و سودائی ہو
گیا اور فقیر بن کر یہی کہتا پھرتا تھا کہ اگر ملکہ کہیں غائب ہو جاتی یا مر جاتی تو

دل کو تسلی ہوتی۔ آخر جی میں لہر آئی دریا میں ڈوب جاؤں۔ ایک روز رات کو اسی
دریا پر گیا اور ڈوبنے کا ارادہ کر کے پانی میں گیا چاہتا ہوں کہ غوطہ ماروں وہی
سوار برقع پوش آمو جود ہوئے جنہوں نے تم کو بشارت دی ہے آپہونچے۔ میرا
ہاتھ پکڑ لیا اور دلاسا دیا کہ خاطر جمع رکھ ملکہ اور بہزاد خاں جیتے ہیں تو اپنی جان
ناحق کیوں کھوتا ہے ایک نہ ایک روز آجائیں گے۔ اب تو روم کی طرف جا اور بھی
درویش وہاں گئے ہیں ان سے جب تو ملے گا اپنی مراد کو پہنچے گا اس فقیر کا یہ احوال
ہے جو تمام کہہ سنایا۔

سیر چوتھے درویش کی!

چوتھا فقیر اپنی سیر کی حقیقت رو رو کر اس طرح دہرانے لگا۔
یا مرشد اللہ ذرا متوجہ ہو یہ فقیر جو اس حالت میں گرفتار ہے چین کے بادشاہ
کا بیٹا ہے۔ ناز و نعمت سے پرورش پائی لیکن عالم عشرت میں یہ حادثہ روبکار ہوا
کہ قبلۂ عالم جو والد اس فقیر کے تھے انہوں نے رحلت فرمائی جان کنی کی حالت میں اپنے
چھوٹے بھائی کو جو میرے چچا ہیں فرمایا کہ ہم نے تو یہاں کا اسباب چھوڑ کر ارادہ
کوچ کا کیا لیکن وصیت میری تم بجا لاؤ۔ جب تک شاہزادہ جو مالک اس تخت کا ہے
جوان ہو اس وقت تک تم سلطنت کا کاروبار چلاؤ۔ اور جب وہ بالغ ہو یہ تخت
اس کے حوالے کر کے اپنی بیٹی روشن اختر سے شادی کر دینا اور سلطنت سے کنارہ
کرنا۔ اس طریقہ سے بادشاہت ہمارے خاندان میں رہے گی یہ کہکر آپ جان بحق
تسلیم ہو گیا اور چچا بادشاہ ہوئے ایسا ملک کا بندوبست کیا کہ سب خوش رہے۔
اور آپ زنانے محل میں رہا کرے یہ فقیر ۱۴ برس کی عمر تک بیگمات اور خواصوں میں
پلتا رہا اور چچا کی بیٹی سے شادی کی خبر سنکر خوش تھا۔ ایک حبشی مبارک نام کے والد
مرحوم کی خدمت میں تربیت ہوا تھا اور اسکا بڑا اعتبار تھا اور صاحب شعور دانہ
نمک حلال تھا۔ میں اکثر اس کے نزدیک جا بیٹھتا وہ مجھے پیار کرتا اور میری جوانی دیکھ
کر خوش ہوتا اور کہتا کہ الحمد اللہ اے شہزادے اب تم جوان ہوئے۔ انشاء اللہ
عنقریب ظل سبحانی کی وصیت پر عمل ہو گا اور تمہارا چچا اپنی بیٹی اور تمہارے والد

کا تخت تمہیں دے گا ایک روز یہ اتفاق ہوا کہ ادنی اسہیلی نے بیگناہ میرے تئیں ایسا طمانچہ مارا کہ میرے گال پر پانچوں انگلیاں ان بن گئیں روتا ہوا مبارک کے پاس آیا اس نے مجھے گلے سے لگایا اور آنسو پونچھے اور کہا چلو آج تمہیں بادشاہ کے پاس لے چلوں شاید مہربان ہو اور لائق سمجھ کر تمہارا حق تمہیں دے اسی وقت چچا کے حضور میں لے گیا چچا نے دربار میں نہایت شفقت کی اور پوچھا کہ آج کیونکر آئے ہو مبارک بولا کچھ عرض کرنے آئے ہیں۔ نجومی اور رمال کو طلب کیا اور اپری دل سے پوچھا کہ اس سال میں کونسا مہینہ اور دن اور گھڑی مہورت مبارک ہے کہ سرانجام شادی کا کروں۔ انہوں نے فرضی طور پر گن گنا کر عرض کی کہ قبلہ عالم یہ برس سارا نحس ہے اس سال میں چاند کی کوئی تاریخ اچھی نہیں ہے۔ بادشاہ نے مبارک کی طرف دیکھا اور کہا شہزادے کو محل میں لیجا خدا نے چاہا تو ایک سال بعد اس کی امانت اس کے حوالے کر دوں گا مبارک نے مجھے محل میں پہنچا دیا۔ دو تین دن کے بعد مبارک کے پاس گیا وہ دیکھتے ہی رونے لگا۔ میں نے پوچھا تو وہ خیر خواہ مجھے جان و دل سے چاہتا تھا بولا کہ میں اس روز تمہیں اس ظالم کے پاس لے گیا کاش یہ جانتا تو نہ لے جاتا میں نے گھبرا کر کہا کہ میرے جانے میں کیا ایسی قباحت ہے کہو تو سہی۔ تب اس نے کہا سب امیر وزیر اور ارکان دولت چھوٹے بڑے تمہارے باپ کے وقت کے تمہیں دیکھ کر خوش ہوئے اور خدا کا شکر کرنے لگے کہ ہمارا صاحبزادہ جوان ہوا اب حق حقدار کو پہونچے گا یہ خبر اس بے ایمان کو پہونچی چھاتی پر سانپ لوٹنے لگا مجھے خلوت میں بلا کر کہا اے مبارک اب ایسا کام کر کہ شہزادے کو کسی فریب سے مار ڈال اور اسکا خطرہ میرے دل سے نکال جو میری خاطر جمع ہو۔ تب میں بیحواس ہوا ہوں کہ تیرے تیری جان کے دشمن ہیں جوں ہی مبارک سے یہ خبر سنا مبارک کسی بارے بغیر مارے ہی میں مر گیا اور اس کے پاؤں پر گرا کہ واسطے خدا کے میں سلطنت سے درگذرا کہ کسی طرح میری جان بچے۔ اس غلام باوفا نے میرا سر اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا اور جواب دیا کہ کوئی خطرہ نہیں ایک تدبیر مجھے سوجھی ہے اگر راس آئی تو کچھ پرواہ نہیں زندگی ہے تو سب کچھ ہے یہ بھروسہ دیکر مجھے اپنے ساتھ

ایک کمرے میں لے گیا۔ وہاں ایک کرسی بچھی تھی اس پر مجھے بٹھا دیا اور آپ
فرش کو سرکا کر زمین کھودنے لگا ایک بارگی ایک کھڑکی نمودار ہوئی میں
یہ سمجھا کہ میرے ذبح کرنے کو اس نے یہ گڑھا کھودا ہے۔ موت آنکھوں کے آگے
پھر گئی مجبور ہو کر چپکے سے کلمہ پڑھتا ہوا اتر ویک گیا دیکھتا ہوں اس دریچہ کے
اندر ایک عمارت ہے اور چار مکان ہیں جن کے ہر ایک دالان میں دس دس
خیمے ہیں اور سونے کی زنجیریں لٹکتی ہیں اور ایک حوض جواہر سے لبالب بھرا
دیکھا میں نے مبارک سے پوچھا کہ یہ کیا طلسم ہے یہ کس کا مکان ہے۔ اس
نے کہا کہ یہ بوزنے جو دیکھتے ہو ان کا ماجرا یہ ہے کہ تمہارے باپ نے جوانی
کے وقت میں ملک صادق جو بادشاہوں کا جن ہے اس کے ساتھ دوستی اور
آمدورفت کی تھی اور ایک مہینے کے قریب اس کی خدمت میں رہے تھے
جبکہ رخصت ہوتے تو ملک صادق بندر زمرد کا دیتا ہمارا بادشاہ اسے لاکر
بت خانہ میں رکھتا اس بات سے سوائے میرے اور کوئی خبردار نہ تھا ایک
مرتبہ اس غلام نے عرض کی کہ جہاں پناہ لاکھوں روپے کے تحفے لیجاتے ہیں
اور وہاں سے ایک بوزنہ پتھر کا لے آتے ہیں آخر اس کا فائدہ کیا ہے اس بات
کو سنکر فرمایا خبردار کہیں یہ ظاہر نہ کیجیو یہ ایک میمون بے جان جو دیکھتا
ہے ہر ایک کے ہزار دیو زیر دست تابع اور فرمانبردار ہیں لیکن جب تک میرے
پاس چالیس بندر نہوں یہ سب نکمے ہیں کچھ کام نہ آئیں گے سو ایک بندر کی
کمی تھی کہ اس برس بادشاہ نے وفات پائی اتنی محنت کام نہ لگی اس کا فائدہ
ظاہر نہ ہوا۔ اے شاہزادے تیری یہ حالت بے کسی کی دیکھ کر مجھے یاد آیا
اور جی میں ٹھہرایا کہ کسی وقت تجھ کو ملک صادق کے پاس لے چلوں اور تیرے
چچا کا ظلم بیان کروں اغلب ہے کہ وہ ایک بوزنہ جو باقی ہے وہ تجھے دے
تب ان کی مدد سے تیرا ملک تیرے ہاتھ آوے اگر کچھ نہو تو اس ظالم کے ہاتھ
سے سوائے اس تدبیر کے اور کوئی صورت تیری رہائی کی نظر نہیں آتی۔ میں
نے یہ بات سنکر کہا دادا جان اب تو میری جان کا مختار ہے جو میرے حق میں
بھلا ہے۔ غرض سے وہ میرے اس کافر چچا کے پاس گیا اور کہا جہاں پناہ

شاہزادہ کے مار ڈالنے کی ایک صورت ہیں نے ٹھہرائی ہے حکم ہو تو عرض کروں وہ بولا کیا تدبیر ہے تب مبارک نے کہا کہ اس کے مار ڈالنے میں سب طرح سے آپکی بدنامی ہے۔ مگر مبارک نے کہا اسے جنگل میں لیجا کر ٹھکانے لگاؤں اور گاڑ دابکر چلا آؤں کسی کو خبر نہ ہوگی کیا ہوا یہ سنکر وہ مبارک سے بولا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ وہ سلامت نہ رہے یہ دغدغہ میرے دل میں ہے اگر مجھے اس فکر سے تو چھڑا دے تو بڑا احسان ہو یہ سنکر اس نے مجھے ساتھ لیا اور اتر کی جانب کوچ کیا اور منزل مقصود پر پہونچ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک تخت مرصع پر ملک صادق بیٹھا ہے میں نے نزدیک جاکر سلام کیا۔ مہربانی سے بیٹھنے کا حکم کیا میں نے مبارک کی طرف متوجہ کرکے کہا کہ اپنا حال بیان کروں۔ اس کے بعد مبارک نے کہا اب ان کے باپ کی جگہ پر ان کا چچا بادشاہ ہوا ہے اور ان کا دشمن ہوا ہے اسلئے میں ان کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ یتیم ہے اور سلطنت انکا حق ہے لیکن بغیر مربی کے کچھ نہیں ہو سکتا حضور کی دستگیری کے باعث اس مظلوم کی پرورش ہوتی ہے انکی مدد فرمایئے اور چالیسوں بندر عنایت کیجئے ملک صادق نے تامل کرکے کہا کہ واقعی حق خدمت بادشاہ مغفور کا ہم پر تھا اور یہ بیچارہ تباہ حال یہاں پر آیا ہے اور ہمارے دامن دولت میں جگہ لی ہے تا مقدور کسی طرح ہم سے کمی نہ ہوگی لیکن ایک کام ہمارا ہے اگر وہ اس سے ہو سکا اور خیانت نہ کی تو میں اقرار کرتا ہوں کہ زیادہ بادشاہ سے سلوک کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ تا مقدور جو خدمت سرکار کی ہو سکے گی بسر و چشم بجا لاؤں گا یہ سنکر ملک صادق نے مجھ کو قریب بلایا اور ایک کاغذ مجھے دکھلایا اور کہا یہ جس کی شبیہ ہے اسے تلاش کرکے میرے پاس لا اگر یہ خدمت تجھ سے سرزد ہوگی تو جتنی توقع تجھے منظور ہے اس سے زیادہ تیری غور و پرداخت کروں گا میں نے جو اس کاغذ کو دیکھا تو ایک تصویر پر نظر پڑی کہ غش سا آنے لگا بزور مارے ڈر کے اپنے تئیں سنبھالا اور رخصت ہوا مدت کے بعد ایک مقام پہ پہونچا تو دیکھا کہ ایک فقیر اندھا بھیک مانگتا نظر آیا لیکن کسی نے اسکو ایک کوڑی یا ایک نوالہ تک نہ دیا مجھے تعجب ہوا میں نے رحم کھا کر ایک اشرفی اسکو دی فقیر وہ لیکر چل پڑا میں اس کے پیچھے ہو لیا باہر شہر کے ایک مکان عالیشان

نظر پڑا۔ اسکے اندر میں بھی گیا دیکھا جا بجا عمارت گری پڑی ہے میں نے کہا یہ تو لایق
بادشاہوں کے ہے کہ ایک آواز آئی کہ اے باپ! خیر تو ہے آج سویرے کیوں
پھرے آتے ہو پیر مرد نے جواب دیا کہ بیٹی خدا نے ایک جوان مسافر کو میرے حال پر
مہربان کر دیا اس نے ایک مہر مجھ کو دی۔ بہت دنوں میں پیٹ بھرا اور تیرے
واسطے کپڑا خرید کیا اب اسکو سی کر پہن اور کھانا پکا تو بھی کھا پی کر اس سخی کو دعا
دے آواز کی طرف جو میں نے دھیان کیا تو ایک عورت دیکھی کہ ٹھیک وہ تصویر
اسی معشوق کی تھی۔ میں دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا نازنین کو سامنے پایا
وہ بولی کہ اے جوان خدا سے ڈر اور بیگانے ستر پر نگاہ مت کر اس لیاقت سے
گفتگو کی کہ میں اس کی صورت اور سیرت پر محو ہو گیا اور میں نے پکار کر کہا کہ اے خدا
کے بندے غریب مسافر ہوں اگر اپنے پاس مجھے بلاؤ اور رہنے کی جگہ دو بڑی مہربانی
ہوگی اس اندھے نے مجھے نزدیک بلایا اور جہاں وہ گلبدن بیٹھی تھی اس مکان میں
لے گیا وہ ایک کونے میں چھپ گئی اس بوڑھے نے پوچھا کہ اپنا ماجرا کہہ میں نے کہا
کہ میرے ولی نعمت ہنوز بادشاہ ہیں میں نے ایک سوداگر سے لاکھوں روپے دیکر
یہ تصویر مول لی ہے اب یہاں میرا مطلب ملا ہے سو تمہارا اختیار ہے یہ سنکر اندھے
نے ایک آہ ماری اور کہا کہ اے عزیز میری لڑکی بڑی مصیبت میں ہے کسی بشر کی
مجال نہیں کہ اس سے نکاح کرے میں نے کہا کہ مفصل بیان کر تب اس نے بیان
کیا کہ اے شہزادے میں رئیس ہوں اور اکابر اس کم بخت ملک کا ہوں خدا نے
مجھے یہ بیٹی عنایت کی جب بالغ ہوئی ہوگی تو اسکی خوبصورتی اور نزاکت کا شور
سارے ملک میں ہوا۔ یہ خبر اس شہر کے شہزادے نے سنی بغیر دیکھے عاشق ہوا
آخر بادشاہ نے مجھے رات کو خلوت میں بلایا اور مجھے راضی کر کے نسبت ناطہ
پر تیار کیا میں قبول کر کے رخصت ہوا اسی دن سے دونوں طرف شادی کی تیاریاں
ہونے لگیں جب رسم شادی سے فارغ ہوئے نوشہ نے جب رات کو قصد جماع کا کیا
اس مکان میں غل و شور ایسا ہوا کہ جو لوگ باہر تھے حیران ہوئے دروازہ کوٹھری کا
کھولکر دیکھا کہ کیا آفت ہے اتنے میں دیکھا کہ دولہا کا سر کٹا ہوا پڑا ہے اور دلہن کے
منہ سے کف چلتا ہے اور اسی مٹی لہو میں تڑپتی ہوئی بے حواس پڑی ہے یہ قیامت

دیکھ کر سب کے ہوش جاتے رہے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی سر پیٹتا ہوا دوڑا اور حکم کیا کہ وہن
کا بھی سر کاٹ ڈالا جائے یہ بات بادشاہ کی زبان سے جونہی نکلی پھر ویسا ہنگامہ برپا
ہوا۔ بادشاہ ڈرا اور اپنی جان کا خطرے سے نکالکہ بھاگا اور فرمایا کہ اسے محل سے
باہر نکال دو جس نے سنا حیران ہوا اور شہزادے کے مارے جانے کے سبب خود بادشاہ
اور جتنے باشندے اس شہر کے ہیں میرے دشمن ہوئے جب ماتم داری سے فراغت
پائی بادشاہ نے ارکان دولت سے صلاح پوچھی سب نے کہا اس لڑکی کو اس کے باپ
سمیت مروا دیا جائے۔ کوتوال کو حکم ہوا اور سب نے چاروں طرف سے میری حویلی
کو گھیر لیا۔ تو آسمان سے پتھر اور اینٹیں برسنے لگیں کہ تمام فوج تاب نہ لا سکی اور سب
بھاگ گئے اسوقت ایک مہیب آواز بادشاہ نے سنی کیوں کم بختی آئی ہے اگر بھلا چاہتا
ہے تو اس نازنین کے احوال کا معترض نہ ہو اب اگر اسکو ستائے گا مزہ پائے گا
یہ سنکر بادشاہ کو مارے دہشت کے تپ چڑھ رہی حکم کیا کہ ان بدبختوں سے کوئی
مزاحم نہ ہو۔ اس لڑکی سے پوچھا تو نے کیا دیکھا تھا تو اس نے کہا جس وقت میرے
خاوند نے قصد مباشرت کا کیا چھت پھٹ کر ایک تخت مرصع کا نکلا اسپر ایک
جوان خوبصورت شاہانہ لباس پہنے بیٹھے تھا اس مکان میں آیا اور شہزادے کو
قتل کیا اور میرے پاس آکر بولا کیوں جانی اب ہم سے کہاں بھاگو گی۔ ان کی صورتیں
آدمی کی سی تھیں لیکن پاؤں بکریوں کے سے نظر آئے مجھے دیکھکر غش آگیا۔ تب سے
میرا یہ احوال ہے میں نے کہا مجھے اپنی فرزندی میں قبول کر جو میری قسمت میں ہوگا
ہو رہے گا پیر مرد ہرگز راضی نہ ہوا۔ جب شام ہوئی اس سے رخصت ہو کر سرا
میں آیا مبارک نے کہا لو شہزادے مبارک ہو کہ خدا نے ہماری محنت کو ٹھکانے لگایا
اور سیدھی راہ ہم کو دکھائی اب خدا ایسا کرے کہ جلد ہم اپنے مقصد میں کامیاب
ہو کر جائیں۔ امید ہے کہ ہماری محنت اکارت نہ جائے گی۔ میں نے کہا افسوس وہ
اندھا بے ایمان راضی نہ ہوا۔ تمام رات نیند اچاٹ رہی جب روز روشن ہوا میں
چلا چوک میں سے اچھے اچھے تھان اور میوے تر و خشک خرید کر کے اس بزرگ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ نہایت خوش ہو کر بولا کہ غریب کو اپنی جان سے عزیز کچھ نہیں پر اگر میری
جان بھی تیرے کام آئے تو دریغ نہ کروں اور اپنی بیٹی بھی تیرے حوالے کروں لیکن

یہی خوف آتا ہے کہ اس سے تیری جان کو خطرہ ہو کہ یہ داغ لعنت کا میرے
اوپر تا قیامت رہے میں نے کہا مجھے جان کی فکر نہیں ہے معشوق کے وصال
کو اپنی زندگی سمجھتا ہوں اپنے مرنے جینے کی پروا نہیں بلکہ اگر نا امید ہوں گا
تو بن اجل مر جاؤں گا غرض اسی طرح ایک مہینہ گذرا اتفاقاً بوڑھا بیمار
ہوا میں اسکی تیمارداری میں حاضر رہا ایک دن بولا اے جوان تو ضدی ہے
میں نے ہر چند ساری باتیں کہہ سنائیں کہ اس کام سے باز آ مگر تو نہ مانا اچھا
اپنی لڑکی سے سعی کروں گا کہ دیکھوں وہ کیا کہتی ہے۔ فقیر سے یہ سنکر میں بہت
خوش ہوا۔ اور رخصت ہو کر مکان پر آیا۔ رات بھر جاگتا رہا جب صبح ہوئی پھر
پہنچا سلام کیا بولا لو اپنی بیٹی ہم نے تم کو دی خدا مبارک کرے تم دونوں جب تک
میں زندہ ہوں میری آنکھوں کے سامنے رہو جب میری آنکھیں بند ہوں تو تمہارا
جی میں جو آئے سو کرنا۔ کتنے دنوں کے بعد وہ پیر رگ جاں بحق ہوا اور ہم دونوں
نے رو پیٹ کر دفن کیا۔ بعد تیجے کے اس نازنین کو مبارک سرا میں لے آئے
اور کہا یہ امانت ملک صادق کی ہے۔ خبردار خیانت نہ کیجیو یہ سنکر ملک صادق
کے ملک کی راہ لی چلتے چلتے ایک میدان میں آواز غل و شور کی آنے لگی مبارک
نے ان سے مل جل کر پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے وہ بولے بادشاہ نے تمہارے
استقبال کیواسطے ہمیں تعینات کیا ہے۔ اب تمہارے فرمانبردار ہیں اگر کہو تو
ایکدم میں روبرو لے چلیں مبارک نے کہا دیکھو کس محنت سے خدا نے بادشاہ
کے پاس ہمیں سرخرو کیا ہے۔ اب جلدی کی کیا ضرورت ہے جنوں نے کہا اس کے
متعلق آپ کو اختیار ہے جب نزدیک پہنچے میں مبارک کو سوتا دیکھ کر اس
نازنین کے قدموں پر سر رکھ کر اپنے دل کی بیقراری اور ملک صادق کے
سبب سے لاچار یہ کہنے لگا اتنے میں مبارک کی نیند ٹوٹ گئی ہم دونوں
کو ایک جگہ دیکھ کر رونے لگا بولا خاطر جمع رکھو ایک روغن میرے پاس
ہے اس گلبدن کے بدن میں مل دونگا اس بو سے ملک صادق کا جی ہٹ جائیگا
غالب ہے کہ تمہیں بخش دے مبارک سے یہ تدبیر سنکر دل کو تسلی ہوئی
اور کہا کہ اے دادا تو میرے باپ کی جگہ ہے تیرے باعث میری جان بچی

اب بھی ایسا کام کیا اس نے مجھے بہت سی تسلی دی جب صبح ہوئی آدا نر
جنوں کی معلوم ہونے لگی دیکھا تو کئی خواص ملک صادق کے آتے ہیں اور
دو سراپا ہمارے لئے لائے اور ایک چوڈول سونیوں کے جوڑے پڑے
ہیں مبارک نے اس نازنین کے تیل ملا اور پوشاک پہنا کر ملک صادق کے
پاس بھیجا۔ بادشاہ نے دیکھ کر مجھے بہت سرفراز کیا اور عزت و حرمت سے
بٹھایا اور کہنے لگا کہ تجھ سے میں ایسا سلوک کروں گا کہ کسی نے آج تک نہ کیا
ہوگا۔ بادشاہت تیرے باپ کی موجود ہے۔ علاوہ اس کے تو میرے بیٹے
کی جگہ ہوا۔ جب وہ نازنین کے پاس گیا تو اس تیل کی بو سے ملک صادق
کا دماغ پراگندہ ہوا اور حال سے بے حال ہوا۔ تاب اس بو کی نہ لا سکا
اٹھ کر باہر چلا گیا ہم دونوں کو بلوایا۔ اور کہا کیوں جی خوب شرط وفا بجا لائے
ہم نے تم کو خبردار کر دیا تھا کہ اگر خیانت کرو گے تو برا ہوگا۔ اب دیکھو تمہارا
حال کیا کرتا ہوں۔ مبارک نے مارے ڈر کے اپنا ازار بند کھولا اور دکھا
کر کہا بادشاہ سلامت جب حضور کے حکم سے ہم اس کام کے لئے متعین ہوئے
تھے غلام نے پہلے اپنی علامت مردمی کاٹ کر ڈبیہ میں بند کر کے سر بمہر
سرکار کے خزانچی کے سپرد کر دی تھی اور مرہم سلیمانی لگا کر روانہ ہوا
تھا مبارک سے یہ جواب سنکر میری طرف مخاطب ہوا اور گھور کر کہنے لگا
تو یہ تیرا کام ہے اسوقت معلوم ہوتا ہے کہ شاید جان سے مروا دے گا
جب میں نے اس کے بشرے سے دریافت کیا اپنے جی سے ہاتھ دھو کر
اور جان کھو کر کمر سے شمشیر کھینچکر ملک صادق کے ماری تلوار لگتے ہی مر گیا
پھر میں نے خیال کیا کہ زخم تو ایسا کاری نہیں لگا میں کھڑا دیکھتا تھا کہ وہ
زمین پر لوٹ پوٹ کر گنبد کی صورت بنکر آسمان کی طرف اڑا اور بلند
ہوا اور نظروں سے غائب ہو گیا ایک پل کے بعد مکھی کی طرح لڑ کھڑاتا کچھ
بے معنی بکتا ہوا نیچے آیا اور مجھے ایک لات ماری کہ میں گر گیا اور جی میں ڈوب
گیا خدا جانے کتنی دیر میں ہوش آیا آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو ایک ایسے جنگل
میں پڑا ہوں کہ سوائے کنکر اور جھربیری کے درختوں کے اور کچھ نظر نہیں

آتا۔ اب عقل کچھ کام نہیں کرتی کہ کیا کہوں آخر ایک طرف کی راہ لی اگر کہیں کوئی آدمی کی صورت نظر پڑتی تو ملک صادق کا پوچھتا وہ دیوانہ جان کر جواب دیدیتا کہ ہم نے اسکا نام بھی نہیں سنا ایک روز پہاڑ پر جا کر میں نے ارادہ کیا کہ اپنے تئیں گرا کر ضائع کروں لیکن اسی وقت ایک نقاب پوش آ پہونچے اور فرمایا کہ کیوں جان کھوتا ہے اب عنقریب تیرے بھلے دن آئیں گے جلد روم کو جا تین شخص اور بھی گئے ہیں ان سے ملاقات کر اور وہاں کے سلطان سے مل تو پانچوں کا مطلب ایک ہی جگہ ملے گا۔ اس فقیر کا یہ ماجرا ہے جو عرض کیا اب میں مرشدوں کے حضور میں آ پہونچا اب اسکی داستان ختم ہوئی یہ باتیں چار درویش اور بادشاہ آزاد بخت کی ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ایک محلی بادشاہ کے محل سے آیا اور مبارکباد دی کہ اس وقت شہزادہ پیدا ہوا ہے بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ ظاہر میں تو کسی کو حمل نہ تھا آفتاب کس برج سے نمودار ہوا۔ اس نے عرض کی کہ ماہرو خواص جو بہت دنوں سے غضب شاہی میں پڑی ہوئی تھی اسپر فضل الٰہی ہوا۔

بیان پیدا ہونا شہزادہ بختیار کا اور درویشوں کا پہنچنا مراد کو

چاروں فقیروں نے یہ دعا دی بھلا بابا تیرا گھر آباد رہے اور اسکا قدم مبارک کرے بادشاہ محل میں تشریف لے گئے شہزادے کو گود میں لیا اور خدا کا شکر ادا کیا تمام شہر میں روپیہ انعام کا تقسیم ہونے لگا۔ گھر گھر ناچ ہو رہا تھا ہر ایک ادنیٰ اعلیٰ بادشاہ وقت تھا عین اسی وقت محل سے رونے پیٹنے کی آواز آئی اور خواصوں نے روتے ہوئے بادشاہ سے کہا کہ جس وقت شہزادے کو نہلا دھلا کر دائی کی گود میں دیا ایک ابر کا ٹکڑا آیا اور دائی کو گھیر لیا بعد ایک دم کے دیکھیں تو انا بیہوش پڑی ہے اور شہزادہ غائب ہو گیا۔ یہ کیا قیامت ٹوٹی بادشاہ یہ سن کر حیران ہوا ملک میں واویلا پڑی دو دن تک کسی کے گھر میں ہانڈی نہ چڑھی شہزادے کا غم کھاتے تھے اور لہو اپنا پیتے تھے جب

تیسرا دن ہوا وہی بادل پھر آیا اور ایک ہنگھولا جڑاؤ موتیوں کے توڑے پڑے
ہوئے لایا اسے محل میں رکھکر آپ ہوا ہوا - لوگوں نے شہزادے کو اس میں انگوٹھا
چوستے ہوئے دیکھا - بادشاہ بیگم نے جلدی بلائیں لے کر اسے چھاتی سے لگایا -
دیکھا تو کرتا آب رواں کا موتیوں کا دامن لگا ہوا ہے سب مارے خوشی
کے واری ہوئے بادشاہ نے ایک بڑا محل تیار کر دیا اس میں ان درویشوں
کو رکھا جب سلطنت کے کاموں سے فراغت ہوتی تب آ بیٹھتے اور سب طرح
سے خدمت کرتے لیکن ہر چاند کی نوچندی جمعرات کو وہ پارہ ابر آتا اور
شہزادہ کو لے جاتا اور قسم قسم کی چیزیں لے آتا - دیکھنے سے عقل حیران ہو
جاتی - اسی قاعدے سے بادشاہزادے نے خیر سے ساتویں برس میں پاؤں دیا
علی سالگرہ کے روز بادشاہ آزاد بخت نے فقیروں سے کہا کچھ معلوم نہیں ہوتا
کہ شہزادے کو کون لے جاتا ہے اور دے جاتا ہے - فقیروں نے کہا ایک کام
کرو ایک شقہ اس مضمون کا لکھ کر شہزادے کے گہوارے میں رکھ دو کہ
تمہاری مہربانی اور محبت دیکھ کر اپنا بھی دل مشتاق ملاقات کا ہوا اگر دوستی
کی راہ سے اپنے احوال کی اطلاع دیجئے تو خاطر جمع ہو اور حیرانی دفع ہوا -
بادشاہ نے موافق صلاح درویشوں کے افشانی کاغذ پر ایک رقعہ اسی عبارت
کا تحریر کیا اور مہد زریں میں رکھدیا - شہزادہ جب غائب ہوا اور شام
ہوئی آزاد بخت درویشوں کے بستر پر آ کر بیٹھا اور ہر کلام ہونے لگا -
اتنے میں ایک کاغذ لپٹا ہوا بادشاہ کے پاس آ پڑا - کھول کر پڑھا تو جواب
اسی رقعہ کا تھا - یہی اس میں دو سطریں لکھی تھیں کہ ہمیں بھی اپنا مشتاق
جانئے - سواری کے لئے تخت آتا ہے اس وقت اگر تشریف لائیے تو بہتر ہے باہم
ملاقات ہو - سب اسباب عیش کا مہیا ہے صاحب کی جگہ خالی ہے - بادشاہ
آزاد بخت درویشوں کو ہمراہ لیکر تخت پر بیٹھے اور وہ تخت حضرت سلیمان
کے تخت کے مانند ہوا پر چلا رفتہ رفتہ ایسے مکان پر جا اترے کہ عمارت
عالیشان اور تیاری کا سامان نظر آتا تھا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں کوئی
ہے یا نہیں اتنے میں کسی نے ایک سلائی سلیمانی سرمہ کی ان پانچوں کو دی

اور انھوں نے اپنی آنکھوں میں پھیر لیں وہ بوندیں آنسو کی ٹپک پڑیں ۔
پریوں کا اکھاڑہ دیکھا اور صدر میں ایک تخت زمرد کا دھرا ہے اس
پر ملک شہپال اور ایک پری زاد لڑکی سامنے بیٹھی ہے اور شہزادہ بختیار
اس کے ساتھ کھیل رہا ہے مجھے دیکھکر بادشاہ نے اپنی برابر تخت پر
بٹھایا اور مجھ سے گفتگو کرنے لگا دوسرے روز پھر دونوں بادشاہ
بادشاہ جمع ہوئے ملک شہپال نے درویشوں کو ساتھ لانے کی وجہ
بادشاہ سے پوچھی بادشاہ نے چاروں کا ماجرا بیان کیا اور سفارش
کی کہ اب ان کے ساتھ بموجب فرمانے نقاب پوش بزرگ کے سلوک کرنا
چاہئے ۔ بادشاہ کہنے لگا یہ بیٹا تمہارا ہے جیسی تمہاری مرضی ہو کرنا ۔ غرض
دونوں بادشاہوں کی صحبت گرم رہتی اور عیش کرتے ۔ دس پانچ دن
کے عرصہ میں بڑے بادشاہ گلستان کے اور کوہستان کے اور جنہ یروں
کے جنکی طلب کی خاطر لوگ تعینات ہوئے تھے سب آکر حضور میں حاضر
ہوئے ۔ پہلے ملک صادق سے فرمایا کہ تیرے پاس جو آدم زاد ہے حاضر
کر اس نے بہت ہی غم و غصہ کھا کر ناچار اسکو حاضر کیا ۔ اور ولایت عمان
کے بادشاہوں سے شہزادی جس کے واسطے شہزادہ ملک نیمروز کا گاؤ سوار
ہو کر سودائی بنا تھا اس نے بھی بہت سے عذر و معذرت کر کے حاضر کی جب
بادشاہ نے فرنگ کی بیٹی اور بہزاد خاں کو طلب کیا سب منکر حضرت سلیمان
کی قسم کھانے لگے اور آخر دریائے قلزم کے بادشاہ سے جب پوچھا تو
وہ سر نیچے کر کے چپ ہو رہا ملک شہپال نے اسکو قسم دی اور کچھ دھونس
دھڑکا بھی دیا تب وہ ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگا ۔ بادشاہ سلامت
حقیقت یہ ہے کہ جب بادشاہ اپنے بیٹے کے استقبال کی خاطر نکلا تھا اس
جگہ میرا گذر ہوا اور سواری کھڑی کر کے تماشہ دیکھ رہا تھا اس میں
شہزادی کی گھوڑی بھی اسکو دریا میں لے گئی ۔ میری نگاہ اس پر پڑی دل
بے اختیار ہوا پریزادوں کو حکم دیا کہ شہزادی کو مع گھوڑی لے آؤ ۔ اس
اسکے پیچھے بہزاد خاں نے گھوڑا ڈالا جب وہ بھی غوطے کھانے لگا اسکی دلاوری

اور مردانگی پسند آئی۔ اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ پکڑ لیا ان دونوں کو لیکر
سواری پھیری سو وہ دونوں صحیح سلامت میرے پاس موجود ہیں یہ احوال
سنکر دونوں کو روبرو بلایا اور سلطان شامی کی شہزادی کی تلاش بہت
سی کی گئی اور سبھوں نے سختی و ملائمت استفسار کیا لیکن کسی نے حامی نہ بھری
اور نہ نام و نشان بتایا تب ملک شہپال نے فرمایا کہ کوئی بادشاہ یا سردار
غیر حاضر بھی ہے یا سب آ چکے ہیں۔ جنوں نے عرض کیا کہ جہان پناہ سب
حضور میں آ ئے مگر ایک مسلسل جادو جس نے کوہ قاف کے پردے میں
ایک قلعہ جادو کے علم سے بنایا ہے وہ اپنے غرور سے نہیں آیا ہے وہ ہم
غلاموں کی طاقت نہیں جو بزور اسکو پکڑ لائیں وہ مکار ہے اور وہ خود
بھی بڑا شیطان ہے۔ یہ سنکر ملک شہپال کو بڑا طیش آیا اور لڑائی کے لئے جنوں
اور پری زادوں کی تعینات کی اور فرمایا کہ اگر راستی میں شہزادی کو ساتھ
لیکر حاضر ہو تو بہتر والا اسکو زیر کر کے مشکیں باندھ کر لے آؤ۔ اور اسکے
ملک کو نیست و نابود کر دو۔ یہ حکم سنتے ہی اسکو زیر و زبر کیا اور مشکیں باندھ کر
حضور میں لے آئے ملک شہپال نے ہر چند سرزنش کی لیکن اس مغرور نے سوائے
نہ کے ہاں نہیں کی تب نہایت ہی غصہ ہو کر فرمایا کہ اس مردود کے بند بند
جدا کر کے پھینک دو اور پری زاد کے ایک لشکر کو تعینات کیا کہ کوہ قاف میں جا کر
ڈھونڈ ڈھانڈ کر پیدا کرو وہ لشکر معینہ شہزادی کو بھی تلاش کر کے لے آیا اور
حضور میں پہونچایا ان سب امیروں نے اور چاروں فقیروں نے ملک شہپال کا حکم
اور انصاف دیکھ کر دعائیں دیں بادشاہ آزاد بخت بھی خوش ہوا تب ملک
شہپال نے فرمایا کہ مردوں کو دیوان خاص میں شہزادوں کو اور عورتوں کو محل
میں داخل کرو اور شہر میں آئینہ بندی کا حکم کرو۔ اور شادی کی تیاری جلدی ہو
حکم کی دیر تھی ایک روز نیک ساعت اور مبارک وقت دیکھ کر شہزادہ بختیار
کا عقد اپنی بیٹی سے باندھا اور خواجہ زادے یمن کو دمشق کی شہزادی سے بیاہا
اور فارس کے شہزادے کا نکاح بصرے کی شہزادی سے کر دیا اور عجم کے
شہزادے کو فرنگ کی ملکہ سے بیاہا اور نیمروز کے بادشاہ کی بیٹی کو شہزادہ خاں کو

یہ کتاب بڑی دلچسپ ہے۔ اس کتاب کو غور سے
پڑھنا چاہئے